

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ لکھ رہا ہوں اس رجلِ عظیم کی  
تکمیل ہو رہی ہے بذبحِ عظیم کی

# مناقب آلِ بیتِ رسول

## و شہادتِ جگر گوشہ بتول

اے خاکِ کربلا تو اس احسان کو نہ بھول  
لیٹے ہیں تیری خاک میں جگر گوشہ بتول

تصنیف و تالیف

حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی

پھگواڑی۔ مری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ لکھ رہا ہوں اس رجل عظیم کی  
تکمیل ہو رہی ہے بذبح عظیم کی

# مناقب آل بیت رسول

و

## شہادت جگر گوشہ بتول

اے خاک کربلا تو اس احسان کو نہ بھول  
لیٹے ہیں تیری خاک میں جگر گوشہ بتول

تصنیف و تالیف

حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی

پھگواڑی۔ مری

بسم الله الرحمن الرحيم

85050

نام کتاب	مناقب آل بیت رسول و شہادت جگر گوشہ بتول
نام مصنف	حافظ محمد حبیب اللہ
کمپوزنگ	حاجی خالد پرویز جنجوعہ
صفحات	400
اشاعت اول	اکتوبر 2007ء
تعداد	500
ہدیہ	300/=

ملنے کا پتہ

حافظ حبیب اللہ قریشی الہاشمی پھگواڑی تحصیل مری

## عنوانات کا اجمالی خاکہ

ابتدائیہ۔ ماخذ کتب، فہرست عنوانات، شرف انتساب، نذرانہ عقیدت، مقدمہ، تعارف  
وتبصرہ، روئے سخن

- باب اول۔ از آدم تا وصال سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم آزمائشوں کا دور
- باب دوم۔ فضائل اہل بیت و پختن پاک
- باب سوم۔ خلافت راشدہ
- باب چہارم۔ داستان خونچکاں، واقعات کربلا
- باب پنجم۔ شام غریباں، چاک ہے گریباں اہل بیت اور دامن ہے لہو لہو
- باب ششم۔ رنگ لاتا ہے شہیدوں کا لہو، خدا کی لاٹھی مختار ثقفی کی شکل میں

سخن ہائے گفتی

سلام بخضور، امام عالی مقام

## بارگاہ خداوندی میں عاجزانہ التجا

علامہ اقبال کے زبان و قلم سے

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر، روز محشر عذر ہائے من پذیر  
در حسابم را تو بینی ناگزیر، از نگاہ مصطفیٰ پنہاں پذیر

بہ پایاں چوں سیدایں عالم پیر، شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر  
مکن رسوا حضور خواجہ مارا، حساب من تر چشم او نہاں گیر

۷  
ماخذ کتب

نام مصنف	نام کتاب
تنزیل من الرحمن الرحیم	القرآن الحکیم
علامہ فخر الدین رازیؒ	تفسیر کبیر
علامہ جلال الدین سیوطیؒ	در منشور
علامہ محمد اسماعیل حقیؒ	روح البیان
علامہ جلال الدین سیوطیؒ	جلالین شریف
علامہ علی محمد خازنؒ	خازن
شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ	تفسیر عزیزی
علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ	مظہری
پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ	ضیاء القرآن
علامہ غلام رسول سعیدی صاحبؒ	تبیان القرآن
ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ	بخاری شریف مترجم
حضرت مسلم بن حجاج قشیریؒ	مسلم شریف مترجم
علامہ بدر الدین عینیؒ	عینی شرح بخاری
علامہ ابن حجر عسقلانیؒ	فتح الباری شرح بخاری
ملا علی قاریؒ	مرقاہ شرح مشکوٰۃ
شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ
علامہ زرقانیؒ	زرقانی علی اللواہب
حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ	البدایہ والنہامیہ
حضرت محمد عبد اللہ محمد عبد اللہ نیشاپوریؒ	طبقات ابن سعد

علامہ جلال الدین سیوطیؒ	حاوی للفتاویٰ
امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبلؒ	مسند احمد
علامہ جلال الدین سیوطیؒ	خصائص کبریٰ
شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ	موارج النبوت
ملا واعظ کشتیؒ	معارض النبوت
عبدالرحمن جامیؒ	شواہد النبوت
علامہ بیہقیؒ	دلائل النبوت
مولانا عبدالرحمن صفویؒ	نزہۃ المجالس
قاضی سلیمان منصور پوریؒ	رحمۃ اللعالمین
علامہ جلال الدین سیوطیؒ	تاریخ الخلفاء
شبلی نعمانی	الفاروق
عبدالرحمن شوق	تاریخ اسلام
پیر کرم شاہ الازہریؒ	ضیاء النبی
علامہ شبلی نعمانی	سیرت النبی
شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ	جذب القلوب
مولانا ذوالفقار علی بھوپالی	طی الفرائخ الی منازل البرازح
علامہ طاہر القادری	فلسفہ شہادت
محمد الیاس عادل	سیرت علی المرتضیٰ
صائم چشتی	شہید ابن شہید اول
علامہ ارشد القادری	زلف و زنجیر
عرفان رضوی	صبح آرزو

## فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
39	حضرت ایوب علیہ السلام پر کڑی آزمائش	iii	عنوانات کا اجمالی خاکہ
41	حضرت ذکریا اور یحییٰ علیہ السلام پر آزمائش	iv	بارگاہ خداوندی میں التجا
42	آزمائشوں کا دور	v	ماخذ کتب
45	خانہ ان بنو ہاشم اور بنو امیہ کا اختلاف	vii	فہرست عنوانات
47	جناب سرور کائنات کا آخری ایام	1	شرف انتساب
49	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	2	شہنشاہ ارض و سماء کے حضور
50	حدیث قرطاس یا وصیت نامہ	5	نذارانہ عقیدت
53	حضور جو بات لکھوانا چاہتے تھے وہ کیا تھی؟	12	مقدمہ سید محمد اسحاق نقوی
58	ظاہری حیات کا آخری دن	21	تعارف و تبصرہ
59	وصال سید لولاک <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	26	روئے سخن - مصنف
59	آخری لمحات <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	27	تیرا وجود الکتاب
63	باب دوم - فضائل اہل بیت	27	باب اول
64	الا المودۃ فی القربی	28	حضرت آدم علیہ السلام پر
65	ویطہرکم تطہیراً	32	آزمائش
70	وازواجہ امہاتھم	32	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر
74	ام المؤمنین کا آخری وقت	33	آزمائش
80	سیدۃ الزہرہ جگر گوشہ بتول	34	پہلی آزمائش نارنمرود
	رسالت مآب کی آمد	36	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر
			دوسری آزمائش
			حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا
			مانگتے ہیں
			حضرت ابراہیم علیہ السلام پر
			تیسری آزمائش



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	حضرت علی المرتضیٰ کی شان	86	سیدہ خاتون کی شادی
126	ولایت	87	حضرت علی دربار نبی میں
127	ایک غلط استدلال	88	رضائے فاطمہ
128	کرم اللہ وجہہ کی وجہ تسمیہ	88	سیدہ طاہرہ کا نکاح آسمانوں پر
129	علم کا دروازہ حضرت علی المرتضیٰ	89	واللہ غالب علیٰ امرہ
135	ایک عجیب فیصلہ	89	سیدہ کا نکاح زمین پر
136	عیسائی پادری کے سوالات	90	خطبہ نکاح
138	یہودی عالم کے سات سوالات	91	دعوت ولیمہ
139	ایک نوجوان اور ماں	92	شادی کے وقت عمریں
140	میاں بیوی۔ ماں بیٹا	93	شہزادی کونین کی رخصتی
143	حضرت علی کی شان سخاوت	94	بنت رسولؐ کا جہیز
146	حضرت علی کی شان شجاعت۔		سلیمان کی بیٹی کی شادی اور اس
146	پہلا معرکہ	94	کا جہیز
147	حضرت علی کا دوسرا معرکہ	96	سیدہ زہرا کی ایک شادی میں
151	تیسرا باب۔ خلافت راشدہ		شرکت
152	خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیقؓ	99	شہزادی کونین کے آخری لمحات
152	خلافت صدیقی	102	ناقہ رسولؐ دروازہ زہرا پر
158	خلافت خلیفہ ثانی	103	سیدہ کا خواب
161	فتوحات فاروقی کی وسعت	105	غسل اور جنازہ کی وصیت
162	بے مثل فاتح	106	غسل کی دوسری روایت
163	خلیفہ ثالث سیدنا عثمان بن عفان	107	تاریخ وصال سیدہ
163	سازشوں کا دور	108	گلشن فاطمہ کے دو پھول
165	خلیفہ ثالث کی شہادت	110	گلشن فاطمہ کا دوسرا پھول
167	خلیفہ چہارم سیدنا علی ابن ابی طالب	120	شاہکار رسالت شاہ ولایت

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
189	فیصلے کا اعلان	168	قصاص کی تیاریاں
190	سیاست جیت گئی۔ شرافت ہار گئی	169	بصرہ کا سفر
190	شہادتِ عظمیٰ	169	سیدنا علی المرتضیٰ کی پیش قدمی
191	قاتلوں کا اتفاق	170	سفارت کی ناکامی
191	خارجیوں کا عملی منصوبہ	171	حضرت امام حسن کی کوفہ روانگی
191	عبدالرحمن بن ملجم	172	لوگوں کی آمادگی
193	تاریخ شہادت	172	مصالحت کی کوشش
194	تجہیز و تکفین	173	جنگِ جمل
195	خلافت و شہادتِ امام حسنؑ	175	حضرت طلحہ
196	شرائطِ صلح	176	زبردست جنگ
198	آپ کو زہر دے دیا گیا	177	دار الخلافہ کوفہ منتقل ہو گیا
200	خلافت راشدہ کی مدت	178	مصر کی امارت
	باب چہارم۔	178	سیاسی دماغ
203	داستان خونچکاں	179	حضرت علی کی غلط فہمی
	شہیدِ اعظم حضرت امام حسین کی	180	صلح کی کوشش
203	شہادت پر ایک طائرانہ نظر	181	امیر معاویہ کا جوابی خط
212	بد بخت یزید	182	خلافت سے بغاوت
215	شاعر مشرق اور بد بخت یزید	183	جنگ کی تیاریاں
218	بچھوکازہر اور یزید	183	جنگ صفین کا آغاز
	شہادتِ امام حسین کا پس منظر اور	184	پانی پر شامیوں کا قبضہ
221	معرکہ حق و باطل	185	خوزیر معرکہ
222	وصیتِ امیر معاویہ	187	جنگی اور فریبی چال
	وفاتِ امیر معاویہ اور یزید کی تخت	188	منصفوں کی تقرری
224	نشینی	189	اقرار نامہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
256	خدا کی بے آواز لاشی حرکت میں آگئی	225	مدینہ منورہ کی جدائی اور امام حسین
256	ظالم کو ظلم کا بدلہ مل گیا		ماں کے مزار پر
257	امام حسین کی مکہ مکرمہ سے روانگی	225	خدا حافظ
261	سیدنا امام حسین جو اب دیتے ہیں		امام عالی مقام حضور کے
	کربلا کا خونیں میدان شہادت گاہ	227	آستانے پر
265	اہل بیت	229	اہل بیت پر آزمائشوں کا دور
266	محرم کی دسویں رات		حق و باطل - خیر و شر آمنے
	کربلا کی خونی داستان - قیامت	229	سامنے
268	سے پہلے قیامت		امام عالی مقام کی مدینہ پاک کو
273	تاریخ رقم ہو رہی ہے بذبح عظیم کی	230	سے روانگی
	ہزیدی فوج اور حسینی لشکر آمنے		امام مسلم کی مکہ مکرمہ سے کوفہ کو
275	سامنے	232	روانگی
279	جنگ شروع ہو جاتی ہے۔		بھیڑ یا شیر کی شکل میں کوفہ میں
279	حضرت حر کی شہادت	233	داخل ہو گیا
	حضرت ویب بن عبداللہ کلبی کی	237	حضرت ہانی کا قتل
282	شہادت	242	آل بیت اطہار پر آزمائشوں کا دور
	دونہے شہزادے عون و محمد کی		پہلی آزمائش حضرت مسلم کی
286	شہادت	242	شہادت
293	شہادت حضرت عباس علمدار	245	دو مظلوم شہزادے
298	حضرت قاسم کی شجاعت و شہادت	248	مشکور کی شہادت
303	حضرت علی اکبر شجاعت و شہادت	250	حبشیہ کنیز کا آنا
312	شہادت شیر خوار علی اصغر		حضرت مسلم کے بچوں کی
320	امام عالی مقام کے حضور سلام	254	شہادت

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
361	یزیدی حکومت کی تباہ کاریاں		تکمیل شہادت - تکمیل ہو رہی ہے
663	مدینہ منورہ پر حملہ	321	بذبح عظیم کی
366	مکہ مکرمہ پر حملہ	336	شہادت حسین - مشہود بابا النبی
369	رنگ لاتا ہے شہیدوں کا لہو	337	شہادت کے بعد گواہی
369	خدا کی لاٹھی مختار ثقفی کی شکل میں	338	کٹے ہوئے سر کی گواہی
370	یزید بن معاویہ کا انجام	338	پورے گھرانے کی قربانی
371	ابن زیاد کا انجام		
372	عمر و سعد کا انجام	341	باب پنجم - شام غریباں
373	دیکھ عمرو بن سعد بیدار تو نہیں		چاک گریباں اہل بیت اور
374	شمر لعین کا انجام	342	دامن لہو لہو
375	خولی بن یزید کا انجام	342	جان سوز منظر
375	حکم بن طفیل کا انجام		تاراج و نیم بکل قافلہ، قدم قدم
376	حرملہ کا انجام	343	پر خون بکھیرتا ہوا کوفہ کی طرف
376	مالک بن شبیر کا انجام		رواں دواں
376	سنان بن انس کا انجام		امام عالی مقام کا سر مبارک ابن
376	مسلم بن عقبہ کا انجام	347	زیاد کے سامنے
377	عذاب عبدالرحمن بن جحیم	351	سیدہ زینب کا خطاب یزیدی کی مجلس میں
384	اہل بیت کا احترام اور اس کا انعام		سیدہ زینب کے حضور ان کی
378	سخن ہائے گفتنی	355	جرات پر ہدیہ عقیدت
	شہنشاہ ولایت کے حضور نذرانہ		کشتگان خنجر و تسلیم کی دربار
388	عقیدت	357	رسول پر حاضری
389	سیدنا امام حسین کی خدمت میں		شہادت امام حسین پر جنات کی
	شہیدان کربلا کے حضور سلام	359	نوحہ خوانی
390	عقیدت		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
392	اس عاجز کی طرف سے سلام	391	گلستانِ فاطمہ کے پھولوں کے نام
393	عقیدت مصنف کی دیگر کتب	392	مظلوم کر بلا کے حضور

## شرف انتساب

اس ذات قدسی کے نام	جس کا خلق خلق قرآن ہے
اس مقدس خاتون کے نام	جو سب سے پہلے حضور پر ایمان لائی
اس شیر خدا کے نام	جن کا مرتبہ من کنت مولاه فعلی مولا ہے
اس جگر گوشہ رسول کے نام	جو سیدۃ النساء العالمین ہے
گلشن فاطمہ کے ان جگر پاروں کے نام	جن کا مقام سیدالشباب اہل الجنۃ ہے
اس شہزادی ایران کے نام	جس نے قصر سلطانی کو چھوڑ کر فقر و فاقہ کو ترجیح دی
سیدہ زینب کے ان جگر پاروں کے نام	جنہوں نے معوذ اور معاذ کی یاد تازہ کر دی
گلشن فاطمہ کے اس پھول کے نام	جو کھلا ضرور مگر کھل کر مسکرا نہ سکا
پھر ان شہداء کربلا کے نام	جنہوں نے جان تو دے دی مگر باطل کے آگے نہ جھکے
ان شہیدان اسلام کے نام	جنہوں نے امیر کارروان کی کشتی کو ساحل آشنا کیا
پھر ان ہستیوں کے نام	جن کی نگاہ فیض و کرم سے اس مسکین کو کتاب لکھنے
	کی سعادت نصیب ہوئی

تانا بخشہ خدائے بخشندہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

شہنشاہ ارض و سماء کے حضور

## نذرانہ عقیدت

بلغ	العلیٰ	بکمالہ	کشف	الدجی	بجمالہ
حسنت	جمع	خصالہ	صلو	علیہ	و آلہ

بلب مسیح شقائے او۔ بید کلیم عطائے او  
بسر خلیل عطائے او۔ ہمہ عالم است گدائے او

بلغ	العلیٰ	بکمالہ	کشف	الدجی	بجمالہ
حسنت	جمع	خصالہ	صلو	علیہ	و آلہ

ہمہ نوریاں بثنائے او۔ ہمہ عرشیاں بدعائے او  
ہمہ فرشیاں بولائے او۔ ہمہ فرش و عرش برائے او

بلغ	العلیٰ	بکمالہ	کشف	الدجی	بجمالہ
حسنت	جمع	خصالہ	صلو	علیہ	و آلہ

## اظہار تشکر

صحافتی دنیا میں محترم محمد الماس عباسی صاحب چیف ایڈیٹر روزنامہ ”اذکار“ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ میلاد کی محافل کا انتظام و انصرام کرنا ہو، یا مساجد و مدارس کے حوالے سے تعاون، ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ دین اور دینداروں سے محبت بالخصوص مسلک حقہ اہل سنت کے مشائخ و علماء سے ان کی عقیدت و احترام ان کی پہچان رہی ہے۔

میں موجودہ کتاب ”مناقب آل بیت رسول و شہادت جگر گوشہ بتول“ کی اشاعت کے سلسلہ میں محترم محمد الماس عباسی صاحب کے خصوصی تعاون پر تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ رب العزت سے ان کی درازی عمر، صحت اور کاروبار میں مزید ترقی کے لئے دعا گو ہوں۔

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار سے محبت اور عقیدت کے بدلے اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

(مصنف)





## مقدمہ

رشحات قلم۔ علامہ سید محمد اسحاق نقوی ایم اے۔ بی ایڈ۔

منظر آباد آزاد کشمیر

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله. وعلى آلك واصحابك يا حبيب  
الله

بادی النظر میں کسی بھی کتاب کا مصنف یا مولف اپنی تصنیف و تالیف کی خصوصیات بذات خود بیان نہیں کرتا اور نہ ہی اپنا تعارف خود کرواتا ہے اور نہ ہی وہ مناسب سمجھتا ہے تاہم تقریظ۔ دیباچہ، پیش لفظ، پیش گفتار اور مقدمہ وغیرہ چونکہ دوسروں کے قلم سے ہوتا اور اس میں بطور نمونہ مشتمل از خروار کتاب کی خصوصیات اور مصنف کا تعارف پیش کیا جاتا ہے تاکہ قارئین مطالعہ میں دلچسپی لیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ کتاب ایک بہترین ساتھی ہے اور زمانہ بہترین استاد ہے جس طرح دوست کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اچھی کتاب کے انتخاب میں بھی احتیاط درکار ہے جس طرح برے دوست کی دوستی نقصان دہ ہوتی ہے اسی طرح مخرب اخلاق کتب کا مطالعہ بھی قاری کے قلب و ذہن کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔

قارئین کرام! آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب مناقب آل بیت رسول و شہادت جگر گوشہ بتول نواسہ احمد مختار سیدنا امام حسین کے نام سے موسوم ہے اسکے مصنف محترم مولانا حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی ہیں جو تحصیل مری کی یونین کونسل پھگواڑی کے سکونت پذیر ہیں۔ (مناقب آل بیت رسول۔ و شہادت جگر گوشہ بتول)

مولانا صاحب علم و فضل میں فہم و فراست سے مزین اور بہترین کردار کے حامل ہیں۔ زندگی کی پچانوئیں بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ فی زمانہ پچانوے برس کی عمر بڑی طویل عمر ہے۔ اس عمر کا آدمی کا کوئی محنت طلب کام نہیں کر سکتا کیونکہ ضعف پیری سے اسکی کمر خمیدہ نظر

دھندلا، اعضا مضحل، اعصاب کمزور اور بدن سست پڑ جاتا ہے ہاتھ کا پنے لگتے ہیں اور حافظہ ساتھ چھوڑ جاتا ہے اور آدمی کی کیفیت یوں ہو جاتی ہے۔ لکیلا یعلم بعد علم شیاً۔ (النحل ۷۰) کہ وہ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں جان سکتا اگر بالغرض کسی معمر شخص میں یہ معارض نہ بھی ہوں تو بھی بڑھا پابذات خود ایک عارضہ ہوتا ہے اور اس عمر میں کسی بھی صاحب قرطاس و قلم کے لئے تصنیف و تالیف کا کام انجام دینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ لیکن بفضل تعالیٰ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ صاحب کا معاملہ اپنے ہمعصر علما اور دیگر اشخاص سے بالکل مختلف ہے موصوف اپنی رفتار میں، گفتار میں، اور روزمرہ کے معمولات میں حسب معمول مستعد و مستحکم رہتے ہیں مولانا کی فکر بلند، عزم مصمم، مطالعہ کتب، اخبار بنی اور لکھت پڑھت مولانا کا محبوب مشغلہ ہے۔

مولانا نے اپنی دائیں آنکھ میں نظر میں کمی محسوس کرتے ہوئے آپریشن کرایا تھا جوہ چند یہ آنکھ رو بہ صحت نہ ہو سکی اور اسکی بینائی بالکل سلب ہو گئی اب بائیں آنکھ ہی سے مطالعہ کا سلسلہ قائم ہے اس عمر اور اس کیفیت میں تقریباً ساڑھے چار سو صفحات کی کتاب بار بار لکھنا اور اس ضخیم کتاب بعنوان بالا مرتب کرنا کسی کرامت سے کم نہیں ہے۔ مولانا موصوف نے قبل ازیں عقائد کی درستگی، اعمال کی پختگی، کردار کی شگفتگی پر سات کتابیں تصنیف کی ہیں جو زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں ان کتب کی تفصیل اس کتاب کے آخر میں درج ہے۔

قارئین کے لئے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مولانا کے بیٹوں، پوتوں، پوتیوں اور پڑپوتیوں اور پڑپوتوں اور ان کے فروع کی تعداد مولانا کی عمر کے مساوی ہو چکی ہے۔ اور مولانا کا یہ سارا خاندان پھلے پھولے باغ کی طرح سرسبز و شاداب ہے جس کے بڑوں اور چھوٹوں میں علم و ادب، شرافت، تواضع، سادگی اور انکساری اور دینداری موجود ہے اللہ تعالیٰ مزید کرم فرمائے۔ جب مولانا سے اس فضل کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو ان کا جواب ہوتا ہے۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

میں اس کرم کے کہاں تھا قابل حضور کی بندہ پروری ہے

راقم نے مولانا موصوف کی کتاب کا قلمی مسودہ شروع سے آخر تک پڑھا ہے معلوم

ہوا کہ مولانا نے حب رسول ﷺ اور حب آل رسول ﷺ سے سرشار ہو کر یہ کتاب مرتب کی ہے اور اسکی بنیاد فرمان الہی اور فرمان رسالت مآب ﷺ پر رکھی گئی ہے۔

فرمان الہی۔ (۱) انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت

و تطہرکم تطہیراً۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی کو دور کر

دے۔ اور تمہیں پاک کر دے جیسا حق ہے پاک کرنا کا۔ (۲) قل لا اسئلكم علیہ اجرأ

الا المودة فی القربی۔ اے محبوب آپ فرمائیں میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا

مگر قرابت والوں کی محبت۔

حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ قرابت والوں سے مراد حضور ﷺ کی آل

بیت ہے نیز قرابت داروں سے مراد حضرت علی حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین ہیں۔

فرمان رسالت مآب ﷺ انی تارك فیکم الثقلین۔ کتاب اللہ و عترتی ما ان

تمسکم بہما لن تضلوا بعدی۔ میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا

ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اہل بیت۔ جب تک تم ان کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط رکھو گے

میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

نبی اکرم ﷺ کو اپنی فراست، بصیرت اور نور نبوت سے معلوم تھا کہ جس طرح

کتاب اللہ کے ساتھ میری سنت کی پیروی لوگوں کے لئے کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنے گی۔

اسی طرح کتاب اللہ کے ساتھ میری آل سے مضبوط تعلق میری امت کے لئے گمراہی سے

بچنے کا ذریعہ بنے گی کیونکہ میری آل میری نسبت سے اپنی سیرت و کردار اور علم و فضل سے

لوگوں کے لئے مینار نور اور مشعل راہ ثابت ہوگی اسی طرح کی دیگر احادیث مبارکہ جو پنچتن

پاک کے اس ارشاد کہ ”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اے اللہ جو حسین سے محبت

رکھے تو اس سے محبت رکھ۔“

مولانا نے حرز جان سمجھ کر جگر گوشہ بتول نو اسہ رسول سیدنا امام حسینؑ کو اپنا آئیڈیل بنا لیا اور ان کی پاکیزہ سیرت اور شہادتِ عظیمی جو ذبحِ عظیم کہلاتی ہے پر ایک یادگار کتاب مرتب کر کے حب دامن حسینؑ کی فہرست میں اپنا نام شامل کرا لیا انشاء اللہ عزیز اپنے آئیڈیل (محبوب ترین غنیمت کی سچی اور سچی محبت میں مولانا کی یہ کاوش، محسن محمود اور مقبول ہو گی اور مولانا کے لئے ذریعہ نجات اور وسیلہ بخشش ہوگی۔

سانحہ کر بلا اور شہادتِ امام عالی مقام پر متعدد کتب لکھی گئی ہیں جن کے مصنفین مولفین نے اپنی اپنی عقیدت کا اظہار اپنی اپنی محبت و بساط سے کیا ہے ان کتابوں کی شان بہر گل رارنگ و بوئے دیگر است ہے ان میں سے جس کسی نے امام عالی مقام کی سیرت کو موضوع بنایا اس نے شہادت کا اجمالی تذکرہ کیا اور جس نے شہادت کو موضوع بنایا اس نے سیرت کا سرسری تذکرہ کیا لیکن حافظ صاحب کی یہ کتاب بایں صورت اپنی مثال آپ ہے کہ اس میں امام عالی مقام کی سیرت کے تمام پہلو اور شہادت کے سارے واقعات تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں نیز امام عالی مقام کے برادر اکبر حضرت حسنؑ کی سیرت و شہادت والد ماجد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی سیرت و خلافت اور شہادت والدہ ماجدہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہراءؑ کی سیرت نانی صاحبہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کے حالات اور نانا جان حضرت آقاؑ کا اسوہ حسنہ کا اجمالی تذکرہ بھی کیا ہے مزید برآں امام عالی مقام کی دادی محترمہ فاطمہ بنت اسدؑ اور دادا محترم حضرت ابوطالب کا ذکر بھی کیا ہے۔

اہل بیت اطہار کے ساتھ مصنف کی والہانہ عقیدت تو بدرجہ اتم موجود ہے لیکن اس غایت کی درجے کی محبت میں نبی کریم کے جاں نثار صحابہ کو بھی فراموش نہیں کیا حسب موقعہ ان کا تذکرہ بھی احترام سے کیا ہے بالخصوص حضرت ابو بکرؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کے حالات و واقعات کو بھی تاریخ کے آئینے میں بیان کیا ہے۔

خلفائے راشدین کے بعد خلافت سے ملوکیت کی طرف سفر کا آغاز ہوا تو مسلمانوں کی قیادت

دو حصوں میں بٹ گئی سیاسی قیادت ان لوگوں کے ہاتھوں میں آ گئی جن کے شب و روز اپنے اقتدار کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی تدبیروں میں بسر ہونے لگے جو مسلمانوں کی گردنوں پر محض اس لئے سوار ہو گئے کہ ان کے پاس قبائلی عصیتوں، مکارانہ چالوں اور قوت و دولت کا سرمایہ وافر مقدار میں تھا وہ اپنے اقتدار کی شب تار یک کو طول دینے کے لئے سب کچھ کر گزرنے کی اہلیت رکھتے تھے جو کہ فریب، عیاری، مکاری، ترغیب و تحریص، جو روجفا، وحشت و بربریت ان کا معمول بن گیا تھا حتیٰ کہ ایمان فروشی بھی ان کے لیے فائدہ مند ہوتی تو اس سے بھی دریغ نہ کرتے۔

دوسری طرف وہ بزرگ تھے جن کا سرمایہ حیات خدا خونی، صبر و توکل، تسلیم و رضا، تقویٰ فقر و فاقہ، محاسبہ، تزکیہ نفس، امانت و دیانت، اعلائے کلمتہ الحق، قرآن و سنت کی پاکیزہ تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت، اہل اسلام کی سر بلندی، شعائر اسلام کا تحفظ، انسانوں کی اصلاح و خدمت ان کی زندگی کا مشن تھا اور وہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کرنے والے نہیں تھے اور وہ ان مقاصد جلیلہ کی تکمیل کے لئے سچے جذبوں اور والہانہ عشق سے سرشار تھے۔ ان ہی حالات میں خانوادہ اہل بیت اور مجانب اہل بیت پر مظالم ڈھائے گئے اور سانحہ کربلا پیش آیا۔ مصنف کتاب نے سانحہ کربلا کے اسباب و محرکات اور اسکے پس منظر میں بعض سر بستہ رازوں کو مستند و معتبر کتب سیر و تاریخ کے حوالوں سے طشت از بام کیا ہے اور اس سلسلہ میں جس نے جو کچھ کیا اور جس انداز سے کیا اسے من و عن بغیر کسی تردد کے ضبط تحریر میں لایا ہے۔

واقعہ قرطاس کے حوالے سے شیعہ حضرات نے جو اشکال پیدا کئے ہیں مولانا نے انہیں بڑے روشن استدلال سے دور کیا ہے اسی طرح بعض سنی علماء حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اقتدار میں حضور ﷺ کا نماز ادا کرنا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مولانا نے معتبر حوالوں سے اسے سچی لا حاصل قرار دیا ہے اور بڑے مدلل انداز میں اس شے کا ازالہ کیا ہے بایں ہمہ مولانا موصوف کی اس کتاب کے مطالعہ سے سنی اور شیعہ دونوں مکاتب فکر کے طلبہ، اساتذہ، آئمہ،

خطبا، واعظین اور دیگر قارئین بھی استفادہ کر سکیں گے۔ حافظ صاحب نے اس کتاب کی تیاری میں بیش بہا کتب، معروف تفاسیر، مشہور کتب احادیث، مستند کتب سیر، معتبر کتب تاریخ اور دیگر مقبول عام کتب سے استفادہ کیا ہے ان کی جامع فہرست مع اسماء مفسرین، محدثین، مفکرین، مورخین اور مولفین کتاب کے شروع میں درج ہے۔

عنوانات نے بڑی مشقت، عرق ایزی، جانفشانی، شب بیداری اور جہد مسلسل سے کام لیا ہے نیز عنوانات کی مناسبت سے موقع محل کے تحت حضرت سیدنا معین الدین چشتی اجمیری، حضرت شیخ سعدی شیرازی، حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب، گولڑوی، ابوالاثر حفیظ جالندھری، جوش ملیح آبادی، سیماب اکبر آبادی، مولانا ظفر علی خان مفکر ملت مصور پاکستان عاشق رسول، محبت اہل بیت علامہ اقبال کے اردو و فارسی کلام کا انتخاب اور دیگر شعراء کے اشعار شامل کر کے کتاب کے حسن و جمال کو دو بالا کر دیا ہے اور یقیناً اسے قارئین کی دلچسپی میں مزید اضافے کا باعث بنا دیا ہے یہ مولانا کے شوق مطالعہ اور ذوق استحسان کی روشن دلیل ہے۔

کتاب کے آخری صفحات پر محترم عرفان رضوی کا نذرانہ عقیدت اور منقبت بحضور جناب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم۔ منقبت بحضور سید الشہداء حضرت امام حسینؑ اور سلام عقیدت برائے شہیدان کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل کر کے حافظ صاحب نے اس خوبصورت کتاب کے اختتام کو خوب سے خوب تر بنا دیا ہے۔

اس کتاب کے عمیق مطالعہ سے قارئین کو تاریخ کے آئینے میں سانحہ کربلا کا حقیقی پس منظر معلوم ہو جائے گا فکری جلا ملے گی۔ علم و ادب میں اضافہ ہوگا۔ سطحی کتب و کیسٹ و دیگر مختلف عوامل سے پیدا شدہ ابہام و اشکال دور ہوگا۔ (انعام یافتہ طبقات، انبیاء صدیقین، شہداء و صالحین کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے ان کے مشن سے آگاہ ہونے اور ان کی راہ جو صراط مستقیم ہے کو اختیار کرنے اور اس پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ پنچتن پاک کی محبت پیدا ہوگی جو جزو ایمان ہے اور شہادتوں کے دردناک واقعات پڑھ کر شہیدان کربلا کے حضور سلام عقیدت اور

آنسوؤں کی سوغات پیش کرنے کی سعادت میسر آئے گی۔

مصنف کتاب قبلہ حافظ صاحب نے اپنی اس شاہکار تصنیف کا مقدمہ لکھنے کے لئے مجھ جیسے بے بضاعت کا انتخاب کیا ہے یہ ان کا حسن ظن ہے اللہ انہیں جزائے خیر دے مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ اس کتاب کے شایان شان جس قدر لکھنا چاہیے تھا نہ لکھ سکا۔

رب کریم بحق محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مولانا کی اس کتاب کو شہرت دوام اور مصنف کو رحمت دوام سے نوازے۔ اور اس کتاب کی نسبت سے میری ان سطور کو بھی قبول فرما کر میرے قلم میں سرعت، حافظے میں برکت، مطالعے میں رغبت، تحریر میں جدت اور وسائل میں وسعت، دارین میں عزت اور پنچتن پاک کی دائمی محبت میں استقامت بخشے اور قارئین کرام کو اسکے مطالعے کی برکات سے بہرہ ور فرمائے آمین الہی آمین۔

اللہم صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و عترتہ و صحبہ  
بعدد کل معلومات لک۔

خادم شرع مصطفوی سید محمد اسحاق نقوی

ایم اے، بی۔ ایڈ، فاضل اردو، فاضل عربی، فاضل تنظیم المدارس اہل سنت و فاضل  
مطالعہ اسلامک لا، فاضل صحافت، مدیر اعلیٰ ہفت روزہ قلم، مہتمم مدرسہ ابو تراب تعلیم القرآن و  
خطیب مرکزی جامع مسجد گوجر بانڈی، چناری ہٹیاں بالا، ضلع مظفر آباد۔ آزاد کشمیر  
۲۶ ستمبر ۲۰۰۵ مطابق الاشعبان المعظم ۱۴۲۶ھ بروز پیر۔

☆☆☆☆☆



## تعارف و تبصرہ

از قلم حضرت علامہ سید غلام یسین شاہ صاحب  
دھیر کوٹ۔ آزاد کشمیر

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمد و نصلی و سلم علی رسولہ الکریم . اما بعد فا عوذ بالله من الشیطان  
الرجیم بسم الله الرحمن الرحيم . ان الله وملائکته یصلون علی النبی . یا  
ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلمو تسلیما .

الصلوة والسلام علیک یا رسول الله وعلی آلک واصحابک یا حبیب الله .  
کتاب مسمی بہ مناقب آل بیت رسول۔ وشہادت جگر گوشہ بتول۔ مؤلفہ فاضل  
جلیل حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی مختلف مقامات سے ملاحظہ کی گئی  
ماشاء اللہ فاضل مصنف کی لیاقت اور علمی استعداد کے ساتھ ساتھ کتاب کے عنوانات اور اس کا  
مواد حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کی اہل بیت اطہار کی مودت و عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔  
آفتاب احمد دلیل آفتاب۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ مصنف کی کوشش کو قبول فرماتے ہوئے انہیں دارین کی سعادتیں  
عطا فرمائے۔ آمین!

قارئین کرام! واقعی ہی یہ دنیا دار الابلتلا ہے یہاں پر ایک کو آزما یا جاتا ہے جن کے  
مراتب جتنے بلند ہوتے ہیں ان کا امتحان اتنا ہی سخت ہوتا ہے انبیا کرام چونکہ خلیفۃ اللہ کے  
مقام پر فائز ہیں اس لئے نیابت الہی کا فریضہ ادا کرنے میں انہیں سخت امتحانات سے گذرنا  
پڑتا ہے اور انہیں انتہائی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اعلائے کلمتہ الحق اور احکامات خداوندی کے  
ابلاغ اور اس پر عمل کرانے کے لئے انبیا کرام اور ان کے جانشینوں اور متبعین کو بڑے بڑے

جانکاہ مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ حق و باطل کے اس معرکے میں اپنی جان کی بازی لگا کر حق کو سر بلند رکھتے ہیں اور شہید ہو کر ابدی زندگی چاہتے ہیں موت و حیات کا خالق انہیں پاک پاکیزہ اور ابدی زندگی کا مژدہ جانفزا سنا تا ہے۔ سچ ہے۔

زندہ ہوتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر

اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے دو سلسلے شروع فرمائے ایک انبیا کرام علیہم السلام کی زوات قدسیہ کو مبعوث فرمایا اور دوسرا اپنی طرف سے دین متین نازل فرمایا۔ یہ دین مقدس حتمی مرتبت حضور نبی کریم سید الانبیاء خاتم الانبیاء علیہ الحتیتہ و الشنا پر مکمل ہوا اب دین متین کی اشاعت و ترویج کی خاطر خود آنجناب علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل بیت اطہار نے بے شمار قربانیاں دیں اور مقدس شخصیات کی قربانیوں کے طفیل آج دین اسلام اپنی اصلی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

دنیا سے تشریف لے جاتے ہوئے حجۃ الوداع سے واپسی پر خم غدیر کے مقام پر تقریباً ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے مجمع میں آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ لوگو میں بھی ایک انسان ہوں ہو سکتا ہے اللہ کی طرف سے کوئی بلا نہ والا آئے اور میں جانے کے لیے تیار ہو جاؤں ہاں میں جاتے ہوئے تمہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے جا رہا ہوں میں تم میں دو بڑے مرتبہ والی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور دونوں مقام و مرتبہ میں ایک دوسرے سے بڑھ کے ہیں اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے ایک اللہ کی کتاب ہے اسمیں ہدایت اور نور ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے اب ہم دیکھتے ہیں کہ تم ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو۔ (ترمذی مشکوٰۃ)

جہاں تک اہل بیت کے فضائل و کمالات کا تعلق ہے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم

تطهیرا (الاحزاب) اللہ تعالیٰ کا ارادہ بھی یہی ہے کہ ہر طرح کی ناپاکی کو اہل بیت آپ سے دور کر دے اور آپ کو ایسا پاکیزہ رکھے جیسا پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ بکثرت روایات میں صراحت سے موجود ہے کہ اہل بیت سے مراد اہل بیت نبی یعنی حضرت علی حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین ہیں۔ رسول خدا علیہ التحیة و الشنا مسلسل امت کے سامنے آیت کریمہ کا مطلب بیان کرتے رہے۔ اور انکو بتاتے رہے تاکہ امت اس نور ہدایت کو اپنا چراغ راہ بنا کر چلے جیسا کہ فرمایا۔ نزلت هذه لایة فی خمسة. فی و علی و فاطمہ و حسن و حسین۔ (ترمذی شریف)

یعنی یہ آیت کریمہ پانچ افراد میرے علی فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر کشاف۔ درمنثور۔ ابن کثیر تفسیر کبیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا للمودة فی القربی (الشوریٰ) تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ من قرابتک الذین و جبت علیہا المودة قال علی و فاطمہ و حسن و حسین۔ یعنی اے اللہ کے رسول ارشاد فرمائیں کہ آپ کے یہ قرابت دار کون ہیں جنکی محبت ہم پر واجب ہے تو ارشاد فرمایا وہ حضرت علی فاطمہ اور حسن و حسین ہیں۔ (تفسیر کشاف۔ روح المعانی)

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے وقت کسی کام کے سلسلے میں رسول کریم صلی اللہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ باہر تشریف لائے آپ نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ اسکے نیچے کچھ ہے اپنی معروضات پیش کرنے کے بعد رخصت لینے سے قبل میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول۔ یہ کیا ہے۔ فکشفہ فاذا هو الحسن و الحسین آپ علیہ السلام نے چادر اتاری تو وہ حسن اور حسین علیہما السلام تھے آپ نے فرمایا۔ اسامہ۔ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی یا اللہ میں ان دونوں سے محبت

کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت کرے۔  
سبط پاکش ہم حسین ہم حسن۔ گوشوار عرش منی زوالمنن۔

اہل سنت و جماعت کے اکابرین ہمیشہ سے اہل بیت کی محبت اور ان کے ادب و احترام کو جزو ایمان سمجھتے رہے ہیں۔ چنانچہ خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اہل بیت کی محبت میں ہوئی۔ اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ تو اہلبیت کی محبت میں سرشار تھے فرماتے ہیں۔ لو کان رفضا حب آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافض۔ یعنی اگر آل محمد کی محبت کا نام رفض ہے تو تمام جن و انس اس بات پر گواہ ہیں کہ میں سب سے بڑا رافضی ہوں۔ نیز فرماتے ہیں۔ آل النبی زریقی وهو الیہ وسلیتی۔ از جو مجھما عظمی غدر بید المبینن صحفتی۔ آل بیت میری بخشش کا ذریعہ ہیں۔ اور آل بیت نبوی بارگاہ الہی تک رسائی کے لئے میرا وسیلہ ہیں اور ان کے وسیلہ سے امید رکھتا ہوں کہ کل قیامت کے دن میرے دائیں ہاتھ میں میرا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی آل بیت کے وسیلہ سے اس طرح دعا کرتے ہیں۔  
خدایا بحق بنی فاطمہ، کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ  
اگر دعوتم رد کنی و رقبول، من و دست و دامان آل رسول  
اور شب و روز آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے امت مسلمہ کا دعا مانگنا معمول ہے حضرت مولانا عبدالرحمن حاجی اپنی نیاز مندی کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

بصدق و صفا گشت بے چارہ جامی

غلام غلامان آل محمد

حضور نبی کریم نے بھی ارشاد فرمایا احبوا اللہ عایفد و کم من نعمۃ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں نعمتیں عطا فرمائیں ہیں۔ در حبونی لحب اللہ۔ اور میری اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے۔ جیسے بھی ہیں میری اہل بیت۔ ان سے تمہارا محبت کرنا میری محبت کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے امام احمد رضا خان بریلوی سپاس گزار ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ۔

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ سیدہ ام الفضل بنت حارث فرماتی ہیں کہ میں امام حسین کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو امام حسین کو آپ کی گود میں رکھ دیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے لگا تار آنسو بہ رہے ہیں تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ کو کس کو کس چیز نے رلا دیا ہے تو اس پر آپ نے مجھے فرمایا کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت شہید کرے گی۔ پھر جبریل نے مجھے اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹی دی۔

مشکوٰۃ شریف میں ہی ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میرے گھر میں حضرات حسن و حسین کھیل رہے تھے تو جبریل نے آ کر عرض کیا کہ آپ کے بعد آپ کے اس بیٹے کو آپ کی امت شہید کرے گی اور جبریل کا اشارہ حضرت امام حسین کی طرف تھا اور آپ کی خدمت میں تھوڑی سی مٹی پیش کی تو آپ نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کہ اس میں سے رنج و بلا کی بو آتی ہے اور مجھے بلا کر فرمایا کہ اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا یہ بیٹا شہید ہو جائے گا پھر میں نے اس مٹی کو پیشی میں بند کر رکھا۔

صواعق محرقہ میں ہے حضرت ابو عییدہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنو امیہ سے ہوگا اور اس کا نام یزید ہوگا۔ اور ابو درداء فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے پہلا وہ شخص جو میرے طریقہ کو بدلے گا وہ بنو امیہ سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جو اہل مدینہ کو ظلم سے خوفزدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے خوفزدہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن نہ اس کی فرضی عبادت قبول ہوگی اور نہ نفلی۔

## یزید کے ہم عصر صحابہ کرام و تابعین کا یزید کے متعلق بیان

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بیٹیوں، بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا تھا شراب پیتا اور نمازیں چھوڑتا تھا تاریخ الخلفاء، طبقات ابن سعد علامہ ابن جوزی، امام قرطبی اور امام طبرانی رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے بعد یزید نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد ابوسفیان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور اسے کہا کہ اہل مدینہ سے میری بیعت لے۔ اس نے مدینہ طیبہ آ کر وفد تیار کیا اور اس کو بغرض بیعت یزید کے پاس بھیجا یزید نے ان کے بدلے تحفے دیئے مگر بائیں ہمہ اس وفد کا بیان یزید کے متعلق یہ ہے پس جب وہ وفد واپس لوٹا تو انہوں نے یزید کی برائیاں ظاہر کیں اور کہا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں جس کا کوئی دین نہیں وہ شراب پیتا اور ظنورے بجاتا، گانے بجانے والے اس کے پاس بیٹھے رہتے ہیں اور وہ کتوں کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے ہم تمہارے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی۔

عبداللہ بن ابی عمرو ابن حفص مخزومی نے کہا اگرچہ یزید نے مجھے صلہ و انعام دیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ شخص دشمن خدا شرابی ہے اور میں اس کی بیعت سے اس طرح الگ ہوتا ہوں جس طرح اپنا یہ عمامہ اپنے سر سے الگ کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنا عمامہ سر سے الگ کر دیا ایک اور شخص نے کہا کہ میں اس کی بیعت سے اس طرح نکلتا ہوں جس طرح میں اپنی اس جوتی سے نکلتا ہوں پھر سب اس طرح کرنے لگے یہاں تک کہ عماموں اور جوتیوں کا ڈھیر لگ گیا۔ (وفاء الوفا باحوال دارالمصطفیٰ)

حضرت عمر منذر بن زبیر نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے کہا ہے بے شک یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں مگر اس کا یہ سلوک مجھے اس امر سے باز نہیں رکھ سکتا کہ میں

تمہیں اس کا حال نہ سناؤں خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور اس سے اس قدر نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔ (ابن اثیر) اور یہی وجہ ہے کہ اس کے ملعون ہونے پر علماء محدثین، مفسرین، متکلمین، محققین کا اتفاق ہے (روح المعانی)

عسیتم آیتہ۔ کی تفسیر میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے ان کے بیٹے نے کہا کہ قوم ہماری طرف منسوب کرتی ہے کہ ہم یزید کے دوست اور حمایتی ہیں آپ نے فرمایا اے بیٹا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے کیا وہ یزید کی دوستی کا دم بھر سکتا ہے اور میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت بھیجی ہے میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس جگہ اپنی کتاب میں یزید پر لعنت بھیجی ہے تو آپ نے فرمایا اپنے اس ارشاد میں فہل عسیتم الآیتہ۔ پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم حکمران بنا دیئے جاؤ تو زمین میں فساد برپا کرو اور قطع رحمی کرو اور ایسا کرنے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے بہرہ کر دیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اور اندھا کر دیا ہے ان کی آنکھوں کو۔ کہ کیا قتل سے بڑھ کر بھی کوئی فساد بڑا ہے۔

علم عقائد کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے کہ اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت امام حسین کے قتل پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تو اتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ ان کی تفصیل احاد ہیں تو اب ہم توقف نہیں کرتے اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے مددگاروں پر۔

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں رقمطراز ہیں۔ جس طرح علامہ سعد الدین تفتازانی نے نقل کیا ہے کہ بہت سے علمائے کرام نے یزید پر لعنت بھیجنے کا قول نقل کیا ہے کیونکہ وہ سیدنا امام حسین کے قتل سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اور سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے آپ کو قتل کیا اور جس نے آپ کے قتل کا حکم دیا اور جس سے آپ کو قتل کرنے کی معاونت کی اور جو اس قتل پر راضی ہو اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے اور حق یہ ہے کہ یزید امام حسین کے قتل سے راضی ہو اور اس پر وہ بہت خوش ہو اور اہل بیت کی اہانت کی یہ ایسی

باتیں ہیں جو یقیناً متواتر ہیں اگرچہ ان کی تفصیل احاد ہیں اور ہم اس کے بارے میں اور اس کے کفر کے بارے میں ذرا شک نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اس پر اور اس کے دوستوں پر اور اس کے مددگاروں پر لعنت بھیجے۔

علامہ ابن خلکان نے اپنی مشہور کتاب دنیۃ الاعوان جلد دوم میں ابوالحسن علی بن محمد المعروف بالکلیا الراسی جو عماد الدین کے لقب سے ملقب تھے کا فتویٰ نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے الکیا الراسی سے یزید کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ وہ صحابہ میں سے نہیں تھا۔ کیونکہ اس کی ولادت عہد فاروقی میں ہوئی اور اس پر لعنت بھیجنے میں سلف صالحین سے منقول ہے کہ اس بارے میں امام احمد بن حنبل کے دو قول ہیں تلوتح اور تصریح۔ یعنی کنایہ لعنت یا صراحتاً امام مالک کے بھی دو قول ہیں تلوتح اور تصریح اور امام ابوحنفیہ کے بھی دو قول ہیں تلوتح اور تصریح۔ اور ہمارا یعنی امام شافعی کا ایک ہی قول ہے یعنی تصریح۔ اس پر صراحتاً لعنت بھیجی جائے اور ایسے کیوں نہ کیا جائے کہ وہ شطرنج کھیلتا ہے لومڑیوں کے لئے شکار کرتا تھا ہمیشہ شراب پیتا تھا اور شراب ہی کی تعریف میں اس کے اشعار مشہور و معروف ہیں چنانچہ انہوں نے چند اشعار بھی لکھے ہیں گویا آئمہ اربعہ میں سے کوئی بھی یزید پر لعنت نہ بھیجنے کا قائل نہیں ہوتا فرق صرف صراحت اور کنایہ میں ہے۔

ہر دور میں باطل کے خلاف آواز بلند کرنا علماء حق کا شیوہ رہا ہے اور یہ بات مسلمہ ہے کہ علم شریعت کے ساتھ جن کو طریقت اور روحانیت کی دولت حاصل نہ ہو اس وقت تک بندہ اسلام کی چاشنی سے محروم رہتا ہے اور بزرگان دین اور علماء متقدمین کا اتفاق ہے کہ روحانیت کا مدار، حب آل بیت رسول ہے بغیر حب آل محمد ﷺ روحانیت کا سفر۔ اس خیال است و محال است و جنوں۔

فاضل مصنف کو اللہ تعالیٰ دارین میں اجر جزیل عطا فرمائے کہ انہوں نے اس فتنہ پروازی کے دور میں اہل بیت رسول ﷺ کی بارگاہ ناز میں اپنی عقیدت و محبت کا گرانقدر تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔



اللہ تعالیٰ ان کے دونوں جہان اچھے فرمائے۔ آمین!

صاحبزادہ سید غلام یسین شاہ بخاری صدر جماعت اہل سنت آزاد کشمیر  
 و صدر تنظیم المدارس آزاد کشمیر و بانی و مہتمم دارالعلوم رضویہ چشتیہ  
 دھیرکوٹ و خطیب جامع مسجد دھیرکوٹ ضلع باغ آزاد کشمیر  
 ۱۶ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ بمطابق ۱۷ جنوری ۲۰۰۶ بروز منگل



## روئے سخن

### از مصنف

اللہ رب العزت نے ابتدائے آفرینش سے حضرت انسان کو شرف انسانیت سے نواز کر ولقد کر منابنی آدم کا تاج فاخرہ عنایت فرمایا اور علم آدم الاسماء کلہا کے زیور علم سے ممتاز فرما کر مسجود ملائکہ ہونے کا شرف بخشا اس وقت سے لے کر آج تک حق و باطل اور خیر و شر کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو بھی خیر و شر کا مرکب بنایا ہے ملکوتی اور آفاقی قوتوں کے ساتھ شیطانی و طاغوتی عناصر بھی اس دنیا میں زور آزمائی کرتے رہے ہیں۔

حق و باطل کی قوتوں کا ایک رنگ یہ تھا کہ جو لوگ کھلم کھلا کافر تھے مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار رہے۔ مگر اس کا دوسرا رنگ یہ تھا کہ مسلمانی لبادہ اوڑھنے والے کچھ افراد یا گروہ قوت ایمانی کو کمزور کرنے اور دین اسلام میں رخنہ ڈالنے کی بھرپور جدوجہد کرتے رہے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں فتنہ رونما ہوا۔ منکرین زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیان نبوت کے پیروکار پیدا ہوئے اور پھر حضرت عمرؓ کی شہادت اسی فتنہ گری کی شاخسانہ تھی اور پھر حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت اور پھر حضرت امام حسینؓ جیسی شہادت کبریٰ اور واقعات اسی فتنہ گری کی مثالیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آخری امت کے لئے بھی یہی آزمائش رکھی جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل هو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعاً و یدیق بعضکم باس بعض (انعام ۶۵)

ارشاد ہوتا ہے پیارے محبوب فرمادیں کہ میرا رب اس بات پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے یعنی آسمان کی طرف سے بھیجے۔ آسمانوں سے زور کا مینہ برسا کر او لے برسا کر تند و تیز آندھی اور باد و باران سے پتھر برسا کر عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔

سیلاب سے زلزلہ سے عذاب دے۔ اور اللہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمہیں ایک دوسرے سے لڑا کر ایک دوسرے کا خون بہا کر عذاب دے۔ اس آیت کریمہ میں تین اختیارات کا ذکر فرمایا ہے جو امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حضرت رسول خدا ﷺ کو دیئے گئے اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی لکھتے ہیں۔

عمر بن دینار جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا اعدو ذبوجہ اللہ۔ پھر جب آخری ٹکڑا نازل ہوا او یلبسکم شیعاً و یذیق بعضکم باس بعض تو حضور نے فرمایا۔ ہاتان، اہون، یعنی پہلے دو طرح کے عذاب زیادہ سخت تھے اس لئے حضور ﷺ نے ان کی اللہ کی پناہ لی۔ اور تیسری ابتلا کی دونوں صورتیں نسبتاً ہلکی تھیں اس لئے اسے قبول کیا گیا۔ (جامع احکام القرآن۔ جلد صفحہ ۱۱)

امام قرطبی ہی بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے اسے معافی چاہی حضرت جبریل نازل ہوئے اور بشارت دی کہ پہلے دو طرح کے عذابوں سے نجات ہوئی اور جب تیسرے عذاب سے نجات کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلَمْ اَحْسِبِ النَّاسَ اَنْ يَتْرُكُوْا اَنْ يَقُوْلُوْا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔ یعنی تیرے آزمائش اس امت کے لئے لازم کر دی گئی یعنی تیرا رب اس بات پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے۔ آسمانی آفتوں سے یعنی۔ سیلاب وغیرہ سے یا زمینی زلزلوں سے یا تمہیں ایک دوسرے سے لڑا کر عذاب دے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے آزمائش رکھی اور آخری امت کے لئے بھی ابتلا اور آزمائش ہے کہ وہ فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کی ایذا رسانی کرتے رہیں۔ تمام فرقوں کے واقعات و حالات کتابوں میں محفوظ کر لئے گئے ہیں تاکہ آئندہ نسلیں ان سے ہوشیار اور خبر رہیں چنانچہ زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یوں تو اس موضوع پر بے شمار اور ان گنت کتابیں موجود ہیں ہر مصنف اور مو

85057

نے اپنی ذوق طبع اور استعداد کے مطابق خوب جولانیاں دکھائی ہیں لیکن ہر گل رارنگ بوئے دیگر است ہر قلم کار کا اپنا طریقہ کار اپنے ہی اسلوب بیان ہوتا ہے یہ دعویٰ قطعاً نہیں کہ اس کتاب میں کوئی کمی یا خامی نہیں رہنے دی لیکن کچھ گوشے ایسے بے نقاب کئے ہیں کہ آج تک کسی مورخ یا مصنف نے توجہ نہیں دی۔ شہیدان کربلا کا عنوان انتہائی نازک ترین عنوان ہے ایک طرف اہل بیت اطہار کا ادب و احترام ہے تو دوسری طرف ناموس صحابہ کا عنوان چکی کے دو پاٹوں سے صحیح سلامت نکلنا آسان کام نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تلوار کی دھار پر چلنا تو آسان ہے لیکن شہیدان کربلا کا عنوان لکھنا مشکل نہیں تو آسان بھی نہیں۔ اس مقام پر علمائے اہل سنت بھی تذبذب میں پڑ جاتے ہیں کسی کا میلان طبع ناموس صحابہ کی طرف مائل ہے اور کچھ محبت و احترام و ادب آل بیت اطہار کو ترجیح دیتے ہیں اس لئے اس عنوان کو قلمبند کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس لئے کہ آل بیت اطہار خلاصہ کائنات بھی ہیں اور جان کائنات بھی۔ ہادیان دنیا بھی ہیں اور رہنمایان عقبی بھی۔ ان کی

محبت کے بغیر ایمان اور عبادت نامکمل اور ان کی اطاعت کے بغیر زندگی بے معنی اور لاجاصل ہوتی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوا وہ پار ہو گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور پر دین کی تکمیل فرمائی اپنی تمام نعمتیں عطا فرما کر اس پر مہر تصدیق مثبت کر دی اور امام عالی مقام نے ایمان کی تکمیل بھی فرمائی اور شہادت عظمیٰ کی تکمیل بھی فرمائی جس کی ابتدا حضرت اسماعیلؑ سے ہوئی اور تکمیل سید الشہداء امام حسینؑ نے فرمائی۔ تکمیل ہو رہی ہے بذبح عظیم کی۔

اسی جذبے کے تحت دل سے آواز آئی۔ حافظ اٹھ۔ قلم سنبھال اپنی محبت کا عملی ثبوت دے۔ جان قربان نہیں کر سکتے شہیدوں کا مقام حاصل نہیں کر سکتے تو ان کے غلاموں

میں شامل ہو جاؤ داستان خونچکاں اور لرزہ خیز واقعات قلمبند کروان کی کشتی میں سوار ہو جاؤ تا کہ تیری دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی انہی کے سہارے اور ویلے سے تیرا بیڑا پار ہوگا۔  
(یقیناً)

اس کتاب سے نہ کوئی دنیاوی مقصد ہے اور نہ شہرت مقصود۔ اگر میری یہ کاوش امام الانبیاء اور ان کی آل بیت اطہار قبول فرمائیں تو میری دنیا بھی بے مثال اور آخرت میں کامیابی کا ضامن ہوگی۔ یہ اپنی طرف سے عقیدت کا اظہار ہے خوشنودی آل بیت اطہار۔ جن کے در کے ہم غلام ہیں یہاں تاجور بھی آتے ہیں اور گداگر بھی۔ سب اپنی اپنی جھولیاں بھر کر لے جاتے ہیں اس در سے خالی کوئی نہیں جاتا یہ سخیوں کا گھرانہ ہے یہاں اولیائے کاملین غوث ابدال علماء۔ فضلا اپنی گردنیں جھکاتے ہیں اور سب یہاں سے فیض حاصل کرتے ہیں۔  
میں بھی اس در کا گدا ہوں کہ جس میں۔ مانگتے تاجدار پھرتے ہیں۔

بہت ممکن ہے بلحاظ بشریت اور کم علمی میدان صحافت میں میرے قدم ڈگمگائے ہوں لیکن مجھے شاہ سواران علم و ادب اور مورخین قابل قدر سے امید ہے کہ وہ میری ان مشکلات میں ازراہ ہمدردی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

آخر میں میری اپنے مخدومان قوم اور قابل قدر مورخین سے گزارش ہے کہ میرے قلم سے جتنی بھی کوتاہیاں اور خامیاں نظر آئیں تو ازراہ کرم بجائے طعن و تشنیع کے مطلع فرما کر مشکور فرمادیں تاکہ آئندہ ان کی درستگی کی جاسکے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ جب تک یہ کاغذی صفحات اور ان درخشندہ ستاروں کا نام روشن رہے گا ان کے ساتھ مصنف کا نام بھی مدت تک زندہ و تابندہ رہے گا۔ راقم مرنے کے بعد قبر کے کسی گوشے میں آسودہ خاک ہوگا لیکن اس کے ہاتھ کی جنبش نے جو گلکاریاں کی ہوں گی ان کی بہار سدا قائم و دائم رہے گی انشاء اللہ۔

یلوح الخط فی قرطاس دھرا۔ و کاتبہ رمیم فی التراب۔

آخر سعدی شیرازی کے دعائیہ کلمات پر ختم کرتا ہوں۔

خدایا بحق بنی فاطمہ  
 کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ  
 اگر دعوتم رد کنی ور قبول  
 من و دست و دامان آل رسول

وما توفیقی الا با اللہ. علیہ توکلت و الیہ انیب

حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الہاشمی  
 پھگواڑی، مری



## تیرا وجود الکتاب

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب  
 گنبد آگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب  
 عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ  
 ذرہ ریگ کر دیا تو نے طلوع آفتاب  
 شوکت سنجر و سلیم تیرے حلال کی نمود  
 فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب  
 شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام  
 میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب  
 تیری نگاہ ناز سے دو نوں مراد پا گئے  
 عقل غیاث و جستجو عشق حضور اضطراب

اقبال علیہ رحمۃ



حضرت آدم علیہ السلام

تا وصال سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

آزمائشوں کا دور

گزارش و سما کی محفل میں لولاک کا شور نہ ہو  
یہ نور نہ ہو سیاروں میں یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حضرت آدم علیہ السلام پر آزمائش

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين سيدنا و  
مولانا محمد وعلى آله الطيبين الطاهرين وعلى اصحابه المقربين وعلى  
اولياء امته اجمعين. اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم

الم . احسب الناس ان تيركو ان يقولو آمنا . وهم لا يفتنون . ولقد فتنا الذين  
من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقو ويعلمن الكاذبين . (العنكبوت - ۱-۲)  
کیا گمان کرتے ہیں لوگ کہ ہم انہیں چھوڑ دیں کہ وہ ایمان لائیں اور ہم انہیں نہ آزمائیں اس  
سے پہلے بھی ہم نے لوگوں کو آزمایا سو ہم نے جان لیا کہ کون سچے ہیں (جو ہماری آزمائش میں  
پورے اترتے ہیں) اور کون لوگ ہیں جو اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں اور ہماری آزمائش میں  
ناکام رہے۔

انسان کو کیا پیدا کیا جملہ مصائب وابتلا کے لئے وقف کر دیا گیا ابھی آدم صلی اللہ علیہ وسلم  
عدم سے منصف شہود میں نہ آئے تھے کہ زبان ملائکہ کے طعن سے مجروح ہوئے فساد و خوریزی کا  
ارتکاب انہیں کے سر تھوپا گیا مگر انی اعلم مالا تعلمون کی آواز نے انہیں خاموش کر دیا حتیٰ کہ آدم  
صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قضا و جود میں آیا لیکن تنہائی ایسی نہ کوئی اپنی جنس نہ ساتھی۔ حور و غلمان موجود،  
فرشتے صف بستہ حاضر، لیکن وہ نوری اور یہ خاکی۔ کیا نسبت۔ دعا کی الہی میرا ساتھی میری  
جنس سے ہی مجھے عنایت فرما۔ دعا قبول ہوئی نیند سے بیدار ہوئے تو سامنے حضرت حوا نظر  
آئیں۔ دربار احدیت سے زینت بخش عالم ہوئیں۔ حضرت حوا کی وہ جوانی اور خوبصورتی اور  
جو بن جنیں دیکھ کر حوریں بھی شرما گئیں۔ سرندامت سے جھک گئے پھر رہائش اور سکونت جنت  
میں ملی۔ حکم ہوتا ہے یہ تمہاری زوجہ ہے یہ تمہاری رفیقہ حیات ہے تم اس سے اور وہ تم سے سکون

حاصل کر و جنس نے جنس کے ساتھ کشش کی حوا کو ہاتھ لگایا تو حکم ہوتا ہے۔ نہیں، نہیں۔ ابھی نکاح ہونا باقی ہے نکاح کیسے ہوا نہ کوئی آدم اور نہ کوئی آدم زار۔ چنانچہ صاحب معارج النبوة لکھتے ہیں۔

آدم علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے دریافت کیا یارب! ما هذا احسن الجمیل الذی آنستنی بقربہ۔ اے رب یہ کیسا حسن ہے جس کو تو نے میرے لئے پیدا فرمایا اور مانوس کیا رب العالمین نے فرمایا۔ یہ میری بندی ہے اور تم بھی میرے بندے ہو تمہارا نام آدم اس لئے رکھا گیا کہ تمہاری خلقت ادیم زمین سے ہوئی اور اس کا نام حوا رکھا گیا ہے۔ یہ سن کر آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ یارب! فقد رق بها قلبی بہا حتی کانہا عسالتہ کبدی فما ہی یارب۔ میرا دل اس کی جانب اس طرح مائل ہے گویا یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے یہ بات کیا ہے۔ رب کریم نے فرمایا اس کو تمہارے ذہنی سکون و اطمینان کے لئے پیدا کیا اب تم باقاعدہ اس کی طلب کرو۔ تاکہ میں تم پر مہربانی کروں آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ تیری بارگاہ سے اس کی طلب کرتا ہوں۔ لک الحمد ولک الشکر۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے جواہرات سے مرصع کرسی بچھانے کا حکم دیا جس پر آدم علیہ السلام کو بٹھایا گیا تمام ملائکہ نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب رسمی طور پر حوا کو طلب کرو۔ آدم علیہ السلام نے رسمی طور پر ان سے شادی کو کہا حق تعالیٰ نے اس طلب کو قبول فرمایا اور حوا کو آدم کی زوجیت میں دے دیا گیا اور اس عقد کو اپنی حمد و ثنا سے مزین فرمایا نبی آخر الزمان کے نام نامی کا ذکر اس عقد کا مہر قرار دے دیا گیا اس عقد آدم و حوا علیہ السلام پر مقرب فرشتے گواہ ہوئے اور مبارکباد بھی سلام ہدایا اور تخت بارگاہ الہی کے تحیات پیش و نچھاور ہوئے اور باری تعالیٰ نے اپنی خودی سے خطبہ پڑھایا۔ خطبہ کے الفاظ یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد ثناء ی وانکبیر ائی والعظمتہ اوزائی والنخلق کلہم عبدی وامائی

و محمد حبیبی و رسولی انی قد زوحت الاشیاء لیذفو به علی و قد النبیبی  
 ، اشهد و ملائکتی و سکان سموتی و حملہ العرشی انی قد زوحت امتی  
 جو ابدیع فطرتی و صنع قدرتی آدم علیہ اسلام بصدیق تسبیحی ، تصلیلی  
 و تنزیہی و تقدیسی وہی شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و حدہ لا شریک لہ یا آدم  
 و یا حو التکنا جنتی و کلا من تمرتی و لا تقربا شجرتی و اسلام عنکما  
 و رحمتی .

پھر حکم ہوتا ہے۔ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة و کلا منها رغدا  
 حیث شئتما و لا تقربا هذه الشجرة۔ کی بشارت نے ساکنان جنت کو ہر قسم کی نعمتیں  
 کھانے پینے کی اجازت دے دی لیکن و لا تقربا هذه الشجرة نے اس درخت کے  
 نزدیک جانے یا کھانے سے منع کر دیا گیا۔ وہ کون سا درخت تھا جس کے نزدیک جانے یا  
 کھانے سے منع کر دیا گیا مفسرین نے اپنی ذوق طبع کے مطابق خوب جولانیاں دکھائی ہیں کسی  
 نے گندم کا درخت لکھا کسی نے انجیر اور انگور کا لکھا لیکن کسی حتمی نتیجہ تک نہ پہنچ سکے۔ حالانکہ  
 الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں نہ گندم کا درخت مراد ہے اور نہ ہی انجیر اور انگور کا۔ بلکہ ہذہ  
 کی ضمیر یہ ظاہر کر رہی ہے کہ درخت بہت قریب تھا علمائے کرام صرف روایات پر ہی انحصار  
 کرتے ہیں خود تحقیق کی تکلیف گوارا نہیں کرتے یہ نہ جان سکے کہ انسان کو بھی درخت سے  
 تشبیہ دی جاسکتی ہے اس سے مراد حوا ہیں۔ شجرة۔ کی ”ة“ تانیث کو ظاہر کرتی ہے دوسری جگہ  
 ارشاد ہوتا ہے فلما ذاقا الشجرة۔ میں جب دونوں نے مزہ چکھ لیا۔ حکم تو یہ تھا کہ اے آدم  
 و حوا آپ جنت میں رہ کر ہر نعمت سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن خبردار آپس میں قربت  
 (مباشرت) نہ کرنا کیونکہ یہ جنت ہے اور جنت میں ان باتوں کی اجازت نہیں۔

اب شیطان لعین کو موقع مل گیا وہ اسی موقعہ کا منتظر تھا وہ اپنی بے عزتی کو کب  
 برداشت کرنے والا تھا اس کو موقع مل گیا اس نے خدا کو بھی چیلنج کر رکھا تھا مجھے تیری ہی عزت و  
 جلال کی قسم جس آدم کی وجہ سے تو نے مجھے جنت سے نکالا اسے بھی جنت سے نکال کر دم لوں گا

چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس خضر صورت بن کر آیا اور خدا کی قسمیں کھانے لگا کہ میں تمہاری بھلائی کی بات کر رہا ہوں اگر آپ نے جنت میں رہنا ہے تو یہ کام کر گزرو۔ آدم اور حوا ابلیس لعین کی جھوٹی قسموں کے فریب میں آگئے اور وہ کام کر دیا جس کی ممانعت تھی اب وہ ننگے ہو گئے جنت کا جو لباس تھا وہ اتر گیا اور آپس میں شرمانے لگے جنت کے درخت کے پتوں سے اپنے ستر چھپانے لگے مگر شیطان کا مقصد پورا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے پکار کر کہا کہ اے آدم میں نے تمہیں اس کام سے منع نہیں کیا تھا کہ تم اس درخت (زوجہ) کے قریب نہ جانا قربت نہ کرنا یہ بھی کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس سے بچ کر رہنا۔ پھر آدم علیہ السلام شرمندگی کے ساتھ پکارا ٹھتے ہیں کہ اے رب کریم ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ و استغفار کے بعد فرمایا کہ تم دونوں جنت سے نکل جاؤ۔ ان کے ساتھ شیطان اور ان کے معاونین کو بھی نکل جانے کا حکم دیا۔ پہلے لفظ اہبط آیا ہے یعنی تم دونوں اتر جاؤ۔ زمین پر چلے جاؤ ان کے ساتھ معاونین کو بھی نکل جانے کا حکم دیا۔ اہبطو۔ سب اتر جاؤ۔ جنت میں تمہاری جگہ نہیں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو بقول مفسرین سراندیپ میں اتارا گیا اور حوا کو جدہ میں۔ پھر اپنے اپنے کئے پر نادم ہوئے اور شرمندہ ہو کر مدتوں روتے رہے توبہ و گریہ زاری کرتے رہے پھر جب اللہ نے چاہا تو بوسیلہ میرے <sup>مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم</sup> دعا قبول ہوئی گناہ بخشے گئے اور ان کی پھر ملاقات ہوئی پھر زندگی کا نظام چل پڑا اور مشیت ایزدی بھی یہی تھی نائب (خلیفہ) زمین کے لئے بنائے گئے تھے انی جاعل فی الارض خلیفہ کا مقصد پورا ہو گیا یعنی پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا آپ بہت بڑی آزمائش سے آزمائے گئے آپ اس آزمائش میں پورے اترے اور سرخرو کامیاب ہوئے۔



## حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام صرف ایک آزمائش سے دوچار ہوئے اور انہیں کئی سو سال تک اس کی قیمت دینی پڑی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیا کرام کا جدِ اعلیٰ بننا تھا اس لئے ان پر آزمائشیں بھی زیادہ آئیں۔

### پہلی آزمائش نارِ نمرود

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا، نمرود سے مناظرہ و مجادلہ، جب نمرود کی کوئی بھی حکمت عملی کام نہ آئی تو سختی پر اتر آیا۔ آگ کا الاؤ کئی دن تک تیار ہوتا رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا فرشتے حیران ہیں۔ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے بے خطر کوڈ پڑا آتش نمرود میں عشق، اس عشقِ حقیقی کو فرشتے کیا سمجھیں پھر فرشتوں کے دستے جوق در جوق مدد کو آتے ہیں کوئی پانی پر معمور فرشتہ آ رہا ہے کوئی ہوا پر معمور فرشتہ اپنا تعاون پیش کر رہا ہے کوئی فرشتہ بجلی پر معمور ہے ہر ایک کی خواہش ہے کہ میں اس جلیل القدر پیغمبر کی مدد کروں پھر فرشتوں کا سردار آتا ہے کہتا ہے اے ابراہیم خلیل اللہ آپ حکم کریں تو اس آگ کو ایک پھونک سے بجھا کر رکھ دوں اور اس سرزمین کو زیر و زبر کر دوں ابراہیم علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ تم کس کے حکم سے آئے ہو فرشتے جواب دیتے ہیں ہم اپنی طرف سے حق و فاداری نبھانے آئے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام جواب دیتے ہیں پھر مجھے تمہاری ضرورت نہیں میرے لئے اللہ کافی ہے واہ رے ابراہیم خلیل اللہ تیری ہمت اور استقامت پر قربان، تیری اولوالعزمی پر فدا، اللہ تعالیٰ بھی یہی آزمانا چاہتا ہے کہ میرا خلیل کتنی ہمت اور استقامت رکھتا ہے جب ہر طرف سے ابراہیم علیہ السلام نے مدد لینے سے انکار کر دیا تو دریائے رحمت جوش میں آیا۔ رب کائنات آگ کو حکم دیتے ہیں یا نار کونی بردا و سلاماً علیٰ ابراہیم۔ (الانبیاء۔ ۶۹)

اے آگ میرے خلیل کو کسی قسم کی تکلیف ہرگز نہ پہنچے، ٹھنڈی ہو جا، گل گلزار ہو جا آگ ٹھنڈی

ہوگئی۔ ابراہیم خلیل اللہ ہنستے مسکراتے آگ سے باہر نکل آئے پھر رب کائنات نے نمرود سے انتقام لینا شروع کیا اللہ تعالیٰ نے نمرود کی قوم پر ایسا عذاب نازل کیا کہ اس کی قوم پر چھڑوں کی یلغار بھیج دی تمام لشکر تباہ ہو گیا اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے ایک چھڑ نمرود کے دماغ میں داخل کر دیا اب اس کا عذاب شروع ہو گیا اس چھڑ نے بناوٹی خدا کو اتنا تنگ کیا کہ لوہے کے ہتھوڑوں اور جوتوں سے اپنے سر کو پٹواتا تھا چار سو سال تک اس کو یہ سزا ملتی رہی آخر اسی سزا سے وہ واصل جہنم ہوا (1)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلی آزمائش میں کامیاب اور کامران ہو کر سرخرو ہو جاتے ہیں۔

### حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دوسری آزمائش

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال کے قریب ہوگئی ہے اولاد سے محروم ہیں دعا کرتے ہیں الہی مجھے نیک اولاد سے نواز۔ دعا قبول ہوئی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے رب العالمین نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ آپ ابھی شیر خوار تھے کہ آزمائش کا وقت آ گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اے ابراہیم اپنے اس اکلوتے اور پیارے فرزند کو ایک بیابان اور چٹیل میدان میں چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ اور اپنی پیاری رفیقہ حیات کو لے کر چل پڑے زادراہ کے لئے کچھ خور و نوش کا سامان لیا اور ایک چھاگل پانی کی لی۔ سفر اختیار کیا آخر وہاں پہنچے جہاں آج مکہ المکرمہ ہے۔ حکم ہوتا ہے یہاں ہی بیوی اور بچے کو چھوڑو اور خود تشریف لے جائیں آپ بیوی اور بچے سے رخصت ہوتے ہیں تو بیوی دامن پکڑ کر سوال کرتی ہے کہ اے میرے سرتاج ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں تو حضرت خلیل اللہ فرماتے ہیں۔

کہ میرے مالک اور خالق کائنات کا یہی حکم ہے حضرت ہاجرہ خاتون اللہ کی رضا پر راضی ہو جاتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں دو نفل ادا کئے پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔

(ابراہیم ۲۷)

حفیظ جالندھری نے یہ نقشہ یوں پیش کیا۔  
یہ وادی جو بظاہر ساری دنیا سے نرالی تھی  
یہی اک روز دین حق کا مرکز بننے والی تھی  
یہ وادی جس میں سبزہ تھا نہ پانی تھا نہ سایہ تھا  
اسی کی جستجو کرنے کو ابراہیم آیا تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعاما نگتے ہیں

کہ اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں  
میں بیوی اور بچے کو یہیں آباد کرتا ہوں  
اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے  
اسی بے برگ و سامانی کو شان صد بہاراں دے  
اسی وادی میں تیرا ہادی موعود ہو پیدا  
کرے جو فطرت اسلام کو تیرے نام پر شیدا  
بشارت تیری سچی ہے تیرا وعدہ بھی سچا ہے  
بس تو ہی محافظ ہے یہ بیوی ہے یہ بچہ ہے  
جناب ہاجرہ بیٹھی تھیں اس وادی محشر میں  
سنجھالے طفل عالی شان کو آغوش الفت میں  
یہاں صحرا ہی صحرا تھا چٹانیں ہی چٹانیں تھیں  
جناب ہاجرہ یا ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں  
نہ دانہ تھا نہ پانی تھا بھروسہ تھا فقط رب پر

بڑھی جب دھوپ کی گرمی تو جان آنے لگی لب پر  
 صفا و مروہ پر ہر سو تلاش آب میں دوڑیں  
 بلند و پست ہو کر شے نایاب کو دوڑیں  
 کبھی اس سمت جاتی تھیں کبھی اس سمت جاتی تھیں  
 خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں  
 تڑپتے دیکھ کر بچے کو بڑھ جاتی تھی بے تاب  
 ٹپک پڑتی تھی اشک یاس سے پانی کی بے تاب  
 بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے  
 جدھر اٹھتی تھی نظر جھلسے ہوئے ٹیلے نظر آئے  
 یوں ہی بس سات بار آئی گئیں پانی نہیں پایا  
 چٹانیں سرخ پائیں دشت شعلہ آفریں پایا  
 قیامت کی گھڑی تھی پڑ گئے تھے پاؤں میں چھالے  
 جلی جاتی تھی آنکھیں آب میں بچے کے دل ڈالے  
 دل نے سنی آواز ننھے کی بلکنے اور رونے کی  
 تڑپ اٹھیں کہ ساعت آ گئی ہے جان کھونے کی  
 پلٹ آئی تو دیکھا دور سے ننھا تڑپتا ہے  
 کہ جس پتھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے  
 رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچے کو  
 پکارا کانپ کر ہاجرہ نے اللہ سچے کو  
 قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبریل کو پایا  
 انگوٹھا چوستے سائے میں اسماعیل کو پایا  
 کھٹک کر رہ گئیں اک اور نظارہ نظر آیا



قریب پائے اسماعیل فوارہ نظر آیا  
 جہاں پر ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں یہ نا چاری  
 ہوا تھا چشمہ آب سرد شیریں کا وہاں جاری  
 اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوسری آزمائش میں بھی پوری طرح مستقل مزاج پایا۔

### حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تیسری آزمائش

حضرت ابراہیم علیہ السلام محو استراحت ہیں۔ خواب سے بیدار ہوتے ہیں تو اپنے فرزند دلہند  
 حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فرماتے ہیں۔ اے جان پدر۔ آج رات میں نے عجیب خواب  
 دیکھا ہے۔ انی اری فی المنام انی اذبحک فا انظر ماذا تری۔ (1)

حفیظ جالندھری نے اس نقشہ کو یوں پیش کیا ہے۔

پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے  
 کتاب زندگی میں اک نرالا باب دیکھا ہے  
 یہ دیکھا ہے کہ میں خود تجھ کو ذبح کرتا ہوں  
 خدا کے نام پر تیرے لہو سے ہاتھ بھرتا ہوں  
 سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر  
 زمین و آسمان حیراں تھے اس طاعت گزار پر  
 کہا فرزند نے اے باپ اسماعیل حاضر ہے۔  
 خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے  
 پچھاڑا اور گھٹنا سینہ معصوم پر رکھا  
 چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ حلقوم پر رکھا

زمیں سہی پڑی تھی آسماں ساکن تھا بے چارہ  
 نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ  
 مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا  
 کہ اسماعیل کا ایک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

حکم ہوتا ہے۔ ونا دیناہ یا ابراہیم قد صدقت الرویا۔ انا کذا لک تجری  
 المحسنین۔ (1)

اللہ تعالیٰ نے پکار کر فرمایا اے ابراہیم کہ تو نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم ایسے لوگوں کو  
 بہت اچھی جزا دیتے ہیں اس لئے کہ ان هذا لہو البلاء المبین۔ ابراہیم یہ بہت بڑی  
 آزمائش تھی جس پر تم پورے اترے ہو۔ ہم نے اسماعیل کے بدلے جنت سے دنبہ برائے  
 قربانی بھیج دیا ہے تم دونوں کا جذبہ ایثار و قربانی پسند آیا۔ پھر بانی جاعلک للناس اماماً۔  
 ہم اس کے بدلے آپ کو تمام جہانوں کے انسانوں کے لئے پیشوا اور امام بنایا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اس پیشوائی اور امامت کے لئے اپنی اولاد اور ذریت کی سفارش  
 کرتے ہیں۔ قال ومن ذریتی۔ قال لاینال عہد الظالمین۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں  
 تیری اولاد اور ذریت سے جو تیرا راستہ چھوڑ دے گا وہ اس پیشوائی کا اہل نہیں ہوگا اور اس  
 پیشوائی سے محروم رہے گا ان کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ فضیلت بخشی کہ تمام انبیائے کرام کے جدا علی  
 کہلائے اور قیامت تک نماز میں حضور علیہ السلام کے درود کے ساتھ آپ پر بھی صلوة و تحیت  
 کے نذرانے پیش ہوتے رہیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم نہیں ہوا تھا بلکہ  
 آپ نے خواب پر عمل کیا اس قربانی کو دیکھ کر فرشتے بھی حیرت میں آگئے تھے اس خونی منظر کو  
 دیکھ کر حوران بہشتی جنت کے جھروکوں سے اس بے نیازی کا مشاہدہ کر رہی تھیں اور محو حیرت  
 میں آ کر فرشتے بھی جناب باری میں عرض کر رہے تھے کہ ابراہیم تیرا صابر بندہ تیری رضا میں

سر تسلیم کر گیا۔ آگ میں کود گئے اب اپنے نونہال گلشن نبوت کو تیری رضا جوئی میں اپنے ہاتھوں  
 بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ فرشتو! تمہیں عشق و محبت کا کیا علم۔ تمہارا  
 کام صرف تسبیح اور تہلیل ہے اسی لئے میں نے کہا تھا انی اعلم مالا تعلمون۔ فرشتے یہ سن  
 کر ساکت ہو گئے۔



## حضرت ایوب علیہ السلام پر کڑی آزمائش

حضرت ایوب علیہ السلام بھی مصائب و آلام برداشت کر کے مدارج عالیہ پر فائز ہوئے۔ حقیقت ہے کہ دردِ محبت کے بغیر دوائے وصلِ محبوب نہیں مل سکتی یہ وہی ایوب ہیں کہ پیغمبری کے علاوہ آرام و آسائش دنیوی میں بلند مقام رکھتے تھے کہ متواتر چالیس سال ناز و نعم میں رہے بارہ فرزندِ دلہند چار سو غلام کوئی بکریوں کے ریوڑ پر مامور ہے کوئی اونٹوں کی قطار در قطار کا محافظ ہے چالیس باغ ہیں۔ میوہ دار درختوں سے آراستہ بے شمار کنیریں اور چار بیویاں خدمت گار موجود ہیں

ایک دن جبریل حاضر ہوئے اور فرمایا مدت گزر گئی آپ ناز و نعم میں زندگی گزار رہے ہیں اب حکم الہی ہے آپ کو بلا اور مصیبت میں مبتلا کیا جائے یہ نعمتیں چھین لی جائیں کیا آپ پھر بھی اس کی اسی طرح عبادت کریں گے آپ نے فرمایا کہ رضائے مولا از ہمہ اولیٰ کوئی فکر نہیں ہے جبریل یہ جواب سن کر واپس ہو گئے ایک روز شام کی نماز سے فرصت پا کر محراب کی طرف پشت کئے تشریف فرما تھے اور وعظ و نصیحت فرما رہے تھے کہ چیخ و پکار کی آواز بلند ہوئی آپ حیران ہوئے اتنے میں ایک غلام آیا اور رو کر کہنے لگا کہ حضور دریا میں طغیانی آئی اور دریا تمام بکریوں کو بہا کر لے گیا ابھی آپ جواب نہ دینے پائے تھے کہ دوسرا غلام آیا اور رو کر کہا کہ اچانک بادِ سموم نے تمام اونٹ ہلاک کر دیئے یہ سن ہی رہے تھے کہ محافظان باغ چیختے اور کپڑے پھاڑتے ہوئے کہ حضور ابھی بجلی گری اور تمام درختوں اور باغ کو جلا گئی آپ یہ سب واقعات نہایت اطمینان سے سنتے رہے اور زبان مبارک پر تسبیح و تحلیل جاری کرتے رہے اتنے میں صاحبزادگان کا اتالیق سینہ کوٹتا ہوا آیا اور چیخ مار کر پکارا کہ اے پیغمبر خدا۔ صاحبزادے جو مہمانی میں گئے ہوئے تھے اچانک صاحب خانہ کے مکان کی چھت گری اس میں سب دب گئے کچھ کھا رہے تھے کچھ پی رہے تھے یہ سن کر حضرت ایوبؑ کچھ مضطرب

ہوئے مگر فی الفور سجدے میں گر گئے اور ہمت کر کے فرمایا کچھ پروا نہیں اگر محبوب حقیقی کی محبت دل میں ہے تو سب کچھ ہے۔

جب مال و منال کا یہ حشر ہو چکا انواع و اقسام اور مختلف قسم کی بلائیں اور آفات آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہوئیں حدیث میں ہے کہ چار ہزار کیڑے آپ کے جسم میں پیدا ہوئے وہ اعضاء مبارک کو کھاتے رہے آپ کی چار زوجہ محترمہ تھیں سوائے ایک کے سب ساتھ چھوڑ گئیں وہی خدمت کرتی ہاتھ پاؤں دھلاتی ادھر ادھر سے کھانا مانگ کر لاتی موقع ملتا تو مزدوری بھی کرتی اہل شہر آپ کو بیروں شہر چھوڑ گئے۔ کہ سارے شہر میں و باء نہ پھیل جائے آپ زمین شام میں عہدہ نبوت پر فائز تھے آپ کا شجرہ نسب حضرت اسحاقؑ سے ملتا ہے جو اس طرح ہے۔ ایوب بن لوص بن عیص بن اسحاقؑ آپ کے ساتھ ایک ہی بیوی رحمت تھی آپ اس حال میں کتنے سال گرفتار رہے مختلف روایات کے مطابق تیس سال گزارے کیڑوں کی تکلیف اور اولاد کا صدمہ ناقابل برداشت ہو گیا آپ کے وجود میں سوائے ہڈی کے کیڑوں نے کچھ نہیں رہنے دیا اب کیڑوں کو غذا نہ ملنے کی وجہ سے ایک دوسرے کو کھانے لگ گئے اب صرف دو کیڑے رہ گئے ایک نے دل پر حملہ کیا اور دوسرے نے زبان پر۔ اس وقت حضرت ایوب برداشت نہ کر سکے عرض کی میرے مالک تیری یاد کے لئے دو چیزیں رہ گئیں تھیں اگر یہ بھی ضائع ہو گئیں تو تجھے کس طرح یاد کیا جائے گا تو فوراً پکارا ٹھے انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب (ص ۴۴ تا ۴۱) دوسری جگہ دعا کے یہ الفاظ ہیں انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین (الانبیاء ۸۳) اے اللہ مجھے شیطان کی طرف سے یہ مصیبت پہنچی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے مجھے اس مصیبت میں مبتلا کیا عرض کی الہی مجھ پر رحم فرما تو ارحم الراحمین ہے اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آیا تو فرمایا۔ اذکض برجلک هذا مغتسل بار دو شراب۔ اے ایوب اپنے پاؤں کو زور سے زمین پر مارے چنانچہ زمین پر پاؤں مارنے سے دو چشمے جاری ہو گئے ایک گرم اور دوسرا سرد۔ فرمایا گرم پانی سے غسل کرو ظاہری بیماری ختم ہو جائے گی دوسرا ٹھنڈا پانی پیو اندرونی بیماری ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ

تندرست ہو گئے لیکن ابھی ایک مرحلہ باقی تھا آپ بیماری کی حالت میں اپنی بیوی سے کسی بات پر ناراض ہو گئے فرمایا اگر میں تندرست ہو گیا تو تجھے سو درے لگاؤں گے۔ جب قسم پوری کرنے کا وقت آیا تو آپ سوچ میں پڑ گئے کہ جس بیوی نے تمیں چالیس سال تک آپ کا ساتھ دیا آپ کی خدمت کی جبکہ باقی بیویاں ساتھ چھوڑ گئی تھیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کیا اس بیوی کا یہی صلہ ہے۔ ایسا کرو سوچ بچار کی ضرورت نہیں اس بیوی کا کوئی قصور نہیں قسم پوری کرنی ہے تو گھاس کا سوتکا لے کر مٹھا بناؤ ایک ہی دفعہ بیوی کو مارو قسم پوری ہو جائے گی ارشاد ہوتا ہے خذ بیدک ضغثا فالضرب بہ ولا تحنث انا وجدنا صابرا نعم العبد انہ او اب۔ آپ نے ایسا ہی کیا قسم پوری ہو گئی اور بیوی بھی سزا سے بچ گئی اب ارشاد ہوتا ہے ایوب ہم تمہاری اس مصیبت اور آزمائش پر تمہیں صلہ دیتے ہیں۔ و وہبنا لہ اہلہ و مثلہم معہم رحمۃ منا و ذکرى لاولی الالباب۔ ہم نے اس مصیبت سے نجات دینے کے بعد ان کو اولاد سے اور مال منال سے نوازا اتنا دیا جتنا وہ چاہتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ دیا مصیبت کو برداشت کرنا بہت مشکل ہے لیکن اللہ والے لوگ اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس صبر کے بدلے میں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

## حضرت ذکریا و یحییٰ علیہما السلام

حضرت ذکریا اور یحییٰ بھی ان آزمائشوں سے گزرے حضرت زکریا کی عمر سو سال کر قریب پہنچ چکی تھی ابھی وہ اولاد سے محروم تھے ہر وقت دعا مانگتے رب ہب لہ من لدنک ولیا یرثنی و یرث من ال یعقوب۔ اے اللہ مجھے اپنی طرف سے عنایت فرما اولاد جو میری اور آل یعقوب کی وارث بنے ایک دن آپ مسجد میں گئے حضرت مریم مسجد میں ہی رہتی تھیں حضرت زکریا کی کفالت میں تھیں وہی کھانے پینے کا بندوبست کرتے ایک دفعہ مسجد میں گئے تو دیکھا مریم کے پاس مختلف قسم کے کھانے اور بے موسمی پھل پڑے تھے حضرت ذکریا دریافت فرماتے ہیں۔ قال یا مریم انی لک ہذا۔ اے مریم یہ کھانا اور

پھل فروٹ بے موسمی کہاں سے آئے ہیں۔ بازار میں تو نہیں ملتے تو حضرت مریم جواب دیتی ہیں۔ قالت هو من عند الله۔ یہ رزق اللہ کی طرف سے آیا ہے ذکر یا کے دل میں فوراً خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ بے موسم پھل مریم کو دے سکتا ہے تو مجھے بھی اس بڑھاپے میں اولاد دے سکتا ہے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔ ہنالک دعا ذکر یا ربہ و قال رب ہب لی من لدنک ذریۃ اھا طیبہ انک سمیع الدعاء۔ دعا مانگ کر فوراً مسجد میں تشریف لے گئے اور محراب میں کھڑے ہو کر نماز کی نیت باندھ لی۔ اسی حالت میں جبریل تشریف لائے فرمایا۔ فنا دتہ الملائکہ و هو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یشرک بیحییٰ مصداقاً بکلمہ من اللہ و سید او حصورا و نبیاً من الصالحین۔ فوراً فرشتہ آیا اس نے ذکر یا کو پکار کر کہا جبکہ وہ مسجد کے اندر محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اے ذکر یا خوشخبری ہو مبارک ہو بیٹے کی جس کا نام یحییٰ ہوگا بڑا عابد اور زاہد ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ذکر یا کو بیٹے سے نوازا۔

### آزمائشوں کا دور

اب ان دونوں باپ بیٹے پر آزمائشوں کا دور آیا حضرت یحییٰ ایام طفولت میں ہی علم و حکمت عطا فرمائی۔ چار سال کی عمر میں آپ نے تورات حفظ کر لی تھی آپ کی رقت قلبی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ آپ ہر وقت روتے رہتے۔ دس سال کی عمر تک تمام احکام شریعت پر عبور حاصل کر چکے تھے آپ کی رقت قلبی کی وجہ سے حضرت ذکر یا ان کی موجودگی میں وعظ و نصیحت نہ فرماتے مبادا خوف الہی سے کہیں بھاگ نہ جائیں آپ کی شہادت کا قصہ بھی عجیب ہے اس زمانہ کا جو بادشاہ تھا اس کی بیوی پہلے شوہر سے ایک لڑکی ہمراہ لائی تھی جو نہایت حسین و جمیل تھی چونکہ وہ خود بوڑھی ہو چکی تھی اپنی آسائش کا خیال رکھتے ہوئے اس نے سوچا کہ بادشاہ اگر باہر سے کوئی بیوی لے آیا تو میری کچھ نہیں چلے گی اپنی لڑکی اس کے عقد میں دیدوں بادشاہ سے اس کا ذکر کیا بادشاہ نے حضرت یحییٰ سے پوچھا آپ نے فرمایا یہ لڑکی

تجھ پر حرام ہے اس واقعہ کی اطلاع اس بد بخت زانیہ فاحشہ تک پہنچی سنتے ہی اپنے دل میں حضرت یحییٰ کے ساتھ دشمنی پیدا ہو گئی۔ اور موقع کی تلاش میں رہی ایک دن بادشاہ نشہ سے چور تھا موقع دیکھ کر لڑکی کو آراستہ کر کے اس کے رو برو پیش کیا اس نے اس کے حسن و جمال پر خود رفتہ ہو کر اس کی طرف ارادہ کیا تو اس بڑھیانے اسے روک لیا اور کہا یہ صورت تجھے تب میسر آ سکتی ہے تو جب یحییٰ کو قتل کرے اس لئے میرے دودھ کا بدلہ یحییٰ ہے بادشاہ نے خواہش نفسانی سے قتل یحییٰ کا حکم دیا علماء وقت نے کہا یہ قتل شیع ہے اس سے باز آ جاؤ یحییٰ کے خون کا قطرہ جس زمین پر گر گیا قیامت تک وہاں سبزہ نہیں اگے گا بادشاہ نے حکم دیا کہ یحییٰ کو طشت میں رکھا جائے اور خون کسی کنویں میں ڈل دیا جائے چنانچہ سپاہی حضرت یحییٰ کو لانے کے لئے گئے ایک شخص جو مقرب بارگاہ تھا عرض کی کہ حضرت یحییٰ کے والد حضرت ذکریا ہیں وہ مستجاب الدعوات ہیں اول انہیں قتل کیجئے تاکہ قتل فرزند پر بددعا نہ کر سکیں بادشاہ نے اس بنا پر یہ حکم بھی دے دیا کہ قتل یحییٰ سے قبل قتل ذکر یا ہو جائے ملازمین شاہی حضرت ذکریا کی گرفتاری کو روانہ ہوئے وہاں آ کر دیکھا کہ دونوں باپ بیٹا نماز میں مشغول ہیں ان بے دینوں نے پہلوئے ذکر یا سے حضرت یحییٰ کو کھینچا اور مشکلیں کسیں اور دوسری جماعت نے آپ کی گرفتاری کا قصد کیا آپ وہاں سے بھاگے مگر انہوں نے آپ کا تعاقب جاری رکھا حضرت یحییٰ کو قصر شاہی میں پہنچا دیا گیا اور حضرت ذکریا بھاگتے بھاگتے بے طاقت ہو کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور تعاقب کرنے والے نظر آ گئے۔ آپ نے اس درخت کی طرف اشارہ کیا وہ شق ہو گیا اور حضرت ذکریا اس میں روپوش ہو گئے شیطان نے آپ کی چادر مبارک کا ایک کونا درخت سے باہر کر دیا دشمنان ذکر یا آپ کو تلاش کرتے ہوئے آئے تو شیطان ایک معمر شکل کی صورت میں سامنے آ گیا اس نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم ایسے حلیے جیسے شخص کی تلاش میں ہیں خبیث مردود نے انسان بن کر کہا کہ اس حلیے کا آدمی میں نے اس درخت میں روپوش ہوتے دیکھا ہے اور چادر مبارک کا کونا دکھایا انہوں نے شیطان سے پوچھا کہ اب اس درخت سے انہیں باہر نکالنے کی کیا صورت ہے تو شیطان نے کہا انہیں باہر نکالنے کی کیا ضرورت ہے



تمہارا مقصد اس کو ہلاک کرنا ہے لہذا اس کی ہلاکت یوں بھی ہو سکتی ہے کہ آرے کے ذریعے اس درخت کے دو ٹکڑے کر دو چنانچہ آرے سے درخت چیرنا شروع کیا ذکر یا آواز باہر نکالنا چاہتے تھے کہ غیب سے آواز آئی ذکر یا خبردار آواز باہر نہ نکلے اور زبان سے اف نہ نکلے آواز سینے سے باہر نہ آئے ورنہ تیرا نام انبیا کرام سے محو کر دیا جائے گا چنانچہ آرے سے درخت کے دو ٹکڑے ہو گئے مگر آہ نہ کی ادھر آپ شہید ہوئے اور ادھر معصوم ہستی حضرت یحییٰ کو بادشاہ کے محل میں لے گئے بارگاہ شاہی سے حکم ہوا کہ زندہ ہمارے سامنے پیش نہ کرو بلکہ سر لایا جائے ان دشمنوں نے جفاکاری سے حضرت یحییٰ کو بحالت مظلومی بیرون محل شہید کر ڈالا اور سر مبارک کو طشت میں رکھا اور خون کنویں میں ڈال دیا وہ کنواں جوش میں آیا۔ اور بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بابلی کے ہاتھوں ہلاک کیا۔ اگرچہ بنی اسرائیل سے ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ جب غضب الہی آتا ہے تو نافرمانوں کے ساتھ رہنے والے بھی اس عذاب میں آجاتے ہیں۔

سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے راوی ہے حضورؐ پر شہادت یحییٰ کی وحی آئی کہ اے محبوب یحییٰ بن ذکر یا کے سر کے عوض ستر ہزار آدمی ہم نے قتل کرائے اور تیرے فرزند دلپسند امام حسین کے بدلے ایک لاکھ چالیس ہزار نانبجار قتل کراؤں گا ایک اور روایت میں ہے کہ سات بار ستر ہزار آدمی قتل کراؤں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جبکہ مختار ثقفی نے چن چن کر کوفی یزیدیوں کو ہلاک کیا اور آخری حاکم ابو مسلم نے بقیہ جماعت کو قتل کیا اور بھرا میر تیمور نے بطریق انتقام ان کی نسلیں منقطع کر دیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بچے کچھے یزیدی امام مہدی آکر ہلاک کریں گے اور اس ناحق خون کا انتقام تا قیامت جاری رہے گا۔ فاعتبروا یا اولی البصار۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا - دیر گیر دول سخت گیرد مر ترا

## خاندان بنو ہاشم و بنو امیہ کا اختلاف

بغض و عناد کی بنیادی وجہ

شائد کہ پوشیدہ حقیقت تجھے مل جائے

تاریخ کی از سر نو چھان پھٹک کر

تاریخ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے اختلاف اور بغض و عناد سے بھری پڑی ہے لیکن کچھ گوشے ابھی تاریخ سے پوشیدہ ہیں جنہیں صفحہ قرطاس پر لا کر عوام کے سامنے رکھنا ضروری ہے مجھے افسوس ہے کہ میری وہ کتابیں جو اوائل عمر میں خریدی تھیں ایک جگہ پر پابند نہ ہونا اور کتابوں کی عدم حفاظت سے زمانے کے حوادث یا حالات سے خورد برد کردی ہیں۔ کچھ کا نفس مضمون یاد تو ہے لیکن حوالے یاد نہیں زمانہ کے دست و برد سے محفوظ نہ رہ سکیں آج ان کتابوں کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔

انہی کتابوں میں سے ”سیدہ فاطمہ کا لال یعنی مظلوم کربلا“ کے نام کی کتاب تھی

جس کے مصنف سید عزیز حسن بقائی ایڈیٹر رسالہ پیشوا دہلی تھے اس میں شہادت کربلا اور بالخصوص بنو ہاشم اور بنو امیہ کے بغض و عناد کی بنیادی وجہ درج ذیل بتائی گئی ہے۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ کا تقابلی جائزہ

حضرت عبدالمناف

عبدالشمس

حضرت ہاشم

امیہ

عبدالطلب

حرب

عبداللہ، عباس، امیر حمزہ، ابوطالب

ابوسفیان

محمد ﷺ

امیر معاویہ

حضرت علی

یزید

امام حسین

حضرت عبدالمناف کے ہاں ہاشم اور عبدالشمس تو ام پیدا ہوئے (جرڑواں) یکے بعد دیگرے نہیں۔ بلکہ دونوں بیٹے بیک وقت پیدا ہوئے ان کی پیشانیاں آپس میں جڑی ہوئی تھیں آپس میں گوشت ایک ہی تھا ان کو زندہ رکھنے کے لئے علیحدہ کرنا ضروری تھا اس زمانہ میں نہ سائنس تھی اور نہ کوئی ایسی دوائی کہ انہیں اس سے جدا کیا جاتا بہتر صورت تلوار تھی چنانچہ ان دونوں کو تلوار کے ذریعے الگ کیا گیا کچھ دانشوروں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ ان دونوں بھائیوں نے پیدا ہوتے ہی تلوار کو دعوت دی اور تلوار کے ذریعے الگ ہوئے لہذا قیامت تک ان کے درمیان تلوار چلتی رہے گی۔

قریش میں یہ دستور تھا کہ فہر الملقب قریش کے خاندان جس کسی کی اولاد ہوتی تو اس کے بڑے بیٹے کو مکہ کی سرداری سونپی جاتی لیکن عبدالمناف کے ہاں دو لڑکے تو ام پیدا ہوئے جب وہ جوان ہوئے تو حضرت عبدالمناف کی جانشینی کا فیصلہ ہونا تھا اگر یہ لڑکے یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے تو پہلے پیدا ہونے والے لڑکے کو ترجیح دی جاتی۔ ان دونوں میں ہر ایک سرداری کا خواہشمند تھا اب فیصلہ کون کرے۔ آخر انہیں مشورہ دیا گیا کہ فلاں علاقہ میں ایک کاہن ہے اس کے پاس چلے جاؤ۔ اور اس سے فیصلہ کراؤ۔ چنانچہ دونوں بھائی کاہن کے پاس گئے اپنا مدعا بیان کیا۔ کاہن نے کچھ حساب لگا کر اور کچھ باتوں اور کچھ چہروں سے پہچان کر کاہن نے حضرت ہاشم کے حق میں فیصلہ دے دیا جس کو عبدالشمس نے قبول نہ کیا اور پھر ان دونوں میں دشمنی پیدا ہوتی گئی عبدالشمس کا بیٹا امیہ عبدالمطلب کے مقابلے پر رہا۔ الغرض یہ دشمنی بڑھتی گئی۔ حضور کا زمانہ آیا۔ ذات قدسی کے مقابلے میں ابوسفیان برسر پیکار رہا اور کوئی ایسا موقع نہ جانے دیا جہاں حضور کے ساتھ دشمنی اور مخالفت نہ کی گئی ہو۔ آخر فتح مکہ کے دن مجبور ہو کر ابوسفیان نے اسلام قبول کیا۔ ابوسفیان کے بعد اس کا بیٹا امیر معاویہ حضرت علی کے ساتھ برسر پیکار رہا اور امیر معاویہ کے بعد اس کا بیٹا یزید امام حسین کے خلاف مقابلے پر آیا۔ یہ تھی تاریخ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے اختلاف عداوت اور دشمنی کی۔



## جناب سرور کائنات کے آخری ایام

اگر کسی کو اس دنیا میں حیات ابدی اور بقائے سرمدی زیبا ہوتی تو وہ محض انبیاء مرسلین اور اولیائے کاملین کے شایان شان ہوتی اس لئے کہ وہ ہستیاں ہاوی مسالک راہ استقامت تھیں کسی کو موت مہلت دیتی اور دروازہ بقا و ہوتا تو خصوصیت سے سید الانبیاء ﷺ کے لئے زیبا تھا کیونکہ آپ نے ہی فرمایا ہے کہ انا سید ولد آدم کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں مگر انتقال جسمانی ان کے لئے بھی ضروری ہوا۔

لو کان انسان ہدوم بقاہ .  
مامات خیر المرسلین محمدا  
الموت قد حاکل نفس شاربوہا .  
وابقرباب کل نفس داخلوہا

اگر انسان ہمیشہ باقی رہنے والا ہوتا تو تا جدار انبیاء کا انتقال جسمانی نہ ہوتا موت ایک جام ہے ہر جان نے اس کو پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے ہر نفس کو اس میں داخل ہونا ہے چنانچہ سال غم ہجری میں حضور ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور مقام عرفات میں ہی بروز عرفہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (المائدہ ۳) یعنی اے حبیب ﷺ آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین بنا کر پسند کیا۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے اس آیت میں اپنے آخری ایام کی نشاندہی فرمائی اس لئے کہ ہر شے میں بعد کمال کے زوال آتا ہے۔

چنانچہ جب تکمیل اسلام اور اتمام انعام ہو چکا تو ناظم اسلام سید نبی آدم کو اس باقی دنیا میں رہنے کا تعلق ہی نہ رہا آخر۔ آخری چار شنبہ ۲۸ صفر المظفر حضور برائے زیارت جنت

البقیع تشریف لے گئے۔ جنت البقیع کے شہداء پر دعائے مغفرت فرمائی۔ روایت میں آتا ہے کہ جنگ احد سے آٹھ سال کے بعد سر میں درد شروع ہوا آپ نے سر پر کپڑے کی پٹی باندھی یہ دن حضرت میمونہؓ کا تھا جب مرض نے شدت اختیار کی تو دوسری ازواج مطہرات دولت کدہ میمونہ میں جمع ہوئیں حضور ﷺ کی زبان مبارک پر بار بار آتا۔ غداً۔ کہ ہم کل کہاں ہوں مگے جاری تھا حضرت سیدہ فاطمہؓ نے جملہ ازواج مطہرات سے فرمایا۔ کہ محبوب ﷺ کو ایک مقام کے قیام کی اجازت دے دیں اور میرے خیال میں حضور دولت کدہ عائشہ صدیقہ سے راضی ہیں سب نے اتفاق فرما کر حضور سے عرض کی اور حضرت عائشہ صدیقہ کے ہاں قیام کی اجازت دے دی۔ حضور نے بخوشی روانگی کا حکم دیا چنانچہ ایک ہاتھ دوش علی پر رکھا اور دوسرا ہاتھ فضل بن عباسؓ پر اور پائے مبارک زمین پر خط کھینچتے جا رہے تھے کہ یہاں تک کہ حجرہ صدیقہ میں تشریف لائے بستر لگا دیا گیا حضور اس پر استراحت فرما ہوئے جملہ ازواج مطہرات اس نیز رسالت کے ارد گرد حاضر تھیں بخار ساعت بساعت ترقی پذیر تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں بھی وہاں حاضر تھا میں نے دیکھا حضور کو اتنا شدید بخار تھا اور آپ جیسی ہستی کو فرمایا۔ الانبیاء اشد بلاء الاصل فالامثل۔ حسب مرتبہ بمقابلہ عوام انبیاء پر نزول بلا اشد ترین ہوتا ہے میں نے عرض کی حضور کو اجر عظیم ملے گا فرمایا ہاں۔ پھر فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں پیاری جان ہے جو زمین پر ہے تکلیف نہیں دی جاتی مگر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح گرا لیتا ہے جیسے سوکھے درخت کے پتے جھڑتے ہیں ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ مرض چودہ روز رہا مگر ان ایام میں احکام شرعیہ اور فیصلہ مقدمات برابر جاری کرتے رہے ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضور پر بخار نے شدت کی تو فرمایا سات کنوؤں میں سے سات مشک پانی منگواؤ اور ہم پر ڈالو چنانچہ حضور کو ایک طشت میں بٹھا کر ایسا ہی کیا گیا اس سے بخار میں کچھ تخفیف ہوئی اور پھر حضور باہر تشریف لائے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی بعد نماز وعظ فرمایا۔ جس میں بعد حمد و ثناء کے استغفار شہدائے احد کے یہ مضمون تھا کہ انصار میرے خاص ہیں انہیں کے ساتھ میں نے ہجرت کی

انہوں نے مجھے رہنے کو جگہ دی ان کے جونیک ہیں ان کی تعظیم کرنا اور جو بد ہیں ان سے درگزر اور چشم اختیار کرنا۔

روایت ہے کہ خواجہ دو جہاں نے اس بیماری میں ہر نماز باجماعت ادا فرمائی لیکن ایک وقت حضرت بلال نے الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر حضور کو مخاطب کیا۔ تو آپ غشی کی حالت میں تھے جواب نہ پا کر روتے روتے مسجد میں آگے تمام صحابہ کرام گریہ وزاری کر رہے تھے جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا نماز ہوگئی۔ عرض کی حضور آپ کا انتظار کر رہے ہیں اول خود ارادہ فرمایا مگر طاقت اٹھنے کی نہ تھی تو فرمایا۔ کہ ابو بکر کو کہیں کہ نماز پڑھائیں ابو بکر نے آپ کی زندگی میں سترہ نمازیں ادا فرمائیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے حضور مسجد میں تشریف لائے ابو بکر نے حضور کو آتے دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے تو حضور نے منع فرمایا اور حضور نے ابو بکر کے بائیں طرف بیٹھ کر نماز پڑھائی گویا حضور امام تھے اور ابو بکر بحیثیت مکتب یا مقتدی۔ کمزوری کی وجہ سے حضور کی آواز اتنی کمزور تھی اس آواز کو ابو بکر بلند کرتے روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ یقتدی ابو بکر بصلوٰۃ رسول اللہ ﷺ والناس یقتدون بصلوٰۃ ابو بکر (سید المتاخرین ص ۱۱۲، ۱۱۳۔ ضیاء النبی ص ۶۸)۔

یعنی ابو بکر حضور کی اقتدا فرماتے اور لوگ ابو بکر کی آواز میں اور اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے۔

## ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض حضرات یہاں پر حضرت ابو بکر کی اقتدا میں حضور کی نماز ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی یہ قطعاً غلط ہے ایسی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری البتہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے نماز ادا فرمائی اور یہ دونوں روایات احادیث میں موجود ہیں لیکن ایسی روایات کو عقل سلیم تسلیم نہیں کرتا امام الانبیاء ایک امتی کے پیچھے نماز ادا کریں یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ روایت امام الانبیاء

کی شان کے منافی ہے یہاں امام الانبیاء پر تنقیص لازم آتی ہے بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی ادب و احترام کا تقاضا تھا کہ ایسی روایت کو تسلیم نہ کیا جائے اگر یہ روایت بھی مان لی جائے کہ حضور نے جبریل کے پیچھے نماز پڑھی یہ بھی قابل اعتبار نہیں۔ جبریل کون ہوتے ہیں حضور کو نماز سکھانے والے۔ البتہ ایسے ہو سکتا ہے کہ جس طرح جبریل نے حضور کو وضو کی ترتیب بتائی تھی اسی طرح جبرائیل نے نماز ادا کر کے حضور کو ترتیب بتائی ہوگی کہ یا رسول اللہ جس طرح میں نے نماز ادا کی ہے اسی طرح آپ بھی نماز ادا فرمائیں۔ اس طرح ابو بکر نماز ادا فرما رہے تھے تو حضور نے اپنے حجرہ مبارک کی کھڑکی کھولی تاکہ اپنے جان نثاروں کی نماز کا ملاحظہ کریں صحابہ کرام کو جب معلوم ہوا کہ حضور حجرے کا پردہ کھول کر حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ تو صحابہ کرام برداشت نہ کر سکے بجائے رخ کعبہ کے حضور کی طرف ہو گیا۔ صحابہ کرام کی چیخیں نکل گئیں۔ قریب تھا کہ صحابہ کرام نماز چھوڑ کر حضور کے دیدار کے لئے پروانہ وار شمع پر قربان ہو جاتے یہ دیکھ کر آپ نے پردہ گرہ لیا اور صحابہ کرام نے نماز پوری کر لی۔

### حدیث قرطاس یا وصیت نامہ

حضور ﷺ نے بیماری کی حالت میں ایک وصیت نامہ لکھوانے کا خیال آیا کہ میرے وصال کے بعد خلافت کے معاملے میں اختلاف نہ پیدا ہو لیکن کچھ لوگوں نے اس بات کو باعث نزاع بنا لیا دو گروہ پیدا ہو گئے اس معاملے نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ قیامت تک یہ اختلاف ختم ہونے میں نہیں آتا اب روایات حدیث کو ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب سیرت حلبی حضرت علی کا قول نقل فرماتے ہیں جو ہمارے اہل سنت کے دعوے کی تصدیق کرتا ہے ہم اس حدیث کو حاشیہ ابن ماجہ سے نقل کرتے ہیں۔

قال علیؑ قال کان من النبی ﷺ . عهد فی ذالک ما ترک القتال علی ذالک والنبی ﷺ لهم تمت فی ثرة بل مکث ایام و لیل فیو ذنه بالصلوۃ فیاہ مر ابو بکر یصلی بالناس وهو یرئ مکانی فلما مات ﷺ

اختر با الدنيا من رضيته صلی اللہ علیہ وسلم لا ینینا فبا یعناہ۔ یعنی حضرت علی نے فرمایا حضور سے عہد نہ لیتے اس خلافت کے سلسلہ میں تو ہم مقاتلہ ترک نہ کرتے اور حضور فی الفور دنیا سے رخصت نہیں ہوئے بلکہ چند روز بیماری میں گزارے اور موذن جب اذان دیتا تو حضور حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے اور خود ملاحظہ فرماتے اور میں بھی حاضر ہوتا پس جب حضور نے رحلت فرمائی تو ہم نے دنیا میں بھی صدیق کو اختیار کیا کہ حضور کی مرضی بھی ایسی تھی جب دین میں ہمارا امام بنا چکے تو خلافت میں ہم نے ان سے بیعت کر لی اب معاملہ صاف ہی ہو گیا۔

سیرت حلبی ایک مستند اور معتبر کتاب ہے علاوہ ازیں جو صورت حضرت علی فرما رہے ہیں وہ قرین قیاس بھی ہے مزید براں صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے جس کے معنی صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت صدیق کے لئے خلافت حضور نے نامزد کر دی تھی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ حضور نے دوران علالت ہم سے فرمایا اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تا کہ میں ایک دستاویز لکھ دوں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آرزو مند خلافت کی آرزو کرے یا کوئی یہ کہے کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں مگر مسلمان سوائے ابوبکر کے راضی نہیں ہوں گے عبارت یہ ہے کہ

”عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی الی ابابکر اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمتی و یقول قائل انا اولی و تابی اللہ و المومنون الا ابوبکر۔ خلافت صدیقی پر ہم مزید روایات پیش کرتے ہیں۔ عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی البیت رجال فیہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکتب مکم کتابا لم تفلو بعدہ قال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد غلب المواجه و عندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اهل البیت فاحتصموا عنہم من یقول قریبوا بکتبکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال رسول اللہ فو موعنی۔ یعنی جب حضور کی وفات کا وقت قریب آیا تو دولت خانہ نبوی میں



لوگ جمع تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھے حضور نے فرمایا۔ کہ آؤ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے تو حضرت عمر نے کہا کہ اس وقت حضور کو بیماری کی تکلیف ہے تمہارے پاس قرآن پاک ہے اور قرآن ہمارے لئے کافی ہے پس گھر والوں نے اختلاف کیا بعض کہتے تھے کہ سامان کتابت حضور کے پاس رکھ دو تا کہ وہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے اور بعض وہی بات کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہی تھی پس جب ان کا اختلاف زیادہ ہو گیا اور باتیں بڑھیں تو حضور نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ (بخاری شریف)

دوسری روایت یہ ہے کہ سعید بن جبیر<sup>ؓ</sup> قال ابن عباس يوم الخميس ويوم الخميس اشد برسول الله وجهه فقال ايتوني بكتاب كتب لكم كتاباً لن تضلوا بعده ابداً . فتنازعوا ولا يبغى عند نبى بتنازع فقالوا ماشانیه هجر اسغموه فرهبو بردون عنه فقال اخرجوا اليهود من جزيره العرب و ابغشو تو فذبحو ما كنت رجزهم وسكت عن الثالثه فقال فنيستها - حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا۔ جمعرات کا دن۔ اور کیسا جمعرات کا دن کہ اس دن رسول اللہ پر درد زیادہ ہو گیا آپ نے فرمایا سامان کتابت میرے پاس لاؤ تا کہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے پس حاضرین نے اختلاف کیا کہ کسی پیغمبر کے پاس تنازعہ مناسب نہیں پس بعض نے کہا کہ رسول اللہ کی شان کیا ہے کیا جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے آپ سے دریافت تو کر لو پس وہ معاملہ کتابت کا آپ پر دوبارہ پیش کرنے لگے اس پر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں جس حالت میں ہوں (مراقبہ) وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا تے ہو آپ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی (۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (۲) وفود کو اسی طرح انعام دیا کرو جیسے میں دیا کرتا تھا تیسری بات سے حضرت سعید بن جبیر چپ رہے یا ابن جبیر نے بیان کر دی اور میں اس کو بھول گیا۔

## حضورِ جو بات لکھوانا چاہتے تھے وہ کیا تھی

واقعہ قرطاس کی یہ دو روایتیں اصل واقعہ کی تفصیل و تشریح کے لئے ہم نے نقل کی ہیں اب جو امور اس سلسلہ میں قابل غور و فکر ہیں وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔

واقعہ قرطاس کا یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ حضور ﷺ جو بات لکھوانا چاہتے تھے اس کی حیثیت کیا تھی کیا کوئی ایسی بات تھی جو آپ کے فرائض نبوت میں طے تھی اور جس کے اظہار کے بغیر دین نامکمل رہ جاتا تھا واقعہ قرطاس کی روایات پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو بات حضور لکھوانا چاہتے تھے اس کی یہ حیثیت نہ تھی جس کے دلائل یہ ہیں۔ (اول) یہ اصولی بات ہے کہ انبیاء کرام خدا کی طرف سے جن امور کی تبلیغ پر مامور ہوں اور جس بات کی تبلیغ ان کا فرض ہو وہ اس میں قطعاً کسی حال میں کوتاہی نہیں کر سکتے حضور کو حکم ملا تھا۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک . وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ  
- (المائدہ ۶۷)

اے نبی خدا کی طرف سے جو احکامات آئیں ان کی تبلیغ فرماؤ اگر ایسا نہ کیا گیا تو آپ نے فرض نبوت ادا نہ فرمایا۔ آیت بتاتی ہے کہ حضور احکام الہیہ کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں فرما سکتے اگر تحریر دین کی نہایت ہی اہم ضروری بات پر مشتمل ہوتی تو حضور اکرم ﷺ ضرور اس بات کو لکھوادیتے خواہ کوئی کیسی ہی مخالفت کیوں نہ کرتا۔

(دوم) اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمر نے سامان کتابت پیش نہیں ہونے دیا تھا کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سامان کتابت لانے کا حکم حضرت عمر کو نہیں دیا تھا بلکہ تمام حاضرین کو حکم دیا تھا کیونکہ ”انتونی“ جمع کا صیغہ آتا ہے جو یہ بتا رہا ہے کہ جیسی اس حکم کی ذمہ داری حضرت عمر پر آتی ہے جس میں حضرت علی بھی شامل تھے بلکہ حضرت علی پر اس کی ذمہ داری زیادہ آتی ہے کیونکہ بزعیم شیعہ یہ تحریر انہی کی خلافت سے متعلق تھی اور دولت خانہ نبوی

میں کتابت وحی کا کام بھی انہی کے سپرد تھا لہذا ان کا فرض تھا کہ سامان کتابت حضور کی خدمت میں پیش کر دیتے مگر انہوں نے بھی ایسا نہ کیا بلکہ ناظرین میں سے کسی نے بھی سامان کتابت پیش نہیں کیا اور حضور نے پوچھا کہ ہم سامان کتابت پیش کریں جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر عدم تعمیل حکم کا الزام حضرت عمر پر آتا ہے تو حضرت علی پر بھی آئے گا بلکہ وہ طعن اور الزامات جو شیعہ حضرات حضرت عمر پر قائم کرتے ہیں وہ سب کے سب تمام حاضرین مجلس پر بھی قائم ہوں گے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی معاذ اللہ ایسے بزدل نکلے کہ حضرت عمر کی موجودگی میں ایسا نہ کر سکے تو ظاہر ہے کہ یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اور حضور کا وصال پیر کو ہوا حضرت علی اس مدت میں جبکہ حضرت عمر نہ ہوتے تو تحریر لکھوادیتے یا حضور خود منگوا لیتے۔

(سوم) اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور بھی (معاذ اللہ) حضرت عمر سے ڈر گئے تھے اور تحریر نہ لکھوا سکے تو یہ بات وہی کر سکتے ہیں جو اعلیٰ درجے کے منافق ہیں۔

ایک مسلمان ایک لمحے کے لئے یہ تصور نہیں کر سکتا کہ حضور دین کی ایک ضروری بات ڈر کر نہ بیان کریں اور اگر نبی کے متعلق ایسا مان لیا جائے گا کہ نامعلوم نبی ﷺ نے (معاذ اللہ) کتنے احکام ربانی خوف کی وجہ سے امت تک نہیں پہنچائے کیا یہ بات کسی کے عقل میں آ سکتی ہے وہ رسول جس نے مخالفین کی جھرمٹ میں توحید کا اعلان کیا اور تلواروں کی جھنکاروں میں حق کا اظہار فرمایا اور باطل کا ابطال کیا وہ حضرت عمر سے ڈر جاتے کہ اپنی امت کے لئے ایسی ضروری تحریر نہ لکھواتے۔

(چہارم) یہ بھی ظاہر ہے کہ حاضرین کا اختلاف کرنا بھی حضور کو دین کی کسی اہم بات کی تبلیغ سے نہیں روک سکتا کیونکہ جب حضور نے سامان کتابت لانے کا حکم دیا تو حاضرین میں سے کسی نے حضور سے بحث و تکرار نہیں کی جب حاضرین میں سامان کتابت پیش کرنے پر جھگڑا ہوا تو عمر کے۔ حسبنا۔ کتاب اللہ کہنے کے بعد حاضرین میں سے بعض نے سلسلہ کتابت کو دوبارہ حضور پر پیش کیا۔ حضور چاہتے تو اس وقت بڑی آسانی سے تحریر لکھوا سکتے تھے مگر آپ نے تحریر نہ لکھوائی۔ واقعہ قرطاس سے تین ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقع پر الیوم اکملت لکم

دینکم۔ آیت نازل ہوئی تھی یعنی دین کی تکمیل تو تین ماہ قبل ہو چکی تھی اور امت کو گمراہی سے نکالنے والے جس قدر امور تھے وہ سب یہاں بیان ہو چکے تھے اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم۔ نے یہ بتا دیا تھا کہ اب دین کامل اور مکمل ہو گیا ہے اب کسی قسم کی تبدیلی یا کمی بیشی نہیں ہو سکتی یعنی اس کے نزول کے بعد دین کی کوئی ایسی بات نہیں رہی تھی جو کتاب و سنت میں نہ آگئی ہو۔

حضور اکرم نے جن امور کو لکھوانے کے لئے سامان کتابت طلب فرمایا تھا وہ کیا تھے اور جب حضرت عمر نے۔ حسبنا۔ کتاب اللہ کہا تو اس کے بعد بھی حضور نے ان امور کو لکھوایا یا زبانی ارشاد فرمایا۔

صحیح روایتوں سے بلکہ خود اس روایت سے جس میں واقعہ قرطاس مذکور ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن امور کو حضور لکھوانا چاہتے تھے وہ آپ نے زبانی ارشاد فرمایا۔

شیعہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق تحریر لکھوانا چاہتے تھے حالانکہ اس کی تصریح اور معتبر روایت میں نہیں ملتی لہذا یہ ان کا محض دعویٰ ہے البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ حضور حضرت صدیق اکبر کی خلافت کے متعلق تحریر لکھوانے کا ارادہ رکھتے تھے جس کا مضمون یہ ہے حضور نے اپنی آخری بیماری میں حضرت عائشہ سے فرمایا۔ ادعیٰ ابا بکر و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی و یقول قائل انا ولا و یابی اللہ المومنون الابوبکر۔ یعنی اپنے باپ اور بھائی کو کہو کہ وہ میرے پاس آئیں تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرے اور کہنے والا کہے کہ میں خلافت کا مستحق ہوں اللہ تعالیٰ اور مومنین دونوں انکار کرتے ہیں ابوبکر کے سوا کسی دوسرے شخص کی خلافت۔

علمائے مفسرین بھی خلافت حضرت صدیق اکبر کے متعلق اس آیت سے استدلال کرتے ہیں سورۃ تحریم میں ارشاد خداوندی ہے۔ واذا اسرا النبی الی بغض ازواجہ)

حدیثاً تحریم ۳) جب حضورؐ نے ایک بیوی سے خفیہ راز کی بات کی اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ یہ بات راز ہی رہے۔ اس بیوی نے دوسری بیوی کو بتایا دوسری نے تیسری کو بتایا اس طرح یہ بات راز نہ رہی اور تمام ازواج تک یہ بات پہنچ گئی تو حضورؐ نے پہلی بیوی سے پوچھا کہ تو نے میرا راز کیوں فاش کیا تو اس نے کہا کہ آپ کو کس نے بتایا کہ میں نے یہ راز فاش کیا ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے علیم وخبیر نے بتایا ہے۔

”وہ رازداری کی بات کیا تھی وہ یہ ہے کہ ایک دن حضور اکرمؐ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے وصال کے بعد تیرا باپ خلیفہ ہوگا اس کے بعد حفصہ کا باپ خلیفہ ہوگا یہ تھی بات راز کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ دونوں ہمراز سہیلیاں تھیں۔ کوئی بات ایک دوسری سے چھپا کر نہیں رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے خلافت کی بات حضرت حفصہ کو بتادی حضرت حفصہ نے اس خوشی میں آ کر اس بات کو برداشت نہ کر سکیں۔ انہوں نے فرداً فرداً یہ بات تمام ازواج مطہرات تک پہنچادی۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ عورت کا پیٹ ہلکا ہوتا ہے۔ عقلمندوں کا کہنا ہے کہ کبھی بھی مرد عورت کو اپنا راز نہ دے اور مملکت کے سربراہان کو بھی یہ تنبیہ ہے کہ سلطنت میں اپنی عورت کو کبھی راز نہ دے۔ کہ میں نے ایسا کرنا ہے مشورہ لے سکتا ہے لیکن راز کبھی نہ دے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس واقعہ کو یوں تحریر کرتے ہیں

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ راز خلافت کا تھا واحدی رحمۃ اللہ نے بھی روایت کی حضرت ابو بکر اور عمر کی خلافت کا ذکر تھا حضرت علی حضرت میمون بن مہران حبیب بن ثابت ضحاک اور مجاہد سے بھی یہی مروی ہے مظہری جلد ۹ ص ۴۷۷۔

پیر کرم شاہ صاحب الازہری بھی اسی طرح تحریر کیا ہے فرماتے ہیں  
شیعہ حضرات غم عذیر کے واقعہ کو بھی دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت علی کی

خلافت کا اشارہ کیا تھا۔ مولا بمعنی مددگار، کارساز، والی، بہر وقت کا ساتھی، اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا تھا میری اور علیؑ کی مثال حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کی ہے تو ہارونؑ کے متعلق حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تھی۔ فاجعل لی وزیراً من اہلی۔ ہارون رضی اللہ عنہ۔ ازدی و اشر کہ فی امری۔ اور میری مدد کے لئے میری اہل میں سے کسی کو وزیر بنا دے۔ پھر خود ہی فرمایا۔ کہ میرے بھائی ہارون کو میری مدد کے لئے عنایت فرما جو میرے کاموں میں شریک ہو اور جو میرا مشیر ہو اور وزیر ہو موسیٰؑ نے ہارونؑ کے لئے پیغمبری کی دعائیں مانگی تھی وہ تو پہلے سے نبی اور پیغمبر تھے یہاں بھی حضورؐ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ کو میرا وزیر بنا دے میرا مشیر بنا دے۔ (1) انا مدینة العلم و علی بابھا اے اللہ جو علی سے راضی ہیں اس سے راضی۔ جو علی کا دشمن وہ میرا دشمن۔۔۔ جو علی کا ساتھی وہ میرا ساتھی۔ پیر گوڑوی کس محبت اور والہانہ انداز میں اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

حب علی ہے مہر علی۔ مہر علی ہے حب علی

لحمک لحمی جسمک جسمی۔ فرق نہیں مابین پیا

مختصراً یہ کہ ہم صحابہ کرام کے متعلق کوئی سوئے ظن کرنے کے مجاز نہیں ان کے معاملہ میں چہ میگوئیاں کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ آقائے نامدار تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق فرمائے صحابی کا لنجوم باہم اقتدیتم اہتدیتم۔ میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں جس صحابی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے پھر کسی صحابی کے متعلق کسی امیرس مثل شیعہ برائی کا الزام دینا مخالفت یا منافقت نہیں تو اور کیا ہے نادانی۔ تعصب اور عاقبت نااندیشی کے سوا کچھ نہیں۔

نوٹ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدہ کی مختصراً الفاظ میں ترتیب بنا دی۔ فرمایا۔

خیر القرون قرنی۔ چاروں خلفاء کے نام کا آخری حرف ترتیب سے آتا ہے چار حروف ہیں قرنی کے۔ ”ق“ سے مراد صدیق۔ ”ر“ سے مراد حضرت عمر۔ ”ن“ سے مراد حضرت عثمان اور ”ی“ سے مراد حضرت علی ہیں بات سمجھنے کی ہے۔

## ظاہری حیات کا آخری دن

جبریل علیہ السلام دربار نبوی میں

سیرت کی تمام کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ حضورؐ وصیت خلافت ابو بکر صدیق کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے کیونکہ حضورؐ نے عملی طور پر اپنی زندگی میں ہی حضرت ابو بکر کو خلافت کے لئے منتخب کر دیا تھا حضورؐ کی زندگی میں سترہ نمازیں ابو بکر صدیق نے پڑھائیں جبکہ یہاں تک کہ صحابہ نے حضرت عمر کو نماز کے لئے آگے کیا آپ نے اللہ اکبر کہی تو آواز پہچان کر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کس کی آواز ہے تو حضرت حفصہ نے فرمایا کہ حضرت عمر کی آواز ہے تو حضورؐ غصے میں آگئے اور فرمایا کہ ابو بکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائے چنانچہ حضرت عمر کو پیچھے ہٹایا گیا پھر ابو بکر نے نماز پڑھائی دو روز قبل از وفات ہفتہ یا اتور کا دن تھا ابو بکر صدیق کی امامت میں نماز ہو چکی تھی کہ نبی کریمؐ حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کے کندھوں پر سہارا لئے ہوئے شرف افزائے جماعت ہوئے صدیق پیچھے ہٹنے لگے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ پیچھے مت ہٹو آپ حضرت ابو بکر صدیق کے برابر بیٹھ گئے اور نماز میں داخل ہو گئے اب ابو بکر صدیق تو حضورؐ کی اقتدا کرتے اور باقی لوگ صدیق کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے (سیرت المتاخرین

(۱۱۲، ۱۱۳)

آخری دو شنبہ کے دن نماز صبح کے وقت نبی ﷺ نے وہ پردہ اٹھایا جو حضرت عائشہ صدیقہ اور مسجد کے درمیان پڑا ہوا تھا اس وقت نماز ہو رہی تھی تھوڑی دیر تک نبی ﷺ اس پاک نظارہ کو جو حضورؐ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا ملاحظہ فرما رہے تھے اس نظارہ سے رخ انور پر بشارت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اس وقت چہرہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا۔

صحابہ کرام کا شوق دیدار اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ رخ پر نور کی طرف متوجہ ہو جائیں صدیق سمجھے کہ نبی اللہ کا ارادہ نماز میں آنے کا ہے وہ پیچھے ہٹنے لگے تو حضورؐ

نے ہاتھ کے اشارے سے منع فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا حضرت ابو بکر ہی نے نماز مکمل فرمائی اس کے بعد حضور پر کسی دوسری نماز کا وقت نہیں آیا۔

## وصال سید لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم)

صحابہ کرام پر آزمائشوں کا دور

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کی علالت کے دنوں میں ایک رات جبریل امین نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا حال ہے حضورؐ نے فرمایا مجھے درد کی شدید تکلیف ہے اور دوسری رات پھر جبریل آئے پھر خیریت دریافت کی آپ نے پھر اسی طرح جواب دیا اتنے میں ملک الموت دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی اور ساتھ ہی عرض کی ملک الموت نے اندر آنے کے لئے کسی سے آج تک اجازت طلب نہیں کی اور نہ وہ حضورؐ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریگا۔ حضورؐ نے فرمایا ملک الموت کو اندر آنے کی اجازت ہے آپ (ملک الموت) حجرہ شریف میں داخل ہوئے اور حضورؐ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ حضورؐ کے فرمان کی تعمیل کروں اور اگر مجھے روح قبض کرنے کی اجازت ہو تو میں روح قبض کروں گا اور اگر اجازت نہ دیں تو میں روح اقدس کو جسد اطہر میں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تم واقعی ایسا ہی کرو گے تو انہوں نے عرض کی کہ ہاں مجھے ایسا ہی حکم ملا ہے کہ میں حضورؐ کے ہر ارشاد کو بجالاؤں جبریل امین بولے یا رسول اللہ ﷺ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کے لئے مشتاق ہے حضورؐ نے ملک الموت کو اجازت دی کہ حضورؐ کی روح مبارک کو قبض کرے۔

آخری لمحات

آخری لمحات میں حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنے آقا کا دست مبارک پکڑا ہوا تھا



اور حضورؐ کے جسم میں پھیر رہی تھیں اور وہ جملے دہرا رہی تھیں جو حضورؐ بیماری کے اوقات میں اکثر دہرایا کرتے تھے اے سب لوگوں کے پروردگار اس تکلیف کو دور کر دے اے شفا دینے والے مجھے شفا دے تیری شفا کے بغیر کوئی شفا نہیں دے سکتا۔ ایسی شفا جو بیماری کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ حضورؐ نے اچانک اپنا دست مبارک میرے ہاتھ سے کھینچ لیا پھر زبان اقدس سے کہا۔ رب اغفر لی والحقنی بالصالحین و بالرفیق الاعلیٰ۔ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جس وقت رحمت عالم کی روح مبارک جسم اطہر سے نکل کر سوئے رفیق اعلیٰ روانہ ہوئی تو میں نے ایسی خوشبو سونگھی جو میں نے آج تک نہیں سونگھی تھی۔

ام المومنین حضرت ام مسلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ کے سینہ مبارک پر اس روز اپنا ہاتھ رکھا کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے خوشبو آتی رہی کئی ہفتے مجھے بھوک نہیں لگی کھانا کھایا اور نہ وضو کی ضرورت محسوس ہوئی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو غسل کون دے گا فرمایا میرے اہل بیت میں سے جو مرد اور قریبی رشتہ دار ہوں گے ان کے ساتھ کثیر تعداد فرشتوں کی ہوگی۔ جو تمہیں دیکھیں گے۔ لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر عرض کی آپ کو کفن کن کپڑوں میں دیں گے تو فرمایا تم اگر چاہو تو جو لباس میں نے پہنا ہوا ہے اسی کے کفن میں یا یمن کی چادروں میں یا مصر کے سفید کپڑوں میں کفن دیں۔

پھر عرض کی یا رسول اللہ آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا تو فرمایا تم جب مجھے غسل دے کر خوشبو لگا کر کفن پہنا چکو تو میری قبر کے کنارے پر میری چار پائی رکھ دینا پھر ایک وقت کے لئے میرے پاس سے باہر چلے جانا سب سے پہلے میرے دو دوست اور ہم نشین میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ یعنی جبریل اور میکائیل اس کے بعد اسرافیل اور ملک الموت ملائکہ کے لشکر جرار سمیت یہ سعادت حاصل کریں گے۔ پھر یکے بعد دیگرے فوج در فوج مجھ پر داخل ہونا اور نماز جنازہ پڑھنا اکثر جگہ دس دس آدمیوں کا ذکر آیا ہے۔ کہ دس مرد بیک وقت اندر آ

کر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ میرے صحابہ جو آج یہاں موجود نہیں ہیں۔ انہیں میرا سلام پہنچانا اور میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں ہر اس شخص کو سلام دے رہا ہوں جو اسلام میں داخل ہوا ہے جس نے میرے دین میں میری پیروی کی آج سے روز قیامت تک۔

پھر فرمایا میرے اہل بیت کے مرد جتنا کوئی میرے قریب ہو ان کے ہمراہ اور ان گنت فرشتے ہوں گے۔ وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔

نماز جنازہ پہلے اہل بیت نے پھر مہاجرین نے پھر انصار کے مردوں نے پھر بچوں نے ادا کی۔ اس نماز میں امام کوئی نہ تھا حجرہ مبارک تنگ تھا اس لئے دس آدمی اندر جاتے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے تب دس اندر جاتے یہ سلسلہ لگا تا شب و روز جاری رہا اس لئے تدفین مبارک شب چہار شنبہ یعنی رحلت سے ۳۲ گھنٹہ بعد عمل میں آئی۔

نبی ﷺ کے جنازے پر یہ دعا پڑھی جاتی تھی۔ ان اللہ و ملائکہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنو صلوا علیہ وسلمو تسلیماً۔ اللہم ربنا لبیک و سعد یک لبیک صلوة اللہ علیہم اجمعین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین سید المرسلین امام المتقین و رسول رب العالمین المبشر الداعی باذک السراج المنیر و بارک علیہ وسلم (زرمانی ۳۹۶ ص ۸ رحمۃ للعالمین ۳۳۷ ص ادلائل النبوة ۲۳۱ ص ۸)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ مسلمانو۔ تمہارے نبی کریم ﷺ کی ولادت پیر کے دن ہوئی آپ کی بعثت بھی پیر کے دن مکہ مکرمہ سے ہجرت بھی پیر کے دن ہوئی مدینہ منورہ میں داخلہ بھی پیر کے دن ہو سورۃ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم بھی سوموار کو نازل ہوئی اور حضورؐ نے پیر کے دن ہی رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

آفتاب نبوت پوری تابانی کے ساتھ دنیا پر اپنی چاندنی بکھیر کر ۶۳ سال اور چار دن کے بعد ہم سے اور دنیا سے ہمیشہ کیلئے اوجھل ہو گیا۔

جو بھی آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے فضا۔ میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا ادھیان رہے

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

وعلى الك واصحابك يا حبيب الله



# فضائل اہل بیت اطہار

اور

## پنجتن پاک

کیا بات رضا اس چمستان کرم کی  
زہرہ ہوگی جس کی حسین و حسن پھول

بے دم یہی تو پنجتن ہیں مقصود کائنات  
خیرا النساء و علی اور حسین و حسن

## الا المودة في القربى (شوریٰ ۲۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: الا المودة في القربى۔ یہ کون خوش نصیب نفوس ہیں جن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے اپنی قرابت داروں کے لئے محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں تمام انبیاء کرام نے اپنی تبلیغ اور منصب رسالت کے لئے اپنی قوم سے یہی فرمایا۔ وما اسئلكم عليه من اجر۔ ان اجرى الاعلى رب العالمين۔ اس تبلیغ اور منصب رسالت پر کوئی اجر یا بدلہ طلب نہیں کرتے ہمارا اجر رب العالمین کے پاس ہے لیکن حضور نے یہ کیوں فرمایا کہ میں اپنی اس تبلیغ اور منصب رسالت پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا اگر مجھے اجر دینا ہے اور اس کا صلہ دینا ہے تو میرے قرابت داروں سے محبت کرو یہ حکم اللہ رب العزت خود دے رہا ہے قل فرما کر حکم دیا جاتا ہے کیوں۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت عالم الغیب ہے اسے علم تھا کہ میرے محبوب کے قرابت داروں کے ساتھ کیا حشر ہوگا پھر حضور کی چشمان نبوت بھی آنے والے حالات کا مشاہدہ کر رہی تھی کہ یہی قوم اور یہی امت کل میری اولاد کو میرے قرابت داروں کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کرے گی تو آپ ﷺ پہلے ہی اشارہ دے دیا۔

قرابت داروں میں علمائے مفسرین کیا کہتے ہیں الا المودة کے متعلق پیر کرم شاہ صاحب الازھری نے جو اپنے خیالات کا اظہار فرمایا وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

خود سرکارِ دو عالم ﷺ کے جملہ قرابت داروں خاندان بنو ہاشم خصوصاً اہل بیت کرام کی محبت اور ان کا ادب و احترام عین ایمان بلکہ جان ایمان ہے جن کے دل میں اہل بیت کے لئے محبت نہیں تو یہ سمجھے کہ اس کی شمع ایمان بجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے جتنی کسی کی قرابت حضور سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اس کی محبت اور احترام زیادہ مطلوب ہوگا ایک نہیں صد ہا ایسی احادیث موجود ہیں جس سے اہل بیت سے محبت کرنے اور ان کا ادب ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے بے شک اہل بیت پاک کی محبت پر

ایمان ہے لیکن یہ حضور کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجر ایمان کا ثمر ہے اس گل کی مہک سے اس خورشید کی چمک ہے جہاں ایمان ہوگا وہاں حب آل بیت مصطفیٰ ضرور ہوگی۔

ایک حدیث میں اہل بیت کے متعلق فرمایا (مثل اہل بیتی کمثل سفینہ نوح من ركب فیہا نجا ومن تخلف عنہا غرق)۔ یعنی میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا (ضیاء القرآن ص ۷۷ تفسیر ابن عربی ۳۱۶۲ خصائص کبریٰ ص ۲۷۷)۔

بجہدہ تعالیٰ یہ شرف اہل سنت کو ہی حاصل ہے کہ ہم اہل بیت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نگاہیں صحابہ کرام کی جگمگاتی ہوئی روشنی پر مرکوز ہیں ہم زندگی کے سمندر کو آزمائشوں کی کالی رات میں عبور کر رہے ہیں جو اس کشتی میں سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا اور جس نے ان روشن ستاروں سے روشنی حاصل نہ کی وہ راستے سے بھٹک گیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اللہ رب العزت کا یہ حکم سنا تو دربار مصطفیٰ ﷺ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ۔ من قرابتک ہوا الذین و جبت علیہا مودتہم۔ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں فرمادیجئے کہ آپ کے وہ قریبی کون ہیں جن کی محبت اور مودت ہم پر واجب کر دی گئی ہے تو امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا علی، فاطمہ و الحسن و الحسين و انباہما۔ یعنی علی، فاطمہ، حسن، حسین اور ان کے بیٹے۔

دوسری روایت میں ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ۔ من قرابتک والذین تنزلت فیہم الآیۃ یا رسول اللہ آپ کے کون قریبی ہیں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ علی، فاطمہ، حسن اور حسین اور ان کے بیٹے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی شامل ہے مگر یہ دلیل درست نہیں اہل بیت کے خصائص صحابہ کے لئے نہ بھی ثابت ہوں پھر بھی صحابہ کی شان و فضیلت بلند و بالا ہے اس آیت کریمہ میں تو صحابہ کرام کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے حق تبلیغ مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے پھر صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری وضاحت فرمادی ہے کہ تمہاری محبت اور مودت کے حقدار جناب علی کرم وجہہ الکریم جناب فاطمہ اور جناب حسین کریمین رضی اللہ عنہم ہیں۔

## وِیَطْهَرُكُمْ وَتَطْهِّرُكُمْ

ارشاد خداوندی ہے۔ انما یریدا اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطہیراً (احزاب ۲۳) اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلودگی اور ناپاکی کو دور کر دے اور انہیں خوب پاکیزہ کرے جیسے پاک کرنے کا حق ہے۔

قرآن پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ نے ہی اس کی تفسیر بھی بتادی اور پھر تاویلوں کی گنجائش نہیں رہتی حضور صاحب قرآن بھی ہیں اور ناطق قرآن بھی جس کے لئے چاہیں اعزاز مخصوص فرمادیں آپ مالک و مختار ہیں۔

آیت تطہیر بلاشبہ امہات المؤمنین کی شان میں نازل ہوئی مگر صاحب قرآن کے لاتعداد اختیارات کی وسعت کو دیکھیے آپ کی حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین سے والہانہ محبت و شفقت کا اندازہ کیجیے کہ یہ آیت بالا نازل ہوتی ہے (1)۔ نزول آیت کے بعد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی علی آ جاؤ فاطمہ تم بھی آ جاؤ حسن و حسین کو بھی بلا کہ آؤ۔ فدعا لنبی علی و فاطمہ، حسن و حسین چاروں نفوس قدسیہ حاضر ہو گئے امام الانبیاء نے ایک طرف علی کو بٹھایا اور دوسری طرف حضرت فاطمہ کو اور جناب حسن و حسین کو گود میں بٹھایا۔ شان منزل کی حامل کملی مقدس میں ان سب کو چھپالیا پھر رب کریم کے حضور دعا کی۔ اللہم ہو لاء اهل بیتی فاذهب عنہم الرجس و یطهرکم تطہیراً۔ اللہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے آلودگی کو دور فرما کر خوب پاکیزہ کر دے۔ آیت تطہیر حضرت ام سلمہ کے گھر نازل ہوئی اور وہیں پر ہی یہ بزم نور سجائی گئی تھی ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے یہ کیف پرور اور نور بیز سماں دیکھا تو

1- جلالین مصری 32/2	مدارک 105/4	کبیر 192/7
ابن جریر 250/14	خازن 123/4	حقانی 118/3

آگے بڑھ کر دربار رسالت میں عرض کی۔ انا معہم۔ یا رسول اللہ اس بزم نور میں بھی شامل ہوں تو امام الانبیاء نے فرمایا۔ ام سلمہ تم خیر پر ہو۔ اور اپنے مقام پر ہو۔ قال کنت علی مکانک انت علی خیر۔ آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے صرف چار ہستیوں کا ذکر فرمایا اس لئے اس میں کمی کو بھی خارج نہیں کیا جاسکتا۔ اس آیت ویطہرکم تطہیرا کے جملے سے ثابت ہوا سیدہ فاطمہ ہر قسم کی نجاست اور آلودگی سے پاک تھیں یہاں تک کہ ایام ماہواری اور نفاس سے بھی پاک تھیں عبارت ملاحظہ کیجیے۔ ومن خصائص ابنہ فاطمہ کانت لا تحيض و کانت اذا ولدت طہرت عن نفاسها بعد ساعتہ حتی لا تفوتھا صلوة (1)۔ یعنی حضرت فاطمہ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ حیض و نفاس سے پاک تھیں یہاں تک کہ اولاد کی پیدائش پر کسی قسم کی آلودگی نہیں تھی پاک صاف تھیں کہ فوراً ہی نماز کا وقت آیا تو آپ نے نماز پڑھ لی کوئی نماز آپ کی قضا نہیں ہوئی۔

عن اسماء بنت قیس قال ولدت فاطمہ با الحسن فلم راہا دما فقلت یا رسول اللہ ﷺ لم او لفاطمہ حیضاً و لانفاساً رسول اللہ ﷺ اما علمت ان ابنتی طاہرۃ مطہرۃ۔ (نور الالصیاء ص ۱۱۹ اصواعق محرقہ ص ۱۵۸) فقال رسول اللہ ﷺ ان ابنتی حورا و آدمیتہ لم تحض ولم تطمٹ۔ ہمارے نزدیک اہل بیت نبی ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کی اولاد اور آپ کے رشتہ دار سب داخل ہیں اور بیت عام مراد ہے خواہ بیت سکنی ہو یا نسبی بیت سکنی میں ازواج سب شامل ہیں اور بیت نسب میں اولاد اور رشتہ دار داخل ہیں۔

علامہ محمد بن مکرّم ابن المنظور افریقی المصری لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اہل بیت آپ کے ازواج مطہرات آپ کی بیٹیاں اور آپ کے داماد یعنی حضرت علیؑ ہیں۔ کسی شخص کی بیوی کو اس کا اہل کہا جاتا ہے (اہلیہ) اور اہل میں اولاد بھی شامل ہے اور نبی مکرّم ﷺ کی اہل بیت آپ کی ازواج آپ کی بیٹیاں اور آپ کے داماد حضرت علیؑ ہیں۔ (2)



امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں اہل بیت کے تعین میں مختلف اقوال ہیں اولیٰ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ کے اہل بیت آپ کی اولاد اور آپ کی ازواج ہیں اور حضرت حسن و حسین اور حضرت علی بھی ان میں سے ہیں کیونکہ آپ کی بیٹی کے واسطے سے وہ بھی آپ کے اہل بیت سے ہیں۔ (1)

علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی لکھتے ہیں ازواج مطہرات اہل بیت سے خارج نہیں بلکہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اہل بیت کے عنوان کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ کے گھر (بیت) ہیں آپ کے ساتھ لازم رہتی ہیں علامہ ابن عطیہ نے کہا ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت سے خارج نہیں۔

علامہ زحشری نے کہا اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کے ازواج اہل بیت سے ہیں اور آپ کی ازواج کے گھر وحی نازل ہونے کی جگہیں ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں اس آیت میں اس پر قوی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج آپ کے اہل بیت سے ہیں اور اس میں شیعہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اہل بیت حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسن و حسین کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ ایک دن نبی ﷺ سیاہ چادر لے کر آئے پھر حضرت فاطمہ حضرت علی اور حسن و حسین کو اس چادر میں داخل کر کے یہ آیت پڑھی۔  
ویطہرکم کم تطہیراً۔ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حضرات اہل بیت سے ہیں۔ (روح البیان ج ۷ ص ۲۰۴)

مشکوٰۃ میں صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ایک صبح سیاہ چادر اوڑھی ہوئی تھی آپ کے پاس حسن بن علی آئے تو ان کو اس چادر میں داخل کر لیا اور پھر حضرت علی آئے تو ان کو بھی اس چادر میں داخل کر لیا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً۔ اس کی تشریح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں

کیونکہ اس آیت سے پہلے بھی ازواج مطہرات سے خطاب ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۸ ص ۵۱۸)  
ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ ذوالقربی میں اولاد بنی ہاشم جس میں اولاد  
علی، اولاد عقیل، اولاد زبیر شامل ہیں سب اولی القربیٰ میں آتے ہیں۔

اسی طرح لیذهب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً۔ میں  
حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن و حسین کے علاوہ آپ کی تمام ازواج مطہرات اہل بیت  
میں شامل ہیں اور اہل سنت کا مسلمہ فیصلہ اسی پر ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ حضور کی ازواج مطہرات اور آپ کے اہل بیت ویسے بھی  
وہ گناہوں سے محفوظ اور مامون ہیں صغیرہ لغزش اگر ہو بھی گئی ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل  
لیذهب عنکم الرجس اہل بیت ویطہرکم تطہیراً فرما کر تمام خدشے دور کر دیئے  
ایک وضاحت:- اہل کا لفظ دو صورتوں میں آیا ہے۔ ایک ہے لفظ اہل۔ اور ایک ہے لفظ  
آل۔ عام استعمال میں لفظ آل استعمال ہوتا ہے ہم جب درود پاک پڑھتے ہیں تو لفظ آل آتا  
ہے نہ کہ اہل۔ اہل کا لفظ خاص ہے اور آل کا لفظ عام نماز میں جو درود پڑھا جاتا ہے اس میں  
لفظ آل آتا ہے اہل کا لفظ صرف اہل بیت کے لئے ہے اور آل کا لفظ جس طرح آل موسیٰ و  
آل ہارون یا آل فرعون۔ آل کا اطلاق قوم جماعت یا امت پر صادق آتا ہے حضور نے اپنی  
امت پر شفقت فرماتے ہوئے جس طرح معراج کی شب اپنے تحت کے جواب میں رب  
تعالیٰ کی طرف سے السلام علیک ایہا النبی وبرکاتہ آیا تو حضور کو فوراً اپنی امت کا  
خیال آیا تو اللہ تعالیٰ کے سلام کے ساتھ اپنی امت کو بھی شامل کر لیا فرمایا السلام علینا وعلیٰ  
عباد اللہ الصالحین۔ اے اللہ تیرا اسلام مجھ سمیت قیامت تک ہونے والے نیک بندوں  
کو بھی شامل کرتا ہوں اسی طرح حضور نے اپنی امت پر شفقت فرماتے ہوئے اپنی امت کو بھی  
شامل کرنے کے لئے فرمایا۔ یوں پڑھو۔ اللہم صل علی محمد وعلی آل

محمد۔ علیہ السلام

تا کہ اہل بیت کے ساتھ میری امت بھی شامل ہو جائے اللہ رب العزت اپنے محبوب کی امت پر کتنا مہربان ہے ایک جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔ ہو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ لیخزجکم من الظلمت الی النور و کان با المؤمنین رحیماً۔ وہ پروردگار تم پر صلوٰۃ یعنی رحمتیں بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم

### وازواجہ امہاتہم

## ام المؤمنین حضرت خدیجہ طاہرہؓ

حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے جو فضیلت حضرت خدیجہ کو ہے اور کسی کی نہیں اگرچہ آپ کا ذکر مبارک میری کتاب کا موضوع نہیں لیکن حضرت خدیجہ ان نفوس قدسیہ سے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اور اسکے فرشتوں نے سلام بھیجا ہے جو اسلام کی خاتون اول ہیں جو مومنات میں اول ہیں ان کا ذکر نہ کرنا بخیلی نہیں تو اور کیا ہے جس ہستی نے بغیر دیکھے سنے بغیر کسی دلیل کے تمام رؤسا کو چھوڑ کر ایک یتیم اور بے کس و بے بس ہستی کو ساتھی بنایا یہ صرف اسی ہستی کا کام تھا جس کا نام خدیجہ طاہرہ ہے دنیا کی تمام عورتوں کے ایمان ایک طرف اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ کا ایمان دوسری طرف رکھ دیا جائے پھر بھی حضرت خدیجہ کا ایمان بھاری ہوگا قیامت تک عورتوں کا سر بلند کر دیا کہ حضور پر سب سے پہلے لانے والی ایک عورت تھی۔

علامہ سید غلام یسین شاہ صاحب نے اپنے تعارف اور تبصرے میں جناب پختن پاک کی فضیلت بیان کی اور یزید کی درگت بھی فتوؤں سے خوب بنائی لیکن آپ کی ازواج

مطہرات کا ذکر نظر انداز کر گئے کیونکہ اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی شامل ہیں ازواج مطہرات کی خدمات کسی صحابی سے کم نہیں۔

کون خدیجہ:- جن کو امام الانبیاء ﷺ کی پچیس سال کی رفاقت نصیب ہوئی پچیس برسوں میں ایک لمحہ بھی محبوب رب العالمین کو ناراض نہیں کیا۔

کون خدیجہ:- جس نے امام الانبیاء ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کی۔

کون خدیجہ:- جس نے اشاعت اسلام کے صلہ میں ملنے والی تمام مصیبتوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پورے سکون سے برداشت کیا۔

کون خدیجہ:- جو محبوب خدا پر ہونے والے مظالم کو دیکھ کر آنسو پر آنسو بہاتی تھیں۔

کون خدیجہ:- جس کے لئے جبریل اللہ تبارک و تعالیٰ کا سلام اور بشارت لے کر آتے ہیں قال اتی جبریل النبی ﷺ یا رسول اللہ ﷺ هذه خدیجہ قد اتک معک دناء صفیتہ ادا م او طعام او شراب فاذا تک فاقرئها من ربها و منی و بشرها بیت الجنۃ من لاصحب و لانصب۔ (1)

حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت جبریل تشریف لائے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خدیجہ تشریف لارہی ہیں ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن یا کھانے پینے کی کوئی چیز ہے جب یہ آپ کے پاس پہنچ جائیں انہیں ان کے پروردگار اور میرا سلام پہنچادیں اور یہ بشارت بھی دے دیں جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک محل ہے جو ان کے لئے مخصوص ہے جس میں نہ کوئی شور و غل ہوگا اور نہ ہی رنج و غم ہوگا۔

کون خدیجہ:- امام الانبیاء جنکی یاد میں جانور ذبح کر کے ان کا گوشت خود اپنے دست اقدس سے کاٹ کر آپ کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔

کون خدیجہ:- جن کا ذکر خیر امام الانبیاء ﷺ کثرت سے کرتے تھے۔

1- بخاری مترجم 2/822 مسلم مترجم 2/1528 تجرید البخاری 693

مسند احمد 316/2205/230/6/371 سیرت ابن ہشام 156

کون خدیجہ:- جن پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ہمیشہ رشک کیا کرتی تھیں۔

کون خدیجہ:- جن کے متعلق حضور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں جہان میں میری ساتھی ہیں اور ان سے اولاد چلی ہے۔

کون خدیجہ:- جن کے مثل دنیا میں کوئی عورت پیدا نہیں ہوئی عن عائشہؓ قالت ما عزت علی احد من النساء النبی ﷺ ما عزت علی خدیجہ وما رایتها ولکن کان النبی ﷺ بکثر ذکرها وما ریمما ذبح الشاة ولم لعطمعها اعضاء ثم یبعث الی حدائق خدیجہ قربها قلت له کانه لم یکن فی الدنیا امرأته الا خدیجہ فیقول انها کانت و کانت و کان لی ولد۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں کھائی جتنی غیرت خدیجہ پر کھاتی تھی حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ ان کا ذکر کثرت سے کیا کرتے تھے اور اکثر بکری ذبح فرما کر اس کے ٹکڑے کاٹ کر جناب خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے کہ جب کبھی میں عرض کرتی کہ دنیا میں گویا کوئی عورت سوائے خدیجہ کے لیے ہی نہیں تو آپ فرماتے وہ ایسی ہی تھیں اور دنیا و آخرت میں میری ساتھی ہیں اور انہیں سے میری اولاد ہے۔

کون خدیجہ:- جس کی یاد آنے پر امام الانبیاء تڑپ جایا کرتے تھے۔

کون خدیجہ:- جن کی نشانیاں دیکھ کر سلطان الانبیاء کے آنسو نکل آتے تھے۔

کون خدیجہ:- جن کے احسانات کے محسن انسانیت رسول معظم شکر گزار ہیں۔

کون خدیجہ:- جو امام الانبیاء پر سب سے پہلے اس وقت ایمان لائیں جس وقت نہ کسی مرد نے

اسلام قبول کیا تھا اور نہ کسی عورت نے۔

کون خدیجہ:- جنہوں نے امت مصطفیٰ ﷺ میں سب سے پہلے نماز پڑھی۔

کون خدیجہ:- جن کا لقب زمانہ جاہلیت میں بھی طاہرہ تھا۔

جناب عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مجھے اس بات پر رشک آ گیا اور میں نے حضور کی

خدمت میں عرض کی کہ آپ قریش کی بوڑھیوں سے ایک سرخ چہرے والی بڑھیا کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ انہیں انتقال ہوئے مدت گذر چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی عنایت فرمادی ہے تو حضور نے فرمایا نہیں۔ اس سے بہتر بدلہ نہیں ملا۔ واللہ ما رزقنی خیراً اور پھر امام لانبیا فرماتے ہیں خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔ آمنت بی حین کفر بی الناس۔ آپ فرماتے ہیں خدیجہ نے میری اس وقت تصدیق کی جب دوسروں نے میری تکذیب کی۔ صدقتی حین کذبی الناس۔

حضور فرماتے ہیں خدیجہ نے اپنے مال میں سے اس وقت شریک کیا جب اوروں نے بہر حال خرچ کرنے پر روک رکھا تھا و اشركتني في مالها حين حرمني الناس۔ پھر فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے خدیجہ کے لطن سے اولاد عطا فرمائی ہے جبکہ کسی دوسری بیوی سے اولاد نہیں ہوئی رزقنی اللہ ولدھا و حرم ولد غیرھا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ نے نہایت شفقت فرمائی اور مہربانی سے اس کا حال پوچھا اور دیر تک اس کی خیریت دریافت کرتے رہے پھر وہ چلی گئی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ عورت کون تھی؟ جس کے ساتھ آپ گفتگو فرماتے رہے تو آپ نے فرمایا یہ خدیجہ کی سہیلی ہے اسے ان کے ساتھ بہت محبت تھی۔ (الاستیعاب ۲ ص ۲۲۳)

جنگ بدر میں بنت رسول اللہ ﷺ کے شوہر جناب ابو العاص قیدی ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے تو انہیں فدیہ کے طور پر جناب زینبؓ نے جو مال بھیجا اس میں جناب خدیجہؓ کا وہ ہار بھی تھا جو آپ نے اپنی بیٹی زینب کو جہیز میں دیا تھا جب یہ ہار حضور کی خدمت میں لایا گیا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی دل پر ایسی چوٹ لگی کہ آپ کے آنسو نکل آئے اور آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو زینب کے قیدی کو آزاد کر دیں اس کا مال اور اس کا ہار واپس کر دیں چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔

رئیس الحدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ فضیلت کے بارے میں

تمام جہان کی عورتوں سے سیدہ فاطمہ الزہرا افضل ہیں اس کے بعد خدیجہ الکبریٰ ہیں اس کے بعد عائشہ صدیقہ افضل ہیں چنانچہ ماودین ما است آن ہست کہ فاطمہ افضل است بعد ازاں وے مادرش خدیجہ بعد ازاں عائشہ صدیقہ۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲ ص ۶۸۵)

جناب خدیجہ الکبریٰ کے فضائل کا اندازہ کون کر سکتا ہے آپ ملکہ فردوس بریں ہیں آپ ہماز عمگسار مصطفیٰ ہیں آپ تقدیس و عظمت کا مینارہ نور ہیں آپ ام المومنین خیر النساء ہیں آپ مرکز مہر و وفا ہیں اور منبع خیر و برکت ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ سیدۃ النساء کی ماں بھی ہیں۔

ماں عظیم ترین نعمت ہے حضرت خدیجہ حضرت فاطمہ اور دیگر بیٹیوں کی ماں یہی نہ تھیں بلکہ قیامت تک امتیوں کی ماں بھی ہیں کہ جن کی مثل ہے نہ بدل نہ جواب ایثار و خلوص کی بلندیوں پر ہیں مہر و وفا کی اتھاہ گہرائیوں کا نام ہے۔

ام المومنین حضرت خدیجہ کے نام میں سرور ہے سکون ہی سکون ہے، راحتیں ہی راحتیں ہیں، تسکین ہی تسکین ہے، تقدس ہی تقدس ہے، خدیجہ کی ذات اور نام میں محبت ہے خلوص ہے، ایثار ہے، قرار ہے، پیار ہے، بہار ہے، عظمت ہے، راحت ہے، احساس ہے، کشش ہے، حضرت خدیجہ مرکز تجلیات ہیں سرچشمہ حیات ہیں، محبت ہے، صداقت ہے، تصنع نہیں، بناوٹ نہیں، غایت نہیں، غرض نہیں، لالچ نہیں۔

## ام المومنین حضرت خدیجہ کا آخری وقت اور وصیت

جہان دو عالم ﷺ کے محسن چچا حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے غم کا زخم ابھی تازہ تھا کہ حضرت خدیجہ طاہرہ بیمار ہو گئیں امام الانبیاء ﷺ گھر میں تشریف لائے تو سیدہ خدیجہ نے شدت مرض کی شکایت کی رحمت دو عالم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے آپ نے روتے ہوئے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا میری شفیق اور عمگساری آخری گھڑی سر پر آگئی ہے اے ملکہ جنت، جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے، ام المومنین نے فرمایا رسول اللہ ﷺ

مرنے کا کوئی غم نہیں، غم یہ ہے کہ آپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو جاؤں گی پھر آپ نے امام الانبیا کی خدمت میں گزارش کی یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپ کچھ دیر میرے سامنے ہی تشریف فرما رہیں تاکہ میں آخری بار آپ کی زیارت کو توشہ آخرت بنا سکوں میرے سرتاج میں نے مرنا تو ہے ہی مگر آپ سامنے ہوں گے تو جان آسانی سے نکل جائے گی احساس مرگ کم ہو جائے گا۔

میرے آقا! آپ کی خدمت گزاری میں پچیس سال گزارے مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ چند گھڑیاں تھیں جو آپ کی خدمت گزاری میں گذریں اور اب پھر علیحدہ ہو رہی ہوں۔ امام الانبیا ﷺ وفا شعار بیوی کی درد بھری گفتگو سنتے رہے اور روتے رہے جناب نے فرمایا خدیجہ یہ درست ہے کہ قیامت کا دن بڑا سخت دن ہے مگر تیرے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آسانیوں کا وعدہ کر رکھا ہے تیرے لئے جنت میں موتی کا محل ہے میری غمگسار تم کسی قسم کی فکر نہ کرو تم جنت میں میرے ساتھ رہو گی۔

میری مونس و ہمدرد تو نے حق وفاداری پورا پورا ادا کر دیا ہے خدا کا رسول تم پر بے حد خوش ہے تمہارا احسان مند ہے اور تمہارے جذبہ خلوص و وفاداری اور ایثار و قربانی کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔

جناب خدیجہ نے محبوب کبریا کی بات سنی تو چہرہ تر و تازہ ہو گیا اور لبوں پر مسکراہٹ آ گئی پھر آپ نے ایک عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ جب میں انتقال کر جاؤں تو آپ میرے کفن کے لئے وہ چادر عطا فرمائیں جو آپ نزول وحی کے وقت شانہ اقدس پر ڈالا کرتے تھے تاکہ اس روائے مقدسہ کے صدقے سے خدا تعالیٰ مجھ پر رحمت اور برکت نزول فرمائے یہ باتیں سن کر حضور تڑپ کر رہ گئے آنکھیں آنسو سے تر ہو گئیں جناب خدیجہ کے چادر مانگنے کی آواز نے تاجدار انبیا کے سینہ پر چھریاں چل گئیں آپ نے ٹھنڈی آہ بھری اور شانہ اقدس سے چادر اتار کر حوالے کر دی۔

چادر عنایت فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا۔ فاطمہ بیٹی چادر اپنی ماں کو دکھا دو تاکہ ان



کا دل خوش ہو جائے ادھر جناب سیدہ فاطمہ نے ماں کی خدمت میں حضور کی چادر پیش کی ادھر جبریل دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ کا سلام قبول کیجئے اور اپنی چادر مبارک حضرت خدیجہ سے واپس لے لیں۔

خالق کائنات نے فرمایا ہے کہ جو کچھ خدیجہ کے پاس تھا اس نے میری راہ میں قربان کر دیا اور اب اس کا کفن ہمارے ذمے ہے۔ جسے ہم اپنے کرم کے لباس سے پوشیدہ فرمائیں گے اور اسے جنت الفردوس کا کفن عطا کیا جائے گا۔ (اللہ اکبر) کس قدر شان رفعت ہے جناب خدیجہ کی جن کے کفن کے لئے رسول کریمؐ اپنی چادر پیش کرتے ہیں۔ اور خداوند قدوس جنت سے کفن بھیجتے ہیں کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر یہ روایت ہے تو کفن کا جنت سے آنا جناب خدیجہ کے فضائل میں سے ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ روایت فضائل میں آنے والی روایت ضعیف بھی ہو تو اسے قبول کرنے میں تامل نہیں کرنا چاہئے دوسری بات یہ ہے کہ کفن خدیجہ کے لئے رسول پاکؐ کی چادر مبارک میں کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امام الانبیاء کے جسم اقدس سے مس کیا ہوا کپڑا بہر صورت جنت کے کپڑوں سے افضل و اعلیٰ اور زیادہ شان والا ہے۔ رسول اللہؐ کی وفادار بیوی کے فراق کے تصور میں نہایت پریشانی کے عالم میں تشریف فرما تھے ایک عظیم محسن حضرت ابوطالب چند روز پہلے داغ مفارقت دے چکے تھے اور اب دوسری محسنہ کے نچھڑ جانے کا صدمہ سر پر کھڑا ہے۔

جناب خدیجہ الکبریٰ اپنی حسرت بھری نگاہیں رخ و الضحیٰ پر مرکوز ہیں۔ کبھی کبھی بچیوں کے سروں پر دست شفقت پھیر لیتی ہیں اور پھر سب کے دیکھتے ہی دیکھتے واصل فردوس ہو گئیں۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال رمضان ۱۲ نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا بیت النبی ﷺ میں ان کی مدت ۲۴ سال ۶ ماہ یا ۲۵ سال ہے آپ جنت المعالیٰ کے قبرستان میں دفن ہوئیں (رحمۃ العالمین)

## سیدہ فاطمہ الزہرہؓ

### جگر گوشہ رسول ﷺ

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے لطن سے ۲۰ جمادی الثانی ۵ نبوی کو پیدا ہوئیں۔ تاجدار کون و مکاں قبلہ گاہ قدوسیاں سید الانبیاء ﷺ کے گھر میں شہزادی کونین سیدہ فاطمہ کی تشریف آوری ہونے والی ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ کیف و سرور میں ڈوبا ہوا ہے۔ ملائکہ نے احترام سے نگاہیں جھکا رکھی ہیں حوریں ملکہ فردوس بریں کے استقبال کے لئے سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے حجرہ مبارک میں قطار در قطار صفیں باندھے کھڑی ہیں ہر طرف شان و شوکت کا یہ عالم ہے اور یہ اہتمام اور دوسری طرف روح فرسا اور دل دہلا دینے والا منظر بنا ہوا ہے کہ جناب خدیجہ الکبریٰ کے پاس ان مخصوص لمحات میں کوئی عورت موجود نہیں اس کسمپرسی کا تصور کرتے ہوئے رواں رواں کانپ اٹھتا ہے۔ کائنات لرز جاتی ہے کہ مکہ المکرمہ کی قابل صدا احترام ہستی سے شرف کلامی حاصل کر کے قریش کی عورتیں فخر کیا کرتی تھیں جس کے ایک پیغام پر پورے شہر کی عورتیں جمع ہو جایا کرتی تھیں۔ جس کے گھر میں آنا باعث عزت و افتخار سمجھا جاتا تھا آج وہ قریش کی عظیم المرتبت ہستی یوں اکیلی ہے نہ کوئی سہیلی ہے اور نہ تیماردار۔ نہ کوئی دایہ ہے نہ کوئی غمگسار۔ قریش کی عورتیں جان چکی تھیں کہ شہر کی یہ امیر ترین عورت اپنی دولت خرچ کر چکی ہے۔ اور وہ یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ اس نے اپنا جاہ جلال اور مال و منال کو ایک فقیر کی گودڑی میں ڈال دیا ہے اس نے رؤساء قریش کے پیغامات کو ٹھکرا کر ابوطالب کے اس یتیم بھتیجے سے نکاح کر لیا ہے جب سیدہ فاطمہ کی ولادت کا وقت قریب آیا حضرت خدیجہ نے ایک شخص کو بھیجا کہ بیگمات قریش کو بلا لائے تاکہ وہ ان کے ساتھ تعاون کریں جیسا کہ اس حال میں عورتوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ان عورتوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ کہ تم عبد اللہ کے یتیم اور ابوطالب کے بھتیجے کی بیوی ہو اور ایک یتیم کی زوجیت قبول کر کے اپنا حق کھو چکی ہو اس لئے ہم

تعاون نہیں کریں گی جب سیدہ خدیجہ نے قریشی عورتوں کا پیغام سنا تو پریشان ہو گئیں غیرت الہی کو جوش آیا جناب سیدہ النساء العالمین کے لئے رب العالمین نے چار دایاں بھیج دیں۔

جناب سیدہ خدیجہ طاہرہ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے چار دراز قامت گندم گوں پیمیاں تشریف فرما ہیں اور انہوں نے بنو ہاشم کی عورتوں کی طرح آپ کو مخاطب کیا تو آپ خوفزدہ ہو گئیں ان میں سے ایک نے کہا کہ ملکہ عالم آپ گھبرائیں نہیں ہم آپ کی بہنیں اور خادما ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی خدمت کے لئے بھیجا ہے۔

ایک نے کہا میں سارہ اسحاق پیغمبر کی والدہ ہوں یہ مریم بنت عمران والدہ عیسیٰ ہیں یہ جناب کلثوم خواہر موسیٰ ہیں اور یہ آسیہ خاتون ہیں اور پھر ان میں سے ایک دائیں دوسری بائیں ایک سامنے اور ایک پشت مبارک کی طرف بیٹھ گئیں تو شہزادی رسول ﷺ گھر میں تشریف فرما ہوئیں۔

روایت میں آتا ہے کہ جب سیدہ النساء العالمین تشریف لائیں تو آپ کے چہرہ اقدس کے نور سے زمین منور ہو گئی اور اس نور کی تجلیات نے مکہ مکرمہ کے مکانوں کا احاطہ کر لیا اور مشرق و مغرب میں کوئی جگہ نہ رہی۔ جو آپ کے نور سے منور نہ ہو گئی۔ کیوں نہ ہو۔ سیدہ فاطمہ زہرہ کو امام الانبیاء نے اپنا ٹکڑا فرمایا ہے وہ نور اول کی ضیا ہیں سراج منیر کی لخت جگر ہیں اس نخل نور کا قرآنی ثمر ہیں جو اصل کائنات اور حاصل کونین ہے اس نیر اعظم اور عالمتاب کی بیٹی ہیں جن کے ایک جلوے کا مظہر آفتاب و ماہتاب اور نجم و کہکشاں ہیں اس منبع نور کی تصویر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے۔ قد جاء کم من اللہ نور۔ کا تاج پہنایا سراج منیر اور زجاج کی سند دے رکھی ہے جو اپنے متعلق اول ما خلق اللہ نوری کا اعلان فرماتے ہیں اس مقدس نور کا تو سارا خاندان ہی نور ہے پھر سیدہ فاطمہ آپ کی تصویر ہیں آپ کا عکس جمیل ہیں

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

سید الانبیاء ﷺ کی پاک بیٹی، سید الاولیاء کی محترم بیوی اور سید الشہداء کی معزز ماں خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرہ کے قدموں کی خاک پر قربان۔  
 کون خاتون جنت :- اہل بیت اطہار کی عزت، سلطنت اسلام کی مقدس شہزادی اور چادر تطہیر کی ملکہ ر جس اور نجس سے پاک اور حیض و نفاس سے بھی پاک۔

وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پور کی بیٹی

وہ کملی اور ہنے والے محمد نور کی بیٹی

ملا تھا اور ہی حصہ اسے عزت و شرافت کا

اسی کی گود سے دریا ابلتا تھا شہادت کا

کون بتول :- جو شادی کے بعد اپنے شفیق اور پیارے باپ کے نورانی حجرے سے رخصت ہوتی ہیں تو ستر ہزار فرشتوں کی جماعت کا حفاظتی دستہ ناقہ زہرا کے پاؤں کی دھول چومتا جا رہا تھا جنت کی حوریں راستے میں اپنی عفت کی چادر بچھاتی جاتی تھیں اور رضوان جنت آسمانی پھولوں کی بارش کرتے جا رہے تھے بہر حال شہزادی رسول کی تشریف آوری ہو چکی ہے۔  
 انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے آپ کے چاروں طرف قابل صدا احترام دایاں آپ کو حسین مقدس بو سے دے رہی ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کی دس حوروں کو آپ کو غسل اول کے لئے بھیج دیا ہے۔ جنت کی حوریں ہاتھوں میں زریں طشت اور سروں پر کوثر کے مٹکے اٹھائے ہوئے ملکہ فردوس جناب خدیجہ کے حضور میں حاضر ہو کر نہایت ادب سے سلام پیش کرتی ہیں ہر ایک آپ کو طشت نور میں بٹھا کر آب کوثر سے غسل دیتی ہیں۔ پھر جنت کی ایک چھوٹی سی عبا پہنا کر خوشبوؤں میں بسا ہوا رومال آپ کے سر اقدس پر باندھ دیتی ہیں اور پھر تشریف لے جاتی ہیں۔

## رسالت مآب کی آمد

چند ہی لمحے گزرے تھے کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے جناب خدیجہ نے مسکراتے ہوئے عظیم ہستی کو عظیم باپ کی گود میں دے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہزادی کو نین کو ہاتھوں پر اٹھا رکھا ہے اور پیشانی کو بوسہ دے کر فرمایا اے خدیجہ یہ تیری دنیا کی بزرگ ترین عورتوں سے ہے۔

عجیب فرحت بارماں ہے سرور انگیز منظر ہے نور مجسم کو آغوش میں لے رکھا ہے سید العالمین کی گود میں سیدۃ العالمین مسکرا رہی ہیں باپ نے بیٹی کے چہرے پر اور بیٹی نے باپ کے رخ انور پر نگاہیں جم رکھی ہیں باپ بیٹی کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی ہے دونوں عالم میں مسرت ہی مسرت ہے کیف ہی کیف ہے سرور ہی سرور ہے اور نور ہی نور ہے کائنات ارضی و سماوی جھوم رہی ہے۔ جناب خدیجہ طاہرہ کا حجرہ مقدس بقعہ نور بنا ہوا ہے۔

حجرہ جنت خدیجہ مثل جنت زار ہے۔ رحمتیں ہی رحمتیں ہیں مطلع انوار ہے مخزن انوار رحمت منبع برکات ہے۔ ہو رہی ہر سو مسلسل نور کی برسات ہے آچکی ہے رحمت رب اور دو عالم جوش میں۔ نور کا ٹکڑا ہے یہ نور کی آغوش میں جناب سیدہ فاطمہ کی ولادت باسعادت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اکتالیسویں سال کی عمر میں ہوئی علاوہ ازین امام اجل رئیس المحدثین امام جلال الدین سیوطی اپنی مکمل ترین تحقیق کے پیش نظر امام ذہبی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ جناب سیدہ کی عمر مبارک چوبیس سال ہے۔

وقال ذہبی اصح ان عمرها اربعون و عشرين سنۃ . ولادت

فاطمہ سنۃ احدى اربعین عن مولد رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

کون خاتون جنت :- جن کا لقب زہرا ہے زہرا کلی کو کہتے ہیں اور حیا کو بھی رسول معظم فرمایا کرتے تھے میری بیٹی سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ آپ جنت کی اس کلی کو سونگھا کرتے تھے۔

فكنت انا استقت الرائحة شممت رقعت فاطمه - حوالہ بالا  
 کون خاتون جنت :- جس کی سواری میدان حشر میں آئے گی تو منادی کر دی جائے گی کہ اہل  
 حشر میں اپنی نگاہیں نیچی کر لو سرور انبیاء کی بیٹی کی سواری گزرنے والی ہے۔

یا اهل الجمع غضوا ابصارکم عن فاطمه بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حتی تمر (   
 المستدرک ۲ ص ۱۶۱، اور صابہ ۴ ص ۳۶۵، الاستیعاب ۵ ص ۸۹۳، حاشیہ بخاری ۱ ص ۳۲،   
 اسد الغابہ ۲ ص ۳۵۱۳ ص ۴۵۳، طحاوی ۲ ص ۲۸۶

کون خاتون جنت :- جس کی سواری ستر ہزار حوروں کی جھرمٹ میں پلصراط سے ایسے گزر جائے  
 گی جیسے بجلی کوندتی ہے۔ ثم فاطمه بنت محمد مع سابعین الف جاریتہ من  
 الحورالعین کمثل ابرق .

کون خاتون جنت :- جو اپنے باپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گی  
 - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یقرع من باب الجنۃ واول من یدخلها بعدہ  
 ابنتہ فاطمہ

کون خاتون جنت :- جو جنت میں تمام عورتوں کی سردار ہیں۔  
 کون خاتون جنت :- جس کے اپنے اور شوہر کے مسکرانے سے جنت ایسے روشن ہو جائے گی جیسے  
 آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ بینہا اهل الجنۃ اذا سطح لهم نوراً خضوا شمساً فیقول  
 رضوان ہذہ فاطمہ وعلی فضحکا اشرفت الجنان من نور ضحکھا (المستدرک  
 ۲ ص ۱۵۶)

کون خاتون جنت :- جس کی اولاد پر اللہ تعالیٰ نے جہنم حرام فرما دیا ہے۔ ان فاطمہ احصنت  
 فرجہا حرم اللہ ذریتہا علی النار۔ (مسند احمد ۲ ص ۲۲۲)

کون خاتون جنت :- جس نے اپنی ردائے مبارک فروخت کر کے سائل کے سوال کو پورا کیا جو  
 چکی بھی پیس رہی ہوتی ہیں اور تلاوت کلام پاک بھی کر رہی ہوتی ہیں حوریں اور ملائکہ جس کر  
 منتظر ہیں مگر اس نے اپنی رضا کو رضائے شوہر میں گم کر دیا تھا جو نماز بھی پڑھتی تھیں تو آنکھوں

سے آنسو جاری ہو جاتے جس کے آنسوؤں کو جبریل موتیوں کی طرح چن کر شبنم کی طرح عرش بریں پر بکھیر دیتا تھا۔

کون خاتون جنت :- جس کے حضور علامہ اقبال عقیدت کے پھول اس طرح پیش کرتے ہیں

مریم است نسبت عیسیٰ عزیز - ازسہ نسبت حضرت زہرا عزیز

نور چشمِ رحمتہ العالمین - آں امام اولین و آخرین

بانوئے آں تاجدارِ صلواتی - مرتضیٰ - مشکل کشا - شیر خدا

مادر آں مرکز پر کارِ عشق - مادر آں قافلہ سالارِ عشق

اس کے بعد اقبال فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں میں قانون خداوندی کی زنجیر ہے

اور رسول کریم ﷺ کا پاس ہے ورنہ میں سیدہ فاطمہ جنت خاتون کے مزار اقدس کا طواف کرتا اور قبر انور پر سجدہ کرتا۔

کون خاتون جنت :- جو جنت الفردوس میں مع اپنے شوہر اور اولاد کے اسی محل میں قیام

فرمائیں گی۔ جہاں سردارِ انبیاء ہوں گے۔ ان رسول اللہ ﷺ اخذ مع حسن و

حسین فقال من احببني اخت هذين و اباها و امها كان معي في درجته يوم

القيامته اني و اياك و هذين وهذا الراقذي مكان واحد يوم القيامته .

آنحضرت بافاطمہ خطاب کر دمن و تو و علی و حسن و حسین ایک مقام و مکان خواہیم بود (اشعرتہ

اللمعات ۲ ص ۶۸۴۔

کون خاتون جنت :- جسے امام الانبیاء نے انسانی حور فرمایا ہے اینتی فاطمہ حوراء

آدمیتہ لم تحض و لم تطمٹ .

کون خاتون جنت :- جس کا لقب بتول ہے اور بتول اس کو کہتے ہیں جس نے عورتوں کے کسی

مرض کو نہ دیکھا ہو جو حیض و نفاس کی آلودگیوں سے منزہ سے پاک ہو۔ البتول التی لم

ترحمته قط الی لم تحض من اسماء قال قبلت ولد الحسن فلم راها دما

فقلت یا رسول اللہ ﷺ لم ارها فاطمہ ( ما فی حیض و لانفاس فقال محمد

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اما علمت النبي طاهرة مطهرة -

کون خاتون جنت :- جس کے پردے کا احترام کرتے ہوئے ملک الموت ان کی روح مبارک قبض کرنے پر راضی نہ ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے دست قدرت سے ان کی روح قبض فرمائی۔

اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ - جملہ ارانے عصمت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہر نے - اس روائے نزاکت پہ لاکھوں سلام

آبِ تطہیر ہیں جن کے پودے جمے - اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

سیدہ، زاہدہ، طیبہ، طاہرہ - جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

کون خاتون جنت :- جو زہرا بھی ہے اور زاہرہ بھی، طیبہ بھی ہے اور طاہرہ بھی، نیرہ بھی ہے اور منورہ بھی، منیرہ بھی ہے اور مطہرہ بھی، عتیقہ بھی ہے اور صدیقہ بھی، عقیقہ بھی ہے اور عنیفہ بھی - عالمہ بھی ہے اور فاضلہ بھی، عابدہ بھی ہے اور زاہدہ بھی، عقیلہ بھی ہے اور عاقلہ بھی، امینہ بھی ہے اور آمنہ بھی، صابرہ بھی ہے اور شاکرہ بھی، ناصرہ بھی ہے اور منصورہ بھی۔

ہاں ہاں وہی خاتون جنت جو معصومہ بھی ہیں اور مخدومہ بھی، صائمہ بھی ہیں اور عاصمہ بھی الحسنہ بھی ہیں اور مکرمہ بھی، عاملہ بھی ہیں اور معلّمہ بھی، راضیہ بھی ہیں اور مرضیہ بھی، قریشیہ بھی ہیں اور ہاشمیہ بھی، وسیلہ بھی ہیں اور کفیلہ بھی۔

کون خاتون جنت :- جس کی تعریف کا حق نہ کوئی ادا کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی کر سکتا ہے۔

رنگ بہار باغ رسالت ہیں فاطمہ - سرچشمہ فیاض ولایت ہیں فاطمہ

امید گاہ حشر و قیامت ہیں فاطمہ - دنیا میں وجہ آیت و رحمت ہیں فاطمہ

روح روانِ نخبتن و جانِ فاطمہ - آلِ عبا کی دوسری آیت ہیں فاطمہ

معصومیت پہ جسکی حورو ملک کوناز - نقد و متاع عزت نبوت ہیں فاطمہ

شیخ محدث دہلوی اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں بداں کہ چوں ایں



حدیث ولایت بر فضل فاطمہ پر تمام نساء مومنات۔ حتیٰ از مریم و آسیہ و عائشہ صدیقہ عنہن کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ تمام مسلمان عورتوں پر حضرت فاطمہ کی فضیلت ثابت کرتی ہے یہاں تک کہ حضرت مریم و آسیہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ صدیقہ پر بھی اوو اسی چیز کو اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس پیکر شرم و حیاء مجسمہ عفت و عصمت تطہیر طہارت و نفاست اور آئینہ صدق محمدی کا عزت و آبرو اور تعظیم و تکریم کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے اے سیدہ دو جہاں تیرے پردے کے ثار، اے خاتون جنت تیری شرم و حیاء پر قربان اور اے شہزادی، کونین تیری عصمت اور عفت پر فدا، تیرا پاک نام وسیلہ، نجات، تیرا ذکر جمیل باعث حسنات اور تیری چادر تطہیر سایہ رحمت،

سید المرسلین ﷺ کی وفات کا وقت جب قریب آیا یعنی لقائے خداوندی کا وقت قریب پہنچا تو بنت رسول سیدہ دو جہاں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی نور دیدہ مصطفیٰ ﷺ نے پوچھا کہ کون ہے جواب آیا کہ اعرابی ہوں۔ جگر گوشہ رسول نے پوچھا کیوں آئے۔ عرض کی گئی خلاصہ کائنات کی عیادت کرنے آیا ہوں خاتون جنت نے فرمایا۔ کل آنا۔ آنے والا لوٹ گیا دوسرے دن کا شانہ نبوت پر پھر دستک ہوئی حضرت زہرانے پوچھا کون ہے فرمایا اعرابی ہوں حضرت بتول نے پوچھا کیوں آئے ہو فرمایا۔ آقا کی مزاج پرسی کرنے آیا ہوں خاتون جنت نے فرمایا حضور کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ دروازے پر دستک دینے والا اور حضرت فاطمہ کے ساتھ گفت و شنید کرنے والا عزرائیل تھا جس نے ابتدائے افزائش سے لے کے آج تک اندر آنے کی اجازت نہیں مانگی اور نہ ہی قیامت تک وہ ایسا کرے گا لیکن یہاں وہ جانتا تھا کہ دروازہ رسالت پر بیٹھی ہوئی پیکر عصمت و عفت اور تصویر شرم و حیاء حضرت فاطمہ ہے اگر میں اجازت کے بغیر اندر چلا گیا اور میری نظریں ان کے معصوم چہرے پر پڑ گئیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ دفتر ملائکہ سے میرا نام خارج ہو جائے۔

تیسرے دن پھر آستانہ نبوت کا دروازہ کھٹکھٹایا تو نبی کی لخت جگر نے پوچھا کہ کون

ہے جواب ملا۔ وہی کل والا اعرابی ہوں بہت دور سے آیا ہوں اتنے میں جبریل تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ملک الموت تین دن سے متواتر آ رہا ہے دروازے پر حضرت فاطمہ تشریف فرما ہیں اس لئے ان کی وجہ سے واپس چلا جاتا ہے یا رسول اللہ وہ اجازت طلب کرتا ہے۔ اس کو اندر آنے کی اجازت دے دیجئے حضور نے چشمِ رحمت کھولیں بیٹی کو فرمایا اور سینے سے لگایا کملی والے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے فرمایا بیٹی وہ اعرابی نہیں ہے وہ فرشتہ ہے جس کو ملک الموت کہتے ہیں جو تمہارے باپ کی روح قبض کرنے آتا ہے اسے میرے آستانے اور تمہارے پردے کا خیال ہے جو تین دن سے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے ورنہ اس نے آج تک کسی سے اجازت طلب نہیں کی فرمایا بیٹی صبر کرو اور پردہ کر کے دروازہ کھولو۔

پس یہ سن کر سیدہ دو جہاں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہوتے بھی کیوں نہیں آج یہ جنت کی شہزادی اور جنت کی عورتوں کی سردار اپنے باپ کی شفقت سے محروم ہو رہی ہے امام الانبیاء کے وصال کے بعد جب تک سیدہ عالم زندہ رہیں کسی نے بھی انہیں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ بلکہ تمام دن اور رات آنکھوں سے آنسو جاری رہے اسی لئے رحیم و کریم باپ کی جدائی، مشفق اور شفیق والد کی شفقت سے محرومی اور یتیمی کا احساس۔ کبھی حضرت علی کے قدموں میں گر کر روتیں اور کبھی شہزادوں کو گود میں لے کر آہیں بھرتیں اور جب یہ نور مصطفیٰ روتیں تو عرش کے فرشتے بھی ساتھ دیتے جنت کے غلمان بھی روتے فردوس بریں کی حوریں بھی روتیں آسان اور جنت کے رضون روتے غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ روتا تھا

یہ ہنستی تھی تو فطرت بے خودی میں مسکراتی تھی

یہ روتی تھیں تو ساری کائنات آنسو بہاتی تھیں

علامہ اقبال فرماتے ہیں

سیرت فرزند ہا از امہات۔ جوہر صدق۔ صفا از امہات

مزرع تعلیم را حاصل بتول۔ مادران اسوۂ کامل بتول

ہوشیار از دست برد روزگار۔ گیر فرزند ان خود را در کنار  
 فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند۔ چشم ہوش از اسوہ زہرا مہند  
 تا حسینے شاخ تو بار آورد۔ موسم پیشن بہ گلزار آورد  
 اگر پندے ز درویشے پذیری۔ ہزار امت ہست تو نے مری  
 بتولے باش پٹہاں سوازیں عصر۔ کہ درد آغوش شبیرے بگیری  
 (اقبال)

## سیدہ خاتون کی شادی

ہجرت کے بعد اگرچہ کفار کی ایذا رسانی سے کافی نجات مل چکی تھی اور مکمل طور پر سکون تھا تاہم اسلام کا یہ ایک اہم اور نازک دور تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرائض و واجبات کے نئے احکام نازل ہو رہے تھے جن کا نفاذ بے حد ضروری تھا۔

مدینہ منورہ میں آئے ہوئے تقریباً دو سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ کے نکاح مبارک کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام کے منتظر تھے کیونکہ سیدہ کے رشتے کا کئی لوگ سوال کر چکے تھے آپ کی خواہش تھی کہ اس رشتہ کی پسندیدگی اور ناپسندی کا معاملہ خداوند عالم کے سپرد کیا جائے اس لئے جو بھی اس رشتے کی آرزو کرتا آپ صاف جواب دے دیتے ایک دن جناب شیر خدا علی وجہ الکریم مدینہ کے نخلستان میں اونٹ چرا رہے تھے۔ کہ جناب ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب آپ کے پاس تشریف لائے اور جناب علی مرتضیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا علی آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنت رسول کے رشتہ کی استدعا کیوں نہیں کرتے جبکہ کئی لوگ سوال کر چکے ہیں جناب علی المرتضیٰ نے سنا تو آنکھوں میں آنسو آگئے رو کر فرمایا اس عظیم سعادت حاصل کرنے کی آرزو تو ہے مگر حیا مانع ہے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ علی کے گھر والوں نے ہی مشورہ دیا تھا کہ جناب رسول

کریم سے رشتے کا سوال کریں (طبقات ابن سعد ۸ ص ۲۹)  
 تاریخ و سیر کی مختلف کتب میں یہ بھی آیا ہے کہ جناب ابو بکر صدیق اور عمر فاروقؓ  
 نے بھی رسول اللہ سے حضرت سیدہ کا رشتہ اپنی ذات کے لئے طلب کیا تھا مگر حضورؐ نے انکار  
 کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میری بیٹی فاطمہ کا رشتہ اللہ کے حکم پر موقوف ہے جیسا اللہ کا حکم ہوگا وہی  
 ہو سکے گا تو پھر انہوں نے حضرت علی کو قسمت آزمائی کا موقعہ دیا۔

## حضرت علی دربار نبی میں

حضرت علی مرتضیٰ احباب کے مشورہ پر کافی دیر سوچتے رہے اور پھر سرور انبیاء ﷺ  
 کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے پہلے نہایت ادب سے سلام کیا پھر نہایت ادب سے خمیدہ گردن  
 حضور کے سامنے بیٹھ گئے آپ نے پوچھا علی کیسے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ عرض کی۔ آقا جو  
 چاہتا ہوں وہ بیان نہیں کر سکتا اتنی بات کہنی تھی شدت حجاب و شرم و حیاء کی فراوانی سے مولا  
 مشکل کشا کے اعضاء تن گئے اور چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا آپ نے فرمایا علی مت گھبراؤ اور دل  
 کی بات بغیر جھجک زبان پر لے آؤ۔ مولا علی کو آپ کی مشفقانہ گفتگو سے یہ امید بندھ گئی تو عرض  
 کی آقا اور میرے مولا علی پر آپ کے پہلے ہی اس قدر زیادہ احسان ہیں کہ میں ان کے بوجھ  
 تلے پڑا ہوا ہوں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ میری پرورش بھی آپ کے ٹکڑوں پر ہوئی ہے اور میری  
 زندگی کی ہر سانس آپ ہی کی عطا کی مرہون منت ہے پھر حیدر کرار نے شرماتے ہوئے سیدہ  
 کے رشتہ کے لئے عرض کر دی امام الانبیاء نے زیر لب مسکراتے ہوئے فرمایا ہم اگر تمہارا سوال  
 قبول کر لیں تو بتاؤ تمہارے پاس فاطمہ کے نکاح کے لئے کون کون سی چیز ہے؟

جناب علی المرتضیٰ نے حضور کی شفقت دیکھ کر شدت جذبات سے آنکھوں میں  
 آنسو آ گئے بارگاہ رسالت میں عرض کی آپ علی سے زیادہ سامان کو علی سے زیادہ جانتے ہیں  
 سوال غیب دان ہے ظاہر ہے کہ علی کے پاس ایک گھوڑا ایک زرہ اور ایک تلوار ہے اور کوئی چیز  
 نہیں امام الانبیاء نے فرمایا ٹھیک ہے تم یہیں بیٹھو ہم اپنی بیٹی سے پوچھ کر بتاتے ہیں۔

## رضائے فاطمہ

حضرت علیؑ کو وہیں بٹھا کر امام الا بنیا علیؑ جناب سیدہ کے پاس تشریف لے گئے اور جا کر فرمایا بیٹی علیؑ نے تمہارے نکاح کے لئے پیغام بھیجا ہے اللہ تعالیٰ کی بھی یہی رضا ہے اور اللہ کا رسول بھی اس رشتے کو پسند کرتا ہے اب تم اپنی مرضی بھی بتادو کہ علیؑ کو یہ خوشخبری دے دی جائے جناب سیدہ نے جب یہ سنا تو حیاء سے گردن جھکالی اور نہایت خاموشی سے حضورؐ کی خدمت میں کھڑی رہی۔ امام الا بنیا علیؑ بیٹی کی خاموشی کو اس کی رضامندی سے محمول کرتے ہوئے واپس تشریف آئے اور حضرت علیؑ سے فرمایا تمہیں مبارک ہو تم اللہ کے رسول کے داماد بن رہے ہو۔

حضرت علیؑ نے جب یہ خوشخبری سنی تو چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی آنکھوں میں مسرت کی چمک دل میں خوشیوں اور راحتوں کا جہاں آباد ہو گیا حضرت علیؑ نے زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت چار سو اسی درہم حاصل ہوئی جو حضرت علیؑ نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دی۔

## سیدہ طاہرہ کا نکاح آسمانوں پر

حضورؐ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ تمام صحابہ کو بلا لائیں تمام صحابہ کرام جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ آیا جس کا نام وسلائیل ہے اس نے کہا یا رسول اللہؐ کہ میں عرش کو اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک ہوں میں نے اپنے پروردگار سے آپ کو بشارت دینے کی اجازت حاصل کی ہے پھر یہ اطلاع دی کہ خداوند عالم نے میری بیٹی کا نکاح میرے بھائی علیؑ کے ساتھ آسمانوں پر کر دیا ہے اور میں پہلی بار زمین پر بشارت لے کر حاضر ہوا ہوں اور ابھی وہ فرشتہ ہمارے پاس موجود ہی تھا۔ کہ حضرت جبریل تشریف لائے انہوں نے ہمیں اللہ رب العزت کا سلام پہنچایا اور پھر یہ خوشخبری دی کہ اللہ

تعالیٰ نے علی اور فاطمہ کا نکاح چالیس ہزار فرشتوں کی موجودگی میں کر دیا ہے خطبہ نکاح حضرت آدمؑ نے پڑھا تھا اور پھر جنت کے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا جس پر نور کے ساتھ دو سطروں میں نکاح نامہ لکھا ہوا تھا پیش کیا نکاح نامے کی تحریر درج ذیل ہے۔ اتی الملک اسمہ وسطائیل وقال یا محمد ﷺ انا الموکل باحدى قوائم العرش سالت ربی ان یاذن لی بشارتک وهذا جبریل قال جبریل اخبرنی ان اللہ قد زوجک فاطمہ و رشید علی تزوجها اربعین الف ملک و آدمیته الی شجرة طوبی ان انشر علیهم الدر و لیاقوت و لمحلی و لمحلل فهم بینها دون به الی یوم القیامتہ۔

### واللہ غالب علی امرہ

آسمانوں پر نکاح ایک قدرتی امر ہے دنیا میں جتنی بھی شادیاں ہوتی ہیں مشیت ایزدی سے ہوتی ہے ورنہ لڑکی مغرب کی اور لڑکا مشرق کا دونوں کا ملنا اگر امر ربی نہیں ہے تو اور کیا ہے یہ عام محاورہ ہے کہ نکاح آسمانوں پر ہوتا ہے ایک آدمی کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے مشیت ایزدی شامل ہے تو شادی کامیاب ہوتی ہے اور اگر مشیت ایزدی نہیں تو عین وقت پر ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ شادی دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ اور دولہا صاحب خالی بارات لے کر واپس چلے جاتے ہیں اور لڑکی کا نکاح اور کسی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

### سیدہ کا نکاح زمین پر

ادھر آسمانوں پر سیدہ کے نکاح مبارک کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں جنت الفردوس کو دلہنوں کی طرح سجایا گیا ہے ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہیں اور حوریں بھی صد مبارک کی صدا لگا رہی ہیں رضوان، غلمان، الگ خوشیاں منا رہے ہیں کیوں نہ منائیں کس کی شادی ہے دلہا اور دلہن بھی معمولی نہیں۔

دلہن امام الانبیا ﷺ شہنشاہ کون و مکاں کی دختر۔ شادی کس سے ہو رہی ہے جو حیدر کرار ہے شہنشاہ کون و مکاں کا بھائی۔ لافسی الاعلیٰ لاسیف الاذوالفقار جسکی شان ہے ایسی شادی پر خوشیاں کیوں نہ منائی جائیں۔

دونوں جہاں خوشیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کس قدر عظیم ہے بنت رسول کی شان جن کی شادی کا اہتمام وانصرام خداوند والجلال کر رہے ہیں جہیز بھی خود عطا کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو محمد کی بیٹی نے بھی اپنا سب کچھ راہ خدا میں خرچ کرنا ہے اب جہیز کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔ دونوں جہان کے بادشاہ کی بیٹی کا جہیز دیکھیں اور اس کا حق مہر ملاحظہ فرمائیں پھر کبھی وقت ملے تو اپنا محاسبہ بھی کریں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین امام الانبیاء کے گرداگرد نہایت ادب واحترام سے بیٹھے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے چودھویں کا چاند بصد حسن ورعنائی ستاروں کی جھرمٹ میں جلوہ فگن ہونہایت نہایت ہی سادگی کے ساتھ تقریب نکاح منعقد ہے امام الانبیاء بیٹی سے نکاح کی اجازت حاصل کر چکے ہیں کہ تمہارا نکاح چار صد مثقال سکہ چاندی حق مہر کے عوض علی بن ابی طالب سے کیا جا رہا ہے۔ بعد ازاں آپ نے مسکراتے ہوئے حضرت علی کو فرمایا۔ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ چار سو مثقال حق مہر کے عوض تمہارے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیں کیا تمہیں منظور ہے حضرت علی نے مودبانہ عرض کیا مجھے منظور ہے یا رسول اللہ! تم دخل علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ فبسم رسول اللہ ﷺ وسلم وجہہ وقال ان اللہ عزوجل امر ربی ان زوجک فاطمہ علی ان مائتہ مثقال فضتہ ارضیت بذالک قال علی رضیت ذالک قال علی رضیت ذالک یا رسول اللہ۔

## خطبہ نکاح

الحمد لله المحمود وبنعمته المعبود وبقدره المرهوب من عذابه سطوته  
النافذ امره في سماوه دافيته بحكمته الذي خلق الخلائق بقدراته ويلزم

احکامہ و اعزہم بدینہ محمد و ملتہ ان اللہ تبارک و تعالیٰ و اسمہ تعالت  
 عظمتہ جعل الصاہرہ سبباً الا حقاً و امراً مقرضاً و قبح بہ الا حکام انوم بہ  
 الاعترام فقال المزمین قائل وهو الذی خلق الماء و نسیاً و سہراً و کان ربک  
 قدیراً فامر اللہ بقضاء ۃ بجرى بقدرہ و بکل قضاء و قدر و لكل اجل کتاب۔  
 ترجمہ:- ہم شکر کرتے ہیں اس خداوند کریم کا جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے ہر تعریف و تحسین کا  
 سزاوار ہے اور اپنی قدرتوں کے باعث لائق پرستش ہے اس کی سلطنت و سطوت ہر جگہ قائم  
 ہے۔ آسمانوں اور زمینوں پر اسی کا حکم ہے اسی نے تمام مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا  
 ہے اور پھر اپنے احکام کے لئے ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ فرما دیا اور اپنے دین کے  
 ذریعے انہیں سرفراز کیا اور اپنے نبی محمد کے ذریعے ان کو نصیحتیں عطا فرمائیں بلا شک و ریب  
 اس کے نکاح کو ایک ضروری جہیز قرار دیا اور اس نے خود فرمایا اور وہ جس نے خود پیدا کیا انسان  
 کو پانی سے اور قائم کیا ان کے لئے رشتہ سسرال کا تیرا پروردگار قدرت والا ہے خدا تعالیٰ نے  
 ہر کام قضا کے تحت کر دیا اور اس کی قضا و قدرت کی پابند ہے ہر قضا و قدر اور ہر قدر کے لئے  
 وقت مقرر ہے۔ ہر وقت مقرر کے لئے کتاب یعنی لوح محفوظ ہے آپ نے خطبہ ختم فرمایا تو  
 تمام صحابہ کرام فرداً امام الانبیاء ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مبارکباد اور ہدیہ تبریک  
 پیش کیا جو سب میں چھوہارے تقسیم کئے گئے اور یہ دنیا کی عظیم ترین تقریب انتہائی اختصار اور  
 سادگی کے ساتھ چند لمحوں میں اختتام پذیر ہو گئی۔

## دعوت ولیمہ

خوشبو اور چھوہارے خریدنے کے بعد حیدر کرار کی زرہ سے جو تھوڑی بہت رقم بچی تھی اس سے  
 سادہ قسم کی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا صحابہ کرام کو بلا کر ان کے لئے دسترخوان بچھایا اور حاضر  
 ان کے سامنے رکھ دیا کھانا کھانے کے بعد صحابہ کرام چلے گئے تو آپ نے امہات المؤمنین کو  
 کھانے پر بلایا اور مٹی کا ایک پیالہ منگوا کر اس میں قدر کھانا رکھ کر آپ نے اپنی ازواج



مطہرات کے سپرد کر دیا اور فرمایا یہ کھانا علی اور میری بیٹی کا حصہ ہے۔

باقی ماندہ کھانا تقسیم ہو چکا تو آپ نے حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کو اپنے پاس بلایا آپ نے بیٹی کی پیشانی چوم کر بیٹی کے سر کو سینے سے لگا کر شفقت بھرے اور محبت پدری میں ڈوبے ہوئے الفاظ سے اطمینان دلایا اور پھر پانی کے ایک پیالہ میں دم کر کے جناب علی اور جناب سیدہ فاطمہ زہرا کو دے دیا۔ اور جناب فاطمہ اور حضرت علی کے سینوں پر تھوڑے سے پانی کے چھینٹے مارے باقی پانی دونوں کو پلا کر کھانے کا وہ پیالہ جو ان کے لئے رکھا ہوا تھا منگوا یا پہلے وہ پیالہ حضرت علی کو پیش کیا اور باقی بچا ہوا کھانا جناب سیدہ زہرا کو دے دیا جناب علی اجازت لے کر باہر چلے گئے تو جناب سیدہ نے چند لقمے کھانا تناول فرمایا امام الانبیاء ﷺ بیٹی کے پاس بیٹھے رہے اور شفقت بھری گفتگو فرماتے رہے اور آپ آج بے حد خوش تھے اور اسی خوشی کی زیادہ وجہ یہ تھی کہ آپ جناب خدیجہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کر رہے تھے آپ اپنی بیٹی کے نکاح کے فرائض پورے اہتمام کے ساتھ خود ادا فرماتے رہے اور کسی کام کو بھی کسی دوسرے پر نہیں چھوڑتے تھے۔ اور پھر آپ بیٹی کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ پھیر کر مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ تمام امہات المؤمنین کو بھی اس شادی مبارک کی بے حد خوشی تھی رات کے وقت مدینہ منورہ کی بچیاں جناب سیدہ کے پاس جمع ہو کر دف بجا کر خوشیاں مناتی رہیں۔

## شادی کے وقت عمریں

مستند و معتبر قول یہی ہے کہ شادی کے وقت جناب سیدہ النساء العالمین کی عمر

مبارک پندرہ سال اور کچھ ماہ تھی اور جناب علی المرتضیٰ کی عمر اکیس سال اور کچھ ماہ تھی۔

وتزوجت فاطمہ بعلی بن ابی طالب فی السنۃ الثانیۃ بامر اللہ سبحانہ و

تعالیٰ۔ یعنی سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ۲ھ میں خدا تعالیٰ کے حکم

سے ہوا اس وقت جناب فاطمہ کی عمر پندرہ سال اور پندرہ یوم تھی اور جناب علی المرتضیٰ کی عمر

مبارک اکیس سال اور پانچ ماہ تھی (انوار المحمدیہ۔ مواجب الانبیاء ص ۱۷۶)

## شہزادی کونین کی رخصتی

نکاح کے تھوڑے عرصے بعد حضور اکرم کی دایہ حضرت ام ایمنؓ جناب حیدر کرار کے ارشاد پر سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ایک کام کے لئے حاضر ہوئی ہوں آپ نے فرمایا فرمائیے کیا کام ہے جناب ام ایمن نے بعد آداب عرض کیا کہ میں علی کا پیغام لے کر حاضر ہوئی ہوں وہ آپ سے بوجہ حجاب براہ راست عرض کرنے کی ہمت نہیں پاتے لہذا انہوں نے یہ کام میرے ذمے لگایا ہے کہ آپ کی خدمت میں جناب سیدہ کی رخصتی کے متعلق عرض کروں اور میں اپنی طرف سے بھی التجا کرتی ہوں کہ آپ علی کی درخواست قبول کریں۔

امام الانبیاء ﷺ نے نہایت شفقت بھرے انداز میں فرمایا کہ آپ کا حکم سر آنکھوں پر آپ آج ہی علی کے ہمراہ تشریف لے کر آئیں جناب ام ایمن خوشی خوشی واپس چلی گئیں تو آپ نے امہات المؤمنین کو ارشاد فرمایا کہ آج فاطمہ کو علی کے گھر بھیج دیا جائے گا اس لئے رخصتی کے انتظامات کروادھر جناب سیدہ زہرا کے شوہر کے گھر پر رخصتی کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور ادھر جناب سیدہ کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب پوری قوت اور روانی سے بہ رہے تھے۔

سینے میں یادوں کے طوفان اٹھے ہوئے تھے دل ایسے تھا جیسے ڈوبتا جا رہا تھا ماں کی شفقت بھری یاد آتی تو سینے پر چھریاں چل جاتیں دردِ عالم کا ایک طوفان اٹھا ہوا تھا اگرچہ دیگر امہات المؤمنین ہر کام میں پوری دلچسپی لے رہی تھیں مگر ماں، ماں ہی ہوتی ہے ماں کی کمی کوئی دوسرا پوری نہیں کر سکتا ہے بیٹی کی ڈولی اٹھواتے وقت ماں کی موجودگی کس قدر ضروری ہوتی ہے اسے یا تو ماں ہی جان سکتی ہے یا سسرال جانے والی بیٹی جان سکتی ہے۔ بیٹی کی رخصتی کے وقت ماں کے دل میں کیا کیا ارمان ہوتے ہیں یہ ماں کو ہی معلوم ہوتا ہے اب سید الانبیاء علیہ السلام کی بیٹی جناب سیدہ فاطمہؓ سسرال جانے لگتی ہے۔ تسلیاں دینے اور امور خانہ داری نبھانے

والی ماں کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے لڑکیوں کی زندگی کا عظیم ترین مرحلہ ان کا پہلی بار سسرال جانا ہوتا ہے اس مرحلے میں کچھ انجانی خوشیاں ہوتی ہیں اور انجانے خوف بھی مگر امام الانبیاء کی بیٹی کی خوشیاں ماں کی یادوں میں ڈوب چکی تھیں پھر غم کے ان طوفانوں کو سینے میں دباتے ہوئے شہزادی رسول باپ کے گھر سے الوداع ہو جاتی ہے رسول معظم ﷺ بیٹی کو الوداع کہہ رہے ہیں اور آپ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا آپ نے بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ فرمایا بیٹی فاطمہ۔ الوداع اللہ تمہیں خوش رکھے۔

## بنت رسول کا جہیز

امام الانبیاء ﷺ نے اپنی بیٹی کو جو جہیز عطا فرمایا اسکی تفصیل کتب تاریخ اور سیر میں

اس طرح ہے۔

(1) چادر ایک (2) چکی ایک (3) بسترہ سادہ ایک (4) مٹی کے گھرے دو (5) کھجور کے پتوں کی چٹائی ایک (6) گلاس چار عدد (7) تانبے کا لوٹا ایک (8) کپڑوں کا جوڑا ایک (9) اعلیٰ کپڑے کی قمیض (10) چاندی کے بازو بند ایک جوڑی (11) موٹے کپڑے کا جوڑا ایک مندرجہ بالا سامان کے علاوہ چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھی ہوئی قرآن پاک کی چند سورتیں جو تاجدار دو عالم ﷺ اور شہنشاہ کون و مکاں کی بیٹی کو جہیز میں دی گئیں اور جن چیزوں کی تفصیل ہم نے پیش کی ہے یہ زیادہ سے زیادہ ہے اب آپ خود اندازہ فرمائیں کہ اگر سارے کا سارا سامان بھی اس مقدس اور عظیم خاتون کا جہیز ہو جو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے تو ہماری بیٹیوں کے جہیز کی تفصیل کیا ہونی چاہئے ہم یہ نہیں کہتے۔

بیٹی کا حصہ باپ کے گھر میں ہے بالیقین۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قائم رہے اعتدال

سلیمان کی بیٹی کی شادی اور اس کا جہیز

ایک دن سرکار دو عالم ﷺ صحابہ کے جہر مٹ میں تشریف فرما ہیں ستاروں کے

جہر مٹ میں اپنی چاندنی بکھیر رہے ہیں سرکارِ دو عالم ﷺ نے اچانک حضرت سلیمانؑ کی بیٹی کی شادی کا ذکر چھیڑ دیا کہ انہوں نے اپنی بیٹی کے جہیز میں بے شمار سامان دیا اور اپنے داماد کے لئے اس قدر بیش قیمت تاج بنوایا اس میں سات قیمتی موتی جڑے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے بیٹی کی شادی میں جو نعلین دی اس میں بھی سات بیش قیمت لعل لگائے گئے تھے۔

امام الابنیا علیہ السلام سے یہ قصہ سن کر حیدر کرار گھر تشریف لائے اور سارا واقعہ من و عن جناب سیدہ زہرا کے گوش گزار دیا۔

سیدہ خاتون جنت نے جب یہ قصہ سنا تو دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے علی المرتضیٰ نے اس وجہ سے یہ بات دہرائی ہو کہ حضرت سلیمان نے اپنی بیٹی کو اس قدر قیمتی جہیز دیا اور داماد کو جو اہر نگار تاج دیا تھا اور تمہارے باپ نے جہیز میں اس قدر مختصر سامان دیا ہے۔

رات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خواب دیکھا کہ جنت الفردوس میں بنت رسول سیدہ فاطمہؑ ایک جوہر نگار تخت پر بصد عزت و تمکنت تشریف فرما ہیں جنت کی حوریں بصد عزت و احترام صف بستہ آپ کے سامنے کھڑی ہیں ان میں ایک لڑکی جس کا حسن و جمال اور شان و شوکت حوروں کے حسن و جمال پر غالب ہے۔ ہاتھوں میں دو طشت موتیوں اور جوہرات سے بھرے ہوئے تھے کھڑی ہیں اور ان کی نگاہیں جناب سیدہ فاطمہ کی جانب اس شوق سے بار بار اٹھ رہی ہیں کہ آپ اس کی طرف ایک بار نگاہ التفات سے دیکھ ہی لیں۔

جناب حیدر کرار نے جناب سیدہ سے پوچھا یہ لڑکی کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کی صاحبزادی ہے خدا نے اسے میری خدمت کرنے پر مامور فرمایا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ صبح بیدار ہو کر جب اپنا خواب جناب سیدہ کو سنایا تو آپ نے سجدہ شکر فرمایا۔ عبارت ملاحظہ کیجئے۔ روایتے ہست کہ روزے رسول می فرمود کہ سلیمانؑ کے از برائے دختر جہیز بسیار ترتیب کردا بود از برائے داماد تاج ساختہ ہفت صد گوہر نمین دروے نشانہ۔ امیر المومنین اس سخن شنیدہ بود نزد فاطمہ رضی اللہ عنہا سخن را نقل کرد فاطمہ الزہرا انی

اللہ عنہا در خاطر آمد کہ شاید علی را خاطر گزشتہ باشد کہ ایک پیغمبر سلیمانؑ بود و یک پیغمبر رسالت  
مآب دختر آں پیغمبر ایں چنین و دختر ایں پیغمبر ایں چنین

و آں داؤد اماراتاج و ایں فقر و وفقہ دا احتیاج

شبے ضحانوں جنت را نجواب دید کہ صدر بہشت بر تحت ناز با کمال اعزاز نشسته حوران  
جنت در حوالی وصف کشیدہ و دختر می دید۔ در غایت حسن و جمال باز یور و حلی بسیار دو طبق نثار  
در دست گرفته از گوہر و دیگر یاقوت در نظر فاطمہ ایستادہ منظر فاطمہ دے دے نظری کرد علی پرسید  
کہ ایں دختر کیست۔ فاطمہ گفت ابن دختر سلیمان ایست کہ حق اللہ در خدمت من تعین فرمود۔  
آں روز کہ اندیشہ او محاط من در آمدہ خود (مقدمہ معارج التیوۃ ص ۱۲۰)

## سیدہ زہرا کی ایک شادی میں شرکت

قریش مکہ کی چند عورتیں قیمتی لباس پہنے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض  
کی اے ابوالقاسم۔ اگرچہ ہمارا مذہب آپ سے جدا ہے لیکن رشتہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے  
اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کو ہمارے گھر ایک شادی کی تقریب میں بھیج دیجئے۔

قریش کی یہ عورتیں اپنی دولت و امارت اور عیش و عشرت کے مقابلے میں حضرت  
خاتون جنت کے دنیاوی فقر و فاقہ اور ظاہری غربت و افلاس کا مذاق اڑانا چاہتی تھیں لیکن  
شاید وہ اس حقیقت سے نا آشنا تھیں اور نہیں جانتی تھیں کہ کس دولت مند اس کے سیم و زر کے  
خزانے اور کسی شہنشاہ کا تخت و تاج اور یہ دارا و سکندر کی شان و شوکت اسی گھرانے کا ہے اور  
الفقر فخری کو اپنی زندگی کا معیار بنانے والے اگر مکہ کی پہاڑیوں کو اشارہ کریں تو پہاڑوں کا  
ایک ایک پتھر لعل و جواہر میں تبدیل ہو جائے۔

پہلے تو امام الانبیاء خاموش رہے اور فرمایا۔ اچھا تم چلو میری بیٹی فاطمہ ابھی آتی ہے

وہ عورتیں واپس چلی گئیں۔ تو نبی کریم ﷺ اٹھے اور حضرت زہرا کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا میری شان رحمت اور شفقت اور مقام کرم کا یہی تقاضا ہے کہ میرے دروازے پر آیا ہوا سوالی خالی نہ جائے اسی بنا پر میں نے قریش کی امیرزادیوں سے ان کی کسی شادی پر بھیجنے کا وعدہ کر لیا ہے بیٹی تمہارا کیا ارادہ ہے؟ مادر حسنین نے عرض کی۔ ابا جان آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر میں خیر ان ہوں کہ قریش کے سرداروں کی عورتیں ہوں گی جو ریشمی لباس میں ملبوس اور سونے چاندی کے زیورات سے آراستہ ہوں گی اور اس شادی کی مجلس میں آئیں گی مگر اپنی حالت یہ۔

زربفت کے پردے میں کنیروں کے مکاں میں

یہ کہنہ روا بنت پیغمبر کے لئے ہے

اور جب وہ میرے پہنے ہوئے لباس اور پرانی چادر کو دیکھیں گی تو نہ صرف میرا بلکہ اسلام کا بھی مذاق اڑائیں گی کملی والے آقا نے فرمایا اے جان پدر۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بے شک وہ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی عورتیں ہیں مگر تم بھی تو سید المرسلین شہنشاہ دو عالم کی بیٹی ہو وہ مکہ کے سرداروں کی عورتیں ہیں مگر تم جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو ان کے پاس دنیا کا ساز و سامان ہے اور تمہارے پاس دولت ایمان ہے اور کل حشر کے میدان میں جب یہ برہنہ ہوں گی تو اس وقت تمہاری ہی چادر نظر رحمت و بخشش کا سایہ گنہگاروں کے سروں پر ہوگا اور سایہ بن کر یہی چادر چھا جائے گی۔

امام الانبیاء ﷺ ابھی باتیں کر رہے تھے کہ حضرت جبریل حاضر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کرنے کے بعد عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خدا فرماتا ہے کہ سیدہ طاہرہ کو کہہ دو کہ وہ قریش کے سرداروں کی امیرزادیوں کے گھر جاتے ہوئے اپنے پھٹے ہوئے لباس اور پرانی چادر پر ناراض نہ ہوں بلکہ وہ اسی لباس میں ہی جائیں اور پھر ہماری شان قدرت دیکھیں سیدہ دو عالم کا خیال ہے کہ وہ میرے پرانے اور پھٹے ہوئے لباس کو دیکھ کر مذاق

اڑائیں گے۔ اور ہماری مرضی یہ ہے کہ یہی عورتیں حیا اور حسن و جمال پر پروانہ وار نثار ہو کر عقیدہ کفر سے نجات پائیں گی۔

محبوب خدا ﷺ نے اپنی لخت جگر کو بارگاہ الہی کا یہ مشردہ سنایا تو شہزادی اٹھی اور گلیم فقر جسم اطہر پر لپیٹی چادر سر پر رکھی اور لباس شرم و حجاب زیب تن کیا اور تنہا ہی سوئے خانہ شادی روانہ ہو گئیں اور ادھر تمام زنانہ قریش منتظر تھیں کہ آج ہمارے دولت کدہ جاہ و حشمت میں انگلی کے ایک اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کر دینے والے کو اپنی بیٹی اور اپنے اعجاز نبوت سے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دینے والے کہ کس سح دھج فاخرہ لباس اور کون سی قیمتی لباس میں یہاں آئے گی راہ دیکھ رہی تھیں کہ اچانک ان کے کانوں میں آواز آئی کہ تعظیم و تکریم کے لئے کھڑی ہو جاؤ اس لئے کہ رسول پاک کی بیٹی حضرت فاطمہ تشریف لا رہی ہیں غرضیکہ تمام عورتیں باادب کھڑی ہو گئیں پھر انہوں نے دیکھا کہ سیدہ زہرا اپنے حسن و جمال باطنی سے خانہ شادی میں درود یوار کو روشن کرتی ہوئی اس شان و شوکت سے جلوہ افروز ہو رہی ہیں کہ سینکڑوں کنیریں پاک دامن ارد گرد ساتھ آ رہی ہیں کسی نے چادر تطہیر کا دامن عفت اٹھا رکھا ہے اور ہر قدم کے نشان پر بوسے دے رہی ہیں۔ اور کوئی پنکھا جھلاتی آ رہی ہے بس پھر کیا تھا حضرت خاتون جنت کے اس جاہ و جلال کو دیکھ کر آنکھیں زنانہ قریش کی شرم سے جھک گئیں اور ٹھٹک کر رہ گئیں کہ کسی میں تاب نگاہ نہ رہی اور پوچھنے لگیں۔ من این لک۔ اے فاطمہ ایسا خوبصورت لباس تجھے کہاں سے ملا ہے۔ فقالت عن ابی۔ سیدہ نے فرمایا باپ سے۔ فقال من این لابیك۔ تیرے پاس کہاں سے آئے۔ فقالت عن جبریل۔ سیدہ دو عالم نے فرمایا۔ جبریل لایا ہے پھر بولیں۔ من جبریل۔ جبریل کو کہاں سے ملا۔ خاتون جنت نے فرمایا۔ فقالت عن الله من الجنة۔ اللہ نے جنت سے بھیجا ہے تو وہ تمام کی تمام باتیں سن کر کلمہ شہادت بول اٹھیں اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں اے چشم نور مصطفیٰ تیری عزت و حرمت پر قربان۔ اے شہزادی کونین تیری ظاہری شان پر خدا تیری چادر عفت اور عصمت کو سلام۔ اے مادر حسین تیرے قدموں کی خاک پر صدقے اور قربان

## شہزادی کونین کے آخری لمحات

سرکارِ دو عالم ﷺ کی لختِ جگر گوشہ رسول شہزادی کونین سیدہ فاطمہؓ کے آخری لمحات اور درد انگیز حالات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کا جو حال ہوا اس کی دردناک جھلک پیش کر رہے ہیں۔

یہ مسلمہ بات ہے کہ کسی سے جس قدر زیادہ محبت ہوگی اسی قدر شدت سے اس کے پچھڑ جانے کا صدمہ ظاہر ہوتا ہے آپ کی درد میں ڈوبی ہوئی نوحہ خوانی احاطہ تحریر میں نہیں لائی جاسکتی آپ فریاد پر فریاد کر رہی ہیں اے ابا جان آپ کہاں ہیں جبریل جس کو آپ کے وصال حق کی خبر دی۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے مزار اقدس پر جاتی ہیں جب مزار اقدس کو دیکھا تو آپ تڑپ کر رہ گئیں آپ نے لوگوں کو فرمایا تمہارے دلوں نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ کو زمین میں دفن کر دو۔ ولما دفن جاء فاطمہ فقالت کیف طابت انفسکم ان تحشون عنی رسول اللہ اتراب۔ اور پھر انتہائے کرب یا واللہ انہ محبت کا کرشمہ کہ آپ مزار اقدس کے قریب رو رہی تھیں اور حسرت ناک نگاہوں سے قبر انور کی طرف دیکھ رہی تھیں پھر حضرت علی سے سوال کرتی ہیں کہ واقعی رسول اللہ کو دفن کر دیا گیا ہے انہوں نے کہا۔ ہاں۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے دلوں نے یہ کیسے قبول کر لیا کہ رسول اللہ پر مٹی گراؤ کیا میرے والد نبی رحمت نہیں ہیں۔ فرقتِ فاطمہ نالت یا ابا حسن دفنتم رسول اللہ ﷺ الیس ذالک نبی الرحمتہ۔ حضرت علی فرماتے ہیں آپ بے شک نبی رحمت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کو کس طرح ٹالا جاسکتا ہے اور پھر آپ روتی تڑپتی زمین پر بیٹھ گئیں اور یوں حضور کے ساتھ گفتگو کرنے لگیں۔ اسی طرح عالم بے قراری میں آپ نے قبر اقدس سے خاک اٹھا کر چہرہ اقدس سے لگائی پھر بوسہ دے کر سونگھنے لگیں اور پھر فرمایا۔

جس نے میرے ابا جان کے مزار اقدس کی خاک کو سونگھ لیا تو اس کا کیا کہنا وہ آئندہ



کبھی بھی کسی قسم کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور مجھ پر جو مصیبتیں پڑی ہیں اگر یہ دنوں پر پڑتیں تو وہ راتیں ہو جائیں پھر یہ شعر پڑھے۔

ماذا على من شتم ترتبه احمد. ان لا يشم صدى الزمان غواليا  
یہ ایک دوروز کی بات نہ تھی والد گرامی کی وفات کا غم سیدہ طاہرہ کی زندگی کا جز بن گیا تھا اب آپ تھیں یا آٹھوں پہر گریہ وزاری

حسبت على لو انها . صبت على الايام ليا ليا .

امام الانبياء ﷺ کے وصال پاک کے بعد جب تک سیدہ دو عالم زندہ رہیں کسی نے بھی ان کو ہنستے نہیں دیکھا بلکہ تمام دن اور ساری رات آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے اس لئے کہ رحیم و کریم کے باپ کی جدائی مشفق شفیق والد سے شفقت کی محرومی اور یتیمی کا احساس کبھی حضرت علی کے قدموں پر گر کر روئیں تو عرش کے فرشتے بھی ساتھ روتے اور جنت کے رضوان روتے غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ روتا تھا۔

یہ ہنستی تھیں تو فطرت میں خودی بھی مسکراتی تھی

یہ روتی تھیں تو ساری کائنات آنسو بہاتی تھی

صحیح روایت میں آتا ہے کہ جناب سیدہ کے آٹھوں پہر کی گریہ وزاری اور سوز و الم میں ڈوبی ہوئی نوحہ خوانی قرب و جوار کے رہنے والے اہل مدینہ کو تڑپا کر دکھ دیا اور انہوں نے نہایت پریشانی کے عالم میں آپ کو پیغام بھیجا کہ رات کے کسی وقت رولیا کریں تاکہ ہمیں چین نصیب ہو (طبقات ابن سعد ص ۲ ص ۳ المستدرک ص ۵۶ مدارج النبوة ص ۳ ص ۴۳۲ سیرت ابن ہشام ص ۲۱۸)

اس محمود اور لامتناہی سوز و الم کو الفاظ میں کس طرح سمویا جاسکتا ہے اور کہاں تک سمجھا جاسکتا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں ایک روز سیدہ فاطمہ کے در دولت پر حاضر ہوا تو وہ

اسی طرح نوحہ خوانی کر رہی تھیں۔

اے نبی جو بھوکے روٹی بھی کبھی آپ نے پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ نبی اللہ پلنگ کے عوض چٹائی کو پسند کرتے تھے فرمایا یا نبی اللہ آپ کبھی رات بھر نہیں سوئے۔

فضائے آسمانی غبار آلود ہو چکی ہے۔ آفتاب نہار چھپ گیا شب و روز تاریک ہو گئے۔ رسول اللہ کے غم میں زمین آپ کے بعد حزن و ملال اور مصیبت کی آماجگاہ بن گئی لازم ہے کہ اس مصیبت پر مشرق و مغرب نالہ و فریاد کریں۔

چاہئے کہ آپ پر بلند شان چیزیں آنسو بہائیں جسے بیت اللہ شریف شعار کعبہ اور اس کے ارکان پر۔ خداوند عالم تو دانا ہے اپنے والد بزرگوار حبیب کبریا ﷺ کو مخاطب کر کے یوں عرض کرتی ہیں۔

یا خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے چہرہ اقدس برکت والا ہے آپ پر قرآن نازل کرنے والا خداوند عالم آپ پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

اے میرے والد محترم یا رسول اللہ جب میرا شوق شدت اختیار کر جاتا ہے تو میں روتی اور تڑپتی ہوں آپ کے مزار اقدس پر آجاتی ہوں جب مجھے میری صداؤں اور آہوں کا جواب نہیں ملتا تو میں والہانہ شکایتیں اور نوحہ خوانی کرتی ہوں۔

اے صحرا کو آباد کرنے والے رسول ہاشمی آپ کے ذکر کرتے تمام مصائب کو محو کر دیا ہے اے والد گرامی! اگرچہ آپ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں مگر آپ میرے دل سے اوجھل نہیں ہوئے۔ حضور کی وفات کا جتنا صدمہ سیدہ فاطمہ کو ہوا کسی کو نہ تھا اس قدر گریہ وزاری کرتیں۔ آپ کی گریہ وزاری پر شجر و حجر زمین و آسماں میں کوئی ایسا نہ تھا جو گریہ و زاری فاطمہ پر نالہ کناں نہ ہوا ہو۔ پرپوں کے نالہ و فغاں اور ملائکہ سماوی کی گریہ وزاری اور حقیقتاً بات بھی یہی ہے کہ وفات سید کائنات سے بڑھ کر اور غم بھی کیا ہوتا کہ چراغ عالم مخفی ہو گیا۔

آنکھوں پہ اختیار ہے اچھا نہ روئیں گے  
پر قلب زاروزار اور بے اختیار ہے

## ناقہ رسول دروازہ زہرا پر

سرکارِ دو عالم کی وفات کے بعد ایک رات سیدہ زہرا باہر تشریف لائیں تو امام  
الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ ”عصبا“ جو آپ کو فتح خیبر کے بعد حاصل ہوئی تھی ناقہ رسول نے شہزادی  
کونین کو دیکھا تو آگے بڑھی اور زبان حال سے عرض کی السلام علیکم یا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر  
آپ کو اپنے والد گرامی سے کوئی کام یا کوئی پیغام ہو تو مجھے فرما دیجئے میں آج انہیں کے پاس جا  
رہی ہوں جناب سیدہ نے والد گرامی کا ذکر اونٹنی کی زبان سے سنا تو دل بھر آیا۔ اور آنکھیں  
اشک بار ہو گئیں اور ناقہ مصطفیٰ کا سراپنی گود میں لے لیا آپ روتی بھی جا رہی تھیں اور پیار  
سے اونٹنی کی گردن پر ہاتھ بھی پھیر رہی تھیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ اللہ کو پیاری ہو گئی۔

جناب سیدہ فاطمہ نے ایک کمرے میں لپیٹ کر اسے دفن کر دیا تین روز کے بعد جب اس کی جگہ  
کو کھودا گیا تو اس کا وہاں کوئی نشان نہ تھا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا سیدہ زہرا سے گفتگو کرنا سیدہ فاطمہ کی کرامت تھی۔ اور  
اس قسم کی بے شمار کرامتیں تھیں آپ ہی کے دروازے پر جبین نیاز جھکا کر ہی لوگ صاحب  
کرامت ہوتے ہیں۔

قال نسعی خرجت فاطمہ رض ناقته النبی صلی اللہ علیہ وسلم ”العصبا“ التي اصابها عن خیر  
فقلت السلام علیک یا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لک حاجتہ الی ابیک  
فانی واہبتہ لابیہ فکبت فاطمہ رض وھبلت راس الناقۃ ھجر . حتی ماتت فی  
لک الساعۃ۔ (نزعتہ المجاس ۲ ص ۲۲۲ کتاب الفصائل)

وشر رسول شبے پر بی بی فاطمہ آمد حق تعالیٰ اور اگویامی دارو۔ گفت السلام علیک یا

بنت رسول اللہ ﷺ من بامداد خواہیم برد۔ بر پہنچ پیغامے بارگاہ رسول۔ بی بی فاطمہ و سر شتر در کنار گرفت و گفت اے یادگار عالم مشتاق پدر من والے درد غم مونس من تو ہم مرا گزاشتے و سوے رسول رسانند والسلام من بابائے من اسانند و بگوئی یا رسول اللہ اشتیاق شما غالب شدہ است دعا کن تازو بر ہم چوں روز شد شتہ مسقط از مروں۔

ترجمہ :- حضور کی ناقہ ایک رات کو سیدہ فاطمہ کے حضور میں آئی اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی عطا فرمائی تو اس نے کہا کہ اے بنت رسول السلام علیکم میں آج آپ کے ابا جان کے پاس جا رہی ہوں اگر آپ نے اپنے باپ کو کوئی پیغام دینا ہو تو ارشاد فرمائیے جب سیدہ نے ناقہ کی زبان سے یہ گفتگو سنی تو تڑپ کے رہ گئیں آپ نے اونٹنی کا سراپنی آغوش میں لے لیا اور رو رو کر فرمایا کہ اے میرے ابا جان کی یادگار اور اے میرے ابا کی زیارت کی مشتاق اور اے میری ہمدرد اور مونس و نمکسار تو مجھے چھوڑ کر جا رہی ہے جب تو ابا جان کے پاس پہنچے تو میرے ابا کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی زیارت کا شوق مجھ پر غالب آ گیا ہے دعا کریں میں آپ تک جلد از جلد پہنچ جاؤں اسی وقت ناقہ گری اور مر گئی۔

۲ رمضان المبارک ۱۱ سن ہجری کو خلاف معمول جناب سیدہ کے رخ انور سے غم و الم کے بادل چھٹ گئے اور یوں معلوم ہونے لگا جیسے آپ کو مکمل افاقہ ہو گیا ہے آپ نے گھر کے تمام کام اپنے ہاتھوں سے کئے اپنے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کے کپڑے بھی خود دھوئے اور ان کو اپنے ہاتھوں نہلا دھلا کر ستھر الباس پہنایا اور پھر اپنے دست اقدس سے ہی ان کے لئے شام کا کھانا بھی پکایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر میں تشریف لائے تو آپ کو ہشاش بشاش دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور سیدہ سے اس خوشی کا سبب دریافت کیا۔

## سیدہ کا خواب

مولائے کائنات اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابوطالب کے سوال پر شہزادی رسول سیدہ نے ارشاد فرمایا اے تاجدار ہل اتی اور اے سرتاج من میں نے نہایت ہی حسین خواب

دیکھا ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ میرے دل کا قرار ابا حضور میرے سرہانے اس انداز سے تشریف فرما ہیں جیسے کسی کے منتظر ہوں آپ کے جمال جہاں آرا کی زیارت کی تو میں بے ساختہ فریاد کرنے لگی میں نے کہا کہ اے ابا حضور آپ کہاں ہیں میں آپ کے فراق میں تڑپ رہی ہوں اور بہت بے قرار ہوں میزبانی فریاد سن کر ابا حضور نے فرمایا فاطمہ بیٹی میں تیرا انتظار کر رہا ہوں میں نے کہا ابا حضور کب تک ہمیں لینے آئیں گے۔ جب تک تم نہیں آؤ گی ہم نہیں جائیں گے۔

خواب بیان کرنے کے بعد سیدہ طاہرہ نے ارشاد فرمایا۔ یا علی مجھ پر اس وقت سے شوق زیارت مصطفیٰ کا مجھے یقین ہے میں بہت جلد ابا حضور کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ حضرت علی نے فرمایا افسوس تم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔

دلہا کباب می شود از آتش وداع۔ یارب برفتہ تو ز جہان رسم انقطاع  
اس میں صدمہ جانکاہ نے حضرت شیر خدا کی جان پر جو کچھ بنتا تھا بنا۔ پھر یہ شعر پڑھیے۔

حبیب لیس بعد حبیب . و مانسوه فی قلبی نصیب

مجھ سے وہ پیارا جدا ہو رہا ہے کہ جس کے بعد اب کوئی محبوب نہیں اور میرے دل میں اس کے سوا کسی کا حصہ نہیں نیز روایت میں آتا ہے کہ آپ نے جناب حسنین کریمین اور حضرت شیر خدا کو فرمایا۔ تینوں میرے والد بزرگوار کے روضہ اقدس پر حاضری دے آئیں ان کے جانے کے بعد آپ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ کو بلا کر فرمایا امی جان! آپ میرے لئے پانی کا انتظام کریں تاکہ میں غسل کر لوں ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے پانی کا انتظام کیا تو جناب سیدہ فاطمہ نے اس احسن طریقہ سے غسل کیا کہ میں نے آج تک کسی کو ایسا غسل کرتے نہیں دیکھا پھر آپ نے پاک صاف لباس لانے کا حکم دیا وہ پیش کر دیا گیا تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھا اور قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں۔ اور لیٹ

کر خدا سے راز و نیاز کی باتیں ہونے لگیں پھر سب کو باہر نکال دیا۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے جناب سیدہ کے ارشاد کے مطابق کچھ دیر انتظار کیا۔ اور پھر میں نے زور سے دروازے پر دستک دی۔ یا قرۃ عین رسول مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے دوبارہ آواز دی پھر بھی جواب نہ ملا تیسری آواز دے کر میں اندر چلی گئی اور آپ کے روئے مبارک سے آنچل اٹھا کر دیکھا تو شہزادی کو نین کی روح مبارک اپنے ابا کے پاس پہنچ چکی تھی۔

دنیا کی حور، تقدس کی ملکہ، عفت کی رانی، عصمت کی شہزادی، بانوئے حیدر، مادر حسین، زینب کلثوم کی امی، بنت رسول، سیدہ معصومہ، مخدومہ کائنات، عذرا بتول، سیدہ فاطمہ الزہرا بستر استراحت پر سراقوس کے نیچے دایاں ہاتھ رکھے قبلہ رخ انور کئے ہوئے یوں معلوم ہوتی ہیں جیسے آپ میٹھی نیند سو رہی ہیں۔ انا لله وانا الیہ راجعون

## غسل اور جنازہ کی وصیت

کتب سیر میں آتا ہے کہ جناب سیدہ فاطمہ نے اپنی بیماری کے دوران ایک روز حضرت اسماء بنت عمیسؓ پر سوال کیا کہ کوئی ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص میرے جنازہ کو بھی نہ دیکھ سکے تو حضرت اسماء نے عرض کیا کہ اے بنت رسول میں نے ملکہ حبشہ میں دیکھا کہ وہاں لوگ چار پائی پر درختوں کی شاخیں باندھ کر اوپر ایک کپڑا ڈال دیتے ہیں جس میں وہ چار پائی ڈھال کی طرح بن جاتی ہے اور ہر طرح کا مکمل پردہ ہو جاتا ہے پھر حضرت اسماء کھجور کی چند شاخیں لائیں اور آپ نے وہ ڈولی بنا کر دکھائی جناب سیدہ زہرانے اس ڈولی کو دیکھا تو پسند کیا اور فرمایا جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو اسی قسم کی ڈولی تیار کرنا اور مجھے دفن کرنے کے لئے رات کے وقت لے جانا اور ہرگز کسی دوسرے کو میرے جنازہ کی اطلاع نہ دینا۔

## غسل کی دوسری روایت

مندرجہ بالا روایت میں ہے کہ جناب سیدہ فاطمہ نے حضرت اسماء کو یہ وصیت فرمائی کہ مجھے علی یا آپ مل کر غسل دیں اور میرے جنازے پر کسی دوسرے کو نہ بلائیں طبقات ابن سعد میں ہے کہ جناب سیدہ غسل مبارک کی وصیت اس طرح فرمائی تھی حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول بیمار تھیں اور حضرت علی گھر پر موجود نہ تھے تو جناب سیدہ فاطمہ نے مجھ سے کہا کہ امی جان مجھے غسل کرا دیجئے چنانچہ میں پانی ڈالتی رہی اور آپ اچھی طرح غسل فرماتی رہیں پھر فرمایا۔ میرے پاس میرے نئے کپڑے لے آئیں پھر آپ نے وہ نئے کپڑے پہن لئے اور فرمایا میری چار پائی میرے گھر کے درمیان رکھ دیجئے۔ میں نے حکم کی تعمیل کی پھر آپ چار پائی پر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں اور فرمایا امی جان اب میں وفات پا جاؤں گی۔ میں نے غسل کر لیا ہے لہذا میرا جسم کوئی نہ کھولے اس گفتگو کے بعد آپ کا وصال ہو گیا پھر حضرت علی گھر آئے تو میں نے سارا ماجرا سنایا یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا خدا کی قسم اب آپ کے جسم کا کوئی حصہ غسل کے لئے نہیں کھولا جائے گا۔

زیادہ قرین قیاس یہی روایت ہے اور واقعات کی ترتیب کے لحاظ سے بھی یہی روایت زیادہ مقبول ہے کیونکہ جناب سیدہ نے اپنے وصال مبارک سے پہلے اچھی طرح غسل فرمایا تھا اور صاف ستھرا لباس بھی زیب تن فرمایا تھا۔ اور پھر چند لمحوں کے لئے موت کے انتظار میں اپنا دست اقدس رخسار مبارک کے نیچے رکھ کر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر ڈالی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن کتابوں میں ہے کہ آپ نے حضرت اسماء اور حضرت علی شیر خدا کے ساتھ مل کر غسل فرمانے کی وصیت کی تھی ان کتابوں میں ہے کہ جناب سیدہ نے خوب اچھی طرح غسل فرما کر اپنا کفن خود ہی پہن لیا تھا اور جناب حضرت ام سلمہ کے علاوہ حضرت علی کو بھی یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن نہ کھولا جائے بہر حال حقیقت یہ ہے کہ آپ

نے خود ہی غسل فرما کر کفن پہن لیا تھا اور اپنی موت پر مطلع ہو کر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں اور اگر آپ کو دوبارہ غسل دینے والی روایت کو بھی مان لیا جائے تو وہ بھی سیدہ طاہرہ کو عام لوگوں سے ممتاز کرتی ہے کہ آپ کو آپ کے لباس میں غسل دیا گیا۔ (1)

## تاریخ وصال

سیدہ فاطمہؓ شہزادی رسول کے وصال مبارک کی تاریخ میں مورخین کا اختلاف ہے ہمارے نزدیک تحقیق شدہ بات یہی ہے کہ آپ اپنے والد محترم نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو دنیاوی علائق کو قطع فرماتے ہوئے دربار مصطفیٰ ﷺ میں تشریف لے گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔



1۔ (طبقات ابن سعد میں ہے مسعودی نے مروج الذهب میں تحریر کیا ہے کہ ص ۳۴ ہجری میں جنت البقیع میں ایک پتھر ملا تھا جس پر یہ تحریر تھا۔ ہذا قبر فاطمہ است بنت رسول ﷺ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶ رحمۃ العالمین جلد دوم ص ۳۷)



## گلشن فاطمہ کے دو پھول

پہلا پھول کھلتا ہے

کیا بات رضا اس چمستان کرم کی  
زہرا ہو کلی جن کی اور حسین و حسن پھول

ہجرت کا تیسرا سال اور رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ کو جناب امام حسن دنیا میں تشریف لائے حضور مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں جبریلؑ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی اور جنت کے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا جس پر ایک نام لکھا ہوا تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا سرکارِ دو عالم ﷺ نے پوچھا جبریل یہ کس کا نام ہے عرض کیا۔ سیدہ کی گود میں آنے والے شہزادے کا نام ہے یا رسول اللہ ﷺ آپ کو مبارک ہو۔ جبریلؑ واپس چلے گئے تو آپ کو بیٹی کے گھر سے جناب حسنؑ کی ولادت کا پیغام آ گیا سرکارِ دو عالم ﷺ نے جب یہ بشارت سنی تو آپ کے رخ انور پر مسرت کی لہر دوڑ گئی آپ انتہائی خوشی کے عالم میں اپنی صاحبزادی کے گھر تشریف لائے تو اس وقت جناب حسنؑ مجتبیٰ اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش میں تشریف لائے تھے شہزادی مصطفیٰ کی گود میں شہزادہ کراریوں جلوہ افروز تھے جیسے آفتاب نے چاند کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہو۔

زہرہ بتول کا حجرہ مبارک بقعہ نور بنا ہوا ہے نور کے تین سمندر بیک وقت موجزن ہیں مرکز نور کے ٹکڑے کا ٹکڑا ماں کی گود میں لیٹا ہوا ہے امام الانبیاء ﷺ نے بیٹی کو مبارکباد دے کر شہزادہ بتول کو گود میں اٹھالیا نور، نور کی گود میں آ گیا ستارہ چاند کی آغوش میں آ گیا حسن مجتبیٰ مصطفیٰ کی گود میں آ گیا آفتاب نے ماہتاب کو جھولی میں لے لیا سرکارِ دو عالم ﷺ نواسہ کے چہرہ منور کو دیکھے جا رہے ہیں بالکل آپ کا اپنا ہی نقشہ تھا وہی روشن جبین والضحیٰ وہی

والشمس عارض وہی مازاغ کے ڈوروں والی آنکھیں، وہی سیاہی میں لپٹی ہوئی عنبر بارز لہفیں، وہی قوسین ابرو، وہی گل قدس کی پنکھڑیوں جیسے پیارے پیارے ہونٹ، وہی آفتاب کی طرح چمکتا دمکتا چہرہ، تاجدار انبیا کی والدہ مکرمہ حضرت آمنہؓ جناب سید حسن مجتبیٰ کو اگر اس وقت دیکھ لیتیں تو آپ کو امام الانبیا کی ولادت مبارک یاد آ جاتی۔ آپ نے بیٹی کے بیٹے کو سینے سے لگایا ایک کان میں آذان دی۔ اور دوسرے میں اقامت کہی اور اپنی زبان مبارک شہزادہ بتول کے منہ میں دے دی اس سے بڑا اعزاز دونوں جہانوں میں سوائے حسین کریمین کے کسی کو ملا اور نہ کسی کو ملے گا پھر آپ نے خداوند تعالیٰ کے حکم کے مطابق شہزادہ بتول کا نام حسن رکھا۔

آپ کی دایہ کا نام سودہ بنت الکندیہ ہے نبی ﷺ نے ساتویں دن دو مینڈھے عقیقہ کے ذبح کئے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ امام حسن کا نصف پیکر بالائی اور امام حسین کا نصف پیکر زیرین نبی ﷺ سے مشابہ تھا۔

احادیث صحیحہ سے یہ تو اتر ثابت ہوا ہے۔ کہ نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا ان النبی هذا سید عسی اللہ ان یبقیہ حتی یصلح بہ بین فئین عظیمین من المسلمین۔ یہ میرا فرزند سید اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے اندر صلح ہو جائے کیا شان ہے حنین کریمین کی۔ (رحمۃ اللعالمین ص ۱۳۰)

نانا ہوں سید الانبیاء ﷺ نانی ہوں خدیجہ طاہرہ۔ باپ ہوں سید الاولیاء اور ماں ہو سیدۃ النساء العالمین تو بیٹے پیدا ہوتے ہیں حسن اور حسین۔

ایسے ہی ماؤں کے نقش قدم پر چل کر مسلمان عورتیں عورت بنتی ہیں جس کے اسوہ حسینی کو مشعل راہ بنا کر ہی مسلمان عورتیں اپنا صحیح مقام حاصل کر سکتی ہیں جس کی سیرت سے ہی سبق حاصل کر کے ہی مسلمان مائیں عابد پیدا کرتی ہیں اس لئے کہ اولاد کی سیرت ماں کی سیرت سے بنتی ہے۔ ماں بے پردہ ہو تو اولاد بے حیا پیدا ہوتی ہے ماں کا کردار بلند ہو تو اولاد کا کردار بھی بلند

ہوتا ہے ماں عبادت گزار ہو تو بیٹے ولی پیدا ہوتے ہیں ماں سینما بین ہو تو بیٹے فلم ایکٹر پیدا ہوتے ہیں ماں فاطمہ ہو تو بیٹے حسن و حسین پیدا ہوتے ہیں۔

## گلشن فاطمہ کا دوسرا پھول

فضیلت حسنین کریمین کا احاطہ ناممکن ہے قیامت کے دن جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو سب لوگ جوانی کے عالم میں ہوں گے جنت میں جو بھی جائے گا وہ عالم شباب میں ہوگا تمام جنتی جوان ہوں گے اور حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے اور ان کی والدہ سیدہ فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی اسی لئے انہیں سیدۃ النساء العالمین کہا جاتا ہے۔

سید کی بیٹی سیدہ ہے اور سیدہ کے بیٹے پہلے سید حسن و حسین ہیں جنت اور جنت کی سرداری آپ کو ملی۔ اور ان کو یہ سرداری دراصل امام الانبیاء ﷺ کی سرداری ہے اس لئے کہ ان کی شہادت کا کمال کمالات نبوت میں منتقل کر دیا گیا ہے جہی تو ان کی شہادت میں امکان نقص اور امکان زوال نہیں جیسے امام حسین کے برحق ہونے میں شک ہو اور امت کا سردار ہونے میں تردد ہو تو وہ جنت میں کیسے جاسکتا ہے کیونکہ جنت میں حسنین کی ہی سرداری ہوگی دشمن حسین کا وہاں کیا کام ہے اور یہ فرمان رسول ہے۔ عن ابی سعید قال قال الحسن والحسین سید شباب اہل الجنة۔ اور آپ یہ بھی جان چکے ہیں کہ حسین سے بغض رکھنے والا جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲ ص ۶۴۰)

حسین کی شہادت میں غلطیاں تلاش کرنے کے بجائے حسنین سے محبت کرنا سیکھو یہی راہ نجات ہے محبت حسنین ہی محبت رسول ہے اور محبت رسول کے بغیر کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا۔ ۴ ہجری پانچ شعبان المعظم سید الشہداء امام حسین کی تشریف آوری ہوئی۔ گلشن زہرا میں دوسرا پھول کھلے والا ہے جناب ام الفضلؓ زوجہ حضرت عباسؓ امام الانبیاء ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتی ہیں آپ نے سلام کا جواب دیا فرمایا چچی جان کیسے آنا ہوا عرض کی

یا رسول اللہ ﷺ بڑا پریشان کن خواب دیکھا ہے فرمایا۔ بیان کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کو کاٹ کر ایک ٹکڑا الگ کر دیا گیا ہے اور وہ ٹکڑا میری جھولی میں آ گیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا چچی جان۔ آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ کے گھر بیٹا پیدا ہوگا جناب ام الفضل نے خواب کی تعبیر سنی تو مطمئن ہو گئیں پھر وہ مملکت شہادت کا سردار اور تاجدار۔ کان نبوت کا در شہوار، بحر رسالت کا در تاجدار، گلشن رسالت کا گل نو بہار، ملک ولایت کا سلطان ذی وقار، سلطنت روحانیت کا شہریار، میدان عشق و محبت کا شاہ سوار، نوجوانان گلشن فردوس کا سردار، دنیا کی معرفت کا مالک و مختار، تقدیس و عظمت کا روشن مینار، اور سر الاسرار، نور الانوار، قافلہ سالار عشق، مرکز پیکار عشق، کاشف اسرار عشق، نازش دربار عشق، کشتہ تلوار عشق، بہت اسرار عشق، گرمی بازار عشق، فرحت گلزار عشق، رونق ریاض بتول، گلشن گل رسول، نواسہ سید الثقلین، زینت بزم کونین، زہرا کے نور عین، حیدر کے دل کا چین سیدنا امام حسینؑ بصد رعنائی و زیبائی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کی آغوش میں تشریف لائے خوشیوں اور مسرتوں کا جہان آباد ہو گیا کیف و سرور اور انوار رحمت کی بارش ہونے لگی حوریں فردوس بریں میں ایک دوسری کو مبارکباد دینے لگیں۔

اے ختم رسل گوہر مقصود مبارک۔ یا نور خدا رحمت معبود مبارک  
 باشاہ نجف شادی مولود مبارک۔ یا خیر النساء اختر مسعود مبارک  
 رونق ہو سدا نور دو بالا رہے گھر میں۔ اس ماہ نور کا اجالا رہے گھر میں  
 شعبان معظم میں تیرے اقبال کے صدقے۔ شوکت خدا عظمت و اجلال کے صدقے  
 فرمان سحر عید کی گہر ہو تو بجا ہے۔ وہ شب ہے کہ شب نور بھی جس پہ فدا ہے  
 شادی ولادت ہے یہ اللہ کے گھر میں۔ خورشید اتر آیا ہے حیدر کرار کے گھر میں  
 اسلام کے دامن میں اس کے سوا اور کیا ہے۔ اک ضرب ید اللہ اک سجدہ شبیری  
 سجدہ شیر کونا تمام سمجھنے والو اگر روح اسلام کو اسلام سے نکال دو گے تو باقی کیا رہ جائے گا

جو تم صورت اسلام میں دنیا کے سامنے پیش کر سکو گے۔

تمہارا گمان ہے کہ لمبی لمبی نمازیں پڑھنے سے تمہیں جنت کا ٹکٹ مل جائے گا تو یہ بات دل سے نکال دو۔ جب تک تم اس نماز کی عزت نہیں کرو گے جو تلواروں کی سائے میں ادا کی گئی تو تمہاری نمازیں تمہیں کچھ نفع نہیں دے گی سجدہ تو وہی سجدہ ہے جو حسین نے ادا کیا نماز تو وہی نماز ہے جو فاطمہ کے لعل نے پڑھی۔

دیکھ آئینہ تیغ میں اسے حسن یاد کی دید ہے

جو نثار سجدے میں سر کرے وہ امام ہے وہ شہید ہے

سنبو بے ذوق سجدہ کرنے والو۔ اور بے ذوق سجدوں کے نشانوں سے جبین سیاہ

کرنے والو۔ مقام سجدہ ریزی کیا ہے۔

بغیر سرفروشی آدمی زندہ نہیں ہوتا

مذاق زندگی بے فردیے پیدا نہیں ہوتا

جو رسماً ہم کیا کرتے ہیں وہ بھی سجدہ ہو

مگر بے سر کٹائے عشق کا سجدہ نہیں ہوتا

سجدوں کی لذت سے آشنائی چاہتے ہو تو حسین کا دامن تھام لو۔ ذوق نماز کے

تمنائی ہو تو بارگاہ شبیری سے رابطہ قائم کر لو۔ ان سے درس حیات اور طریقہ سجدہ ریزی سیکھو۔

سر وہ سر ہے جو رب کی رضا پر جھک جائے

موقعہ نہ ہو جھکنے کا مگر جھک جائے

جب قتل اور نماز اک ساتھ آ جائیں

تو تلوار اٹھنے سے پہلے سر جھک جائے

حسین کے ایک سجدے پر امت کے لاکھوں سجدے قربان، ہمارے سجدے بے سرور اور بے

حضور، حسین کے سجدے میں نور ہی نور، ہمارے سجدوں میں نہ ذوق و کمال، حسین کے سجدے میں لذت وصال، ہمارے سجدے میں دستور بے آئین، حسین کے سجدے الصلوٰۃ معراج المؤمنین، ہمارے سجدوں میں وسوسہ کار و بار، اور حسین کے سجدے میں جلوہ حسن یار، حسینی سجدے کے سرخ نشانوں پر امت کی جبین نثار اور ملائکہ کے سجدے قربان سجدے تو سب نے کئے۔ پر تیرا نیا انداز ہے تو نے سجدہ وہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے۔

تیرا امام بے حضور۔ تیری نماز بے سرور  
ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گذر اقبال  
بر زبان تسبیح در دل گاؤ خر  
ایں چینیں تسبیح کے دارد اثر

(مولانا روم)

تیری زبان پر نماز کے کلمات ہوں اور دل و دماغ میں پراگندہ خیالات ہوں تو ایسی نماز کیا فائدہ دے سکتی ہے۔

سرکارِ دو عالم کے مقدس شہزادوں کی فضیلت کون بیان کر سکتا ہے بلا مبالغہ جمال کبریائی کا مشاہدہ کرنا ہو تو آئینہ جمال مصطفیٰ میں کیا جاسکتا ہے اور اگر جمال مصطفیٰ کا نظارہ کرنا ہو تو آئینہ حسن و حسین میں کیا جاسکتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا عکس جمیل اور پر تو کامل تاجدارِ مدینہ میں اور تاجدارِ مدینہ کا عکس جناب حسن اور حسین ہیں۔

ذات و صفات خداوندی کے مظہر اتم حضور ہیں اور حضور کے مظہر اتم حسین ہیں۔ ظہور ربوبیت جناب آمنہ کے لعل میں اور ظہور مصطفائی کا سبب خاص جناب سیدہ فاطمہ ہیں اور ان کے لعل ہیں اللہ تعالیٰ کے معبود اور یکتا ہونے کی شہادت، مکہ کی گلیوں میں پتھر کھا کر نانے نے دی اور اس شہادت کی شہادت گلے پر خنجر چلا کر اپنی شہادت سے نوا سے نے کربلا میں دی۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے پتھروں کی بارش میں سجدے کئے حسین نے پتھروں اور تلواروں کی بارش میں اس فرض کو ادا کیا حضور ﷺ ظل خدا ہیں اور حسین ظل مصطفیٰ ہیں۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین

اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے

آدھے سے حسن بنے اور آدھے سے حسین

جس طرف سے بھی نگاہ اٹھتی ہے امام عالی مقام کی عظمتیں اور فضیلتیں اپنے عنبرین

گیسو بنوانے نظر آتی ہے امام الانبیاء ﷺ خطبہ دے رہے ہیں پانچ چھ سال کے دونوں بچے

سرخ قمیصیں زیب تن کئے ہوئے حجرہ فاطمہ سے نکل کر نانا جان کی طرف بڑھے راستہ کی

ناہمواری کی وجہ سے ٹھوکر لگتی ہے اور گر پڑتے ہیں امام الانبیاء ﷺ نے نواسوں کو گرتے دیکھا تو

تڑپ کر رہ گئے اور بے تاب ہو کر خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے تشریف لے آئے آگے بڑھ کر

دونوں شہزادوں کو آغوش میں لے لیا اور گود میں بٹھا کر دوبارہ خطبہ شروع کیا اور فرمایا سچ۔ فرمایا

اللہ پاک نے انما اموالکم و اولادکم فتنہ۔ کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں میری

طرف ہی دیکھ لو ان بچوں کو گرتے دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور خطبہ چھوڑ کر پہلے ان کو

جا کر اٹھایا۔ عن بریدہ قال کان رسول اللہ ﷺ خطبنا اذا جاء الحسن و

الحسین و علیہا قمیصان احمران و یعشران فنزل رسول اللہ ﷺ عن

المنبر و وضعها بین یدیه ثم قال صدق اللہ انما اموالکم و اولادکم فتنہ۔

فنبطرت الی ہذین الامعین عثیان و یمشران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی

ورفعتہا (مشکوٰۃ شریف ص ۶۳۴ ترمذی ص ۲۲۱ البدایہ والنہایہ ص ۸۱۵)

زیرِ خنجر سجدہ کرنے والے حسین ایک دفعہ پشت مبارک پر اس وقت سوار ہو گے

جب آپ مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے تھے تو آپ اس وقت تک سجدے میں رہے جب تک

پشت مبارک سے خود نہ اتر آئے تو پھر آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا اب سجدے کو طویل کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا اس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی جو آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہ تھی بلکہ وجہ یہ تھی کہ میرا بیٹا حسین میری پشت پر سوار ہو گیا تھا مجھے پسند نہ آیا کہ میں جلدی جلدی اٹھوں اور یہ گر جائے حتیٰ کہ یہ اپنی مرضی سے اتر آیا۔ اللہ اکبر۔ یہ مقام ہے امام حسین کا۔ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ اور نگاہِ رسول میں کروڑوں سلام ہوں۔ اس جگر گوشہ رسول پر جس کے لئے امام الانبیاء ﷺ خطبہ چھوڑ کر منبر سے اتر آئے اربوں درود ہوں اس حیدر کرار کے دل بند کو جو تاجدار انبیاء کی پشت پر سوار ہو جائے تو آپ اس وقت تک سجدے سے سر نہ اٹھائیں جب تک وہ خود نہ اتر آئے

گلستانِ زہرا کے ننھے پھول آپس میں کشتی لڑتے ہیں رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور کشتی دیکھ رہے ہیں پھر آپ نے جناب حسن کو فرمایا بیٹا حسن۔ حسین کو یہاں سے پکڑو۔ اس طرح پکڑو ایسا کرو، ویسا کرو، سیدہ نے حیران ہو کر عرض کیا۔ ابا جان! آپ حسن کو ہی فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑو تو آپ نے مسکرا کر فرمایا ہاں بیٹی! دوسری طرف جبریل حسین کو کہہ رہے ہیں کہ حسن کو یہاں سے پکڑو۔ (1)

اللہ اکبر۔ یہ مقام ہے بنت رسول ﷺ جناب خاتونِ جنت کے شہزادوں کا جن کو کھیلتے دیکھ کر ذاتِ خداوندی کو بھی ذوق آجائے اور جبریل کو بھیج کر کشتی کرائے۔

کتب الحسن والحسین: ایک دفعہ حضرت امام حسن اور امام حسین نے تختیوں پر خط لکھے اور پھر ہر ایک کہتا تھا کہ میرا خط اچھا ہے۔ (مختلف روایات مختلف طریقے) دونوں شہزادے اپنے اپنے خط کا فیصلہ کرانے کے لئے تاجدارِ دو جہاں اپنے نانا کے پاس پہنچے اور عرض کئی نانا جان فیصلہ کرو خط کس کا اچھا ہے۔



نبی نے ہنس کے فرمایا کہ اے میرے جگر بندو

علی کے پاس جاؤ تختیاں لے کر اے فرزندو

نانا جان کا یہ حکم سن کر

علی کے پاس آئے تختیاں لیکر وہ شہزادے

ہمارے خط کا ابا فیصلہ تو آپ ہی کر دے

جناب شیر خدا نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو تمہارے خط کا فیصلہ میں بھی نہیں کر سکتا

اگر فیصلہ کروانا ہے تو اپنی ماں فاطمہ کے پاس جاؤ

تمہاری ماں ہے شہر کے سلطان کی بیٹی

مسلم ہے تمہاری خوشخطی اور منصفی اس کی

یہ سن کر دونوں شہزادے کہ جن سے چاند شرمائے

اٹھائیں تختیاں ہنتے ہنتے ماں کے پاس آئے

لگایا ان کو سینے سے خاتون جنت نے

کلی فردوس کی اور منبع دریائے الفت نے

اور پھر فرمایا آج میرے شہزادے اس پریشانی کے عالم میں میرے پاس کیوں

آئے ہیں۔

شہزادوں نے عرض کی امی جان! ہم آپ سے یہ فیصلہ کروانے آئے ہیں کہ ہم میں

سے کس کا خط اچھا ہے۔ حضرت زہرانے فرمایا۔ بیٹو! گھبرائیں نہیں۔ ابھی تمہارا فیصلہ کئے دیتی

ہوں شہزادوں نے عرض کی امی جان جو فیصلہ نانا جان نے نہیں کیا اور جو فیصلہ باپ شیر خدا نے

نہیں کیا وہ فیصلہ آپ کر سکیں گی تو بسیدہ لولاک نے فرمایا کہ میرے کانوں میں سات موتی ہیں

انہیں اوپر سے پھینک دیتی ہوں پس جس کی تختی پر چار موتی گریں اس کا خط اچھا ہوگا۔ دونوں

شہزادوں نے فیصلے کا یہ طریقہ سن کر منظور کیا اور پھر حضرت زہرانے وہ موتی اوپر اچھال دیئے۔

گرے وہ تختیوں پر چھ۔ تین تین ہو کر  
 وہ دونوں دیکھتے تھے ساتویں کو دل حزیں ہو کر  
 پھر ان جب ساتوں موتیوں میں سے تین تین ہر ایک کی تختی پر گرے تو دونوں  
 شہزادے ساتویں موتی کو بڑی بیتابی سے دیکھتے ہیں کہ دیکھیے کہ یہ کس تختی پر گرتا ہے مگر وہ  
 ساتواں موتی اوپر ہی ٹھہرا ہوا اللہ کی قدرت سے اسی نے فیصلہ کرنا تھا شہزادوں کا عزت سے  
 پھر

خدا کی طرف سے جبریل کو پھر یہ پیام آیا  
 کہ کر دے اسکے دو ٹکڑے تو یہ اللہ نے فرمایا  
 کہ شہزادوں کی اس خدمت گذاری کا صلہ یہ ہے  
 کسی کے مرتبے میں فرق نہ آئے ہمارا فیصلہ یہ ہے

(نزہتہ المجالس ۲ ص ۲۲۲)

اے شہنشاہ دو جہان کی پاک بیٹی تیری تکریم پر ہزاروں درود اور اے زوجہ پناہ بے  
 کساں تیری طہارت پر لاکھوں سلام اور اے مادر سالار کارواں تیری آبرو پر کروڑوں صلوات و  
 سلام ہوں۔

وہ زہرا جس کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی  
 ملی تھی مشک ان کو تا کہ خود لایا کریں پانی  
 اللہ اللہ۔ یہ مقام حسین جن کی کشتی دیکھنے کو حضور خوش ہوں اور ان کی تختیوں کے  
 خطوط کے فیصلے اللہ کی بارگاہ میں ہوں ان پر کروڑوں درود و سلام۔

علامہ ضیاء اللہ قادری صاحب نے سید الشہداء کی خدمت میں اپنا نذرانہ عقیدت یوں پیش کیا  
 خلاصہ رب داور پہ لاکھوں سلام۔ نور عین پیغمبر پہ لاکھوں سلام  
 تشنہ آب خنجر پہ لاکھوں سلام۔ مالک نہر کوثر پہ لاکھوں سلام

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

اس شہید دلاور پہ لاکھوں سلام

جس کا جھولا فرشتے جھلاتے رہے۔ لوریاں دے کے نوری سلاتے رہے

جن کو کندھوں پہ آقا اٹھاتے رہے۔ جن پہ سفاک خنجر چلاتے رہے

اس شہیدوں کے افسر پہ لاکھوں سلام

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جو جوانان جنت کا سردار ہے۔ جس کا نانا دو عالم کا مختار ہے

جو سراپائے محبوب غفار ہے۔ جس کا سر دشت میں زیر تلوار ہے

اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

حسین گلشن اسلام کی بہار ہے مملکت حق و صداقت کا تاجدار ہے جو رُو وفا کی

سلطنت کا شہریار ہے حسین مہر نبوت کا سوار ہے حسین روشنی کا مینار ہے حسین مطلع انوار ہے حجرہ

فاطمہ کا بہار ہے خالق کائنات کا عظیم شاہکار ہے نوجوان جنت کا سردار ہے شہیدانِ محبت کے

قافلہ کا ساگر ہے حسین عزم و یقین کی تلوار ہے حسین کا چہرہ مطلع انوار ہے حسین کا دیدار محمد

عربی کا دیدار ہے۔

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین

جس نے اپنے خون سے دنیا کو دھویا وہ حسین

جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین

جس نے سب کچھ کھو کے کچھ بھی نہ کھویا وہ حسین

مرتبہ اسلام کا جس نے دو بالا کر دیا

خون نے جس کے دو عالم میں اجالا کر دیا

نطق جس کا زینت ابن پیغمبر وہ حسین  
 تھا جو شرح مصطفیٰ تفسیر حیدر وہ حسین  
 لاکھ پر بھاری ہوئے جس کے بہتر وہ حسین  
 تھا مثال مصطفیٰ جس کا تیور وہ حسین  
 وہ جو خونی غم کو سانچے میں ڈال کر  
 مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ ہے امام حسن کی عمر پانچ سال ہے اور امام حسین کی عمر چار سال ہے حضرت فاطمہؑ آپ نے جائے نماز بچھائی تو حسنین کریمین اوپر لیٹ گئے جناب سیدہ نے اٹھنے کو کہا تو شہزادے چل گئے اور کہنے لگے۔ امی جان! کل عید ہے لوگوں کے بچے نئے کپڑے پہنیں گے ہمیں بھی نئے کپڑے بنوادیں سلطنت رضا کی ملکہ معظمہ اور مملکت کی شہزادی سیدہ فاطمہ کا دل لرز کر رہ گیا آپ نے اپنے پھولوں کو سینے سے لگایا اور فرمایا میرے چاند مجھے نماز تو پڑھنے دو۔ کل تمہیں نئے کپڑے بنوادوں گی۔

امی کل تو عید ہے۔ کل کپڑے آئیں گے تو سلیں گے کب! آپ نے فرمایا۔ فکر نہ کرو، درزی سلے سلے کپڑے لادے گا اور پھر آپ نے نماز پڑھنی شروع کی۔ نماز کے بعد آپ نے دربار خداوندی میں عرض کی۔ اے اللہ تو سب کچھ جانتا ہے تیری کنیز نے بچوں سے اس لئے وعدہ کیا کہ ان کا دل ٹوٹ نہ جائے اے میرے رب تو خوب جانتا ہے کہ فاطمہ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یا اللہ میرے اٹھتے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لینا یا رحم الراحمین میں نے تیری رحمت کے سہارے پر بچوں سے نئے کپڑوں کا وعدہ کر رکھا ہے یا اللہ میرے وعدے کو پورا فرمانا۔ پھر افطاری کا وقت ہوتے ہی عید کا چاند نظر آ گیا۔

مدینہ منورہ میں منادی ہو رہی تھی کہ صبح کو عید ہوگی تمام لوگ عید کی خوشی میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے ابھی سے عید کی تیاریاں کر رہے تھے رات کو سوتے وقت شہزادوں نے وعدہ یاد دلایا سیدہ فاطمہ پہلے سے ہی شب بیدار تھیں پوری رات نوافل میں

گزاردی فجر کی نماز کے بعد آپ دعا مانگ رہی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی آپ نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی میں آپ کا درزی ہوں۔ شہزادوں کے لئے کپڑے لے کر آیا ہوں آپ نے غیبی امداد سمجھ کر کپڑے وصول کئے بہت خوبصورت اور قیمتی لباس تھا آپ اپنے بچوں کو کپڑے پہنا رہی تھیں کہ امام الانبیاء ﷺ تشریف لائے حسنین کریمین کے کپڑوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ بیٹی! یہ کپڑے کہاں سے آئے ہیں تو غرض کی۔ ابا جان! درزی دے گیا ہے میں نے بچوں سے نئے کپڑوں کا وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا۔ آپ نے پوچھا۔ بیٹی! درزی کون تھا سیدہ نے فرمایا اللہ اور اللہ کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا حسنین کا درزی بن کر آنے والا جبریل تھا اور یہ جوڑے وہ اللہ کے حکم سے جنت سے لایا تھا آپ نے سجدہ شکر ادا کیا کہ مولائے کریم تو نے میرے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی۔

کون ہے وہ دنیا کا تاجدار۔ جس کا درزی جبریل ہے اور اس کا لباس جنت سے خدا بھیجے حسنین کی عظمت و فضیلت احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

سلام ہو آپ پر اے جگر گوشہ رسول تیرے مقام کو کون بیان کر سکتا ہے ہم گنہگاروں کو یہ ناز ہے کہ تو ہی ہمارا آقا و مولا ہے تیری شہادت کی تصویر تو رہے پھر بھی اس قدر تجلی اور منور ہے جس کے سامنے آفتاب و ماہتاب ماند ہے۔

اے حسنین اب تلک لبالب ہے تیرا زریں باغ  
ضوفشاں ہے آج تک تیری شہادت کا چراغ  
تو نے دھو ڈالے جبین ملت بیضا کے داغ  
تو اگر اسلام کا دل ہے تو ایماں کا دماغ  
فخر میں دل کا دریچہ باز کرنا چاہیے  
جس کا تو آقا ہے اس کو ناز کرنا چاہیے

## شاہکار رسالت - شہنشاہ ولایت

### سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ا

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لافتی الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد المناف۔ والد کا نام اور کنیت ابو طالب۔ آپ کعبہ میں پیدا ہوئے آپ امیر المومنین بھی ہیں اور امام المتقین بھی۔ شیر خدا بھی ہیں اور مشکل کشا بھی۔ داماد مصطفیٰ بھی ہیں اور نفس رسول بھی ہیں اور زوج بتول بھی۔ کون علی:- جس نے کبھی خیبر کے قلعے کو اکھاڑا اور کبھی مرحب اور ابن عبدود کو پچھاڑا اور جس کی تلوار کبھی احد کے میدان میں چمکی اور کبھی بدر کے میدان میں اور جس کی شمشیر براں کبھی غزوہ تبوک میں لہرائی اور کبھی غزوہ خندق میں کفر پر گری اور جس نے اپنی بہادری اور شجاعت کے صلے میں اللہ کی طرف سے لافتی الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار کا تمغہ جرات حاصل کیا۔

کون علی:- جو کعبہ میں پیدا ہوا اور شہید مسجد میں ہوا جو صحابہ کا مشیر ہے اور مومنوں کا امیر ہے۔ کون علی:- جس نے ہجرت کی رات محبوب خدا کے بستر پر بسر کی اس رات شدید امتحان تھا اس رات نبی کے بستر پر سونا گویا تلواروں کے سایہ میں سونا تھا موت و ہلاکت سے دست بدست جنگ تھی مکہ مکرمہ کے نامور اور مشہور قبیلوں کے بہادروں کا مقابلہ تھا۔ ہر لحظہ جان جانے کا خطرہ تھا اس لئے کہ کافر پورے ساز و سامان کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کیلئے اٹل ارادے سے آئے تھے مگر چونکہ حضرت علی بھی ایمان کے کوہ گراں تھے اور عشق رسول سے سرشار اور سرگرداں تھے اس لئے بغیر کسی تامل کے آقا و مولا کے بستر پر سونا منظور کر لیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی کے لئے سوچنا ایمان کی توہین ہے۔

## حضرت علیؑ کی ولادت

مکہ مکرمہ کی اونچی اونچی اور بلند پہاڑیوں کے دامن میں اللہ کے گھر خانہ کعبہ کے ارد گرد عرب کے مشہور اور نامور قبیلوں کے لوگوں کا ہجوم ہے خانہ کعبہ اور ارد گرد کے مرد عورتیں بچے بوڑھے اور جوان اس وقت کے عرب کے دستور کے مطابق اور اپنے آباؤ اجداد کی پرانی رسموں کے مطابق طواف کعبہ کر رہے تھے ان میں حضرت علیؑ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بھی شامل تھیں جو اپنے بطن مبارک میں ایک لعل مقدس اور اپنے صدف جسم رحم میں اسلام کا ایک گراں قدر موتی چھپائے ہوئے ہنگامہ ہائے انسانی سے بے خبر کعبہ اقدس کی دیواروں کے سائے میں سر جھکائے بیٹھی تھیں اور اپنے دل کی گہرائیوں میں حزن و ملال کا ایک طوفان اور اپنی پیشانی پر خفت و ندامت کے آثار لئے خاموش بیٹھی تھیں کیونکہ آثار ولادت پیدا ہو چکے تھے۔ اور قدرت کے قانون کے مطابق دردزہ شروع ہو چکا تھا اور وہ سوچ رہی تھیں کہ یہاں کوئی حجاب نہیں کوئی پردہ نہیں اب وہ ایسی حالت میں کدھر جائے اور ابھی وہ سوچ رہی تھیں کہ اچانک کعبہ کی دیوار پھٹ گئی اور غیب سے آواز آئی کہ اے فاطمہ کعبہ کے اندر آ جاؤ چنانچہ آپ کعبہ کے اندر چلی گئیں اور پھر امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کی ولادت باسعادت کعبہ میں ہوئی۔

کے را میسر نہ شد این سعادت

بلعبہ ولادت بمسجد شہادت

قیامت تک کوئی ماں ایسا فرزند نہیں جنے گی جو پیدا کعبہ میں ہو اور شہید مسجد میں ہو جناب خلیق قریشی لائل پوری ایک باذوق ادیب، باہوش خطیب، صاحب دل شاعر بھی ہیں انہوں نے حضرت علیؑ کی ولادت اور شہادت کو ایسے پاکیزہ خیالات میں اس طرح ادا کیا ہے۔

تائید حق میں پہلی شہادت علیؑ کی ہے۔ پیغمبری نبی کی اور ولایت علیؑ کی ہے

مولد بھی محترم ہے اور ولد بھی محترم۔ کعبہ ہے اور جائے ولادت علیؑ کی ہے

مومود کعبہ کے لئے مشہد بھی خوب تھا۔ مسجد میں اللہ اللہ شہادت علی کی ہے کعبہ سے ابتداء ہے تو مسجد میں انتہا۔ مرقوم دو حرم میں حکایت علی کی ہے امام الانبیاء کو اطلاع دی گئی تو کملی والے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے ابھی تک شیر خدانے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ نبی نے علی کو گود میں اٹھایا اور خود ہی نہلایا اور ارشاد فرمایا کہ آج علی کو پہلا غسل میں دے رہا ہوں۔ اور کل آخری غسل مجھے علی دے گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک حضرت علی کے منہ میں دے دی تو حضرت علی نے آنکھیں کھول دیں۔

ادھر آغوش کی رحمت ادھر دیدار کا ارماں

علی نے کھولیں آنکھیں نبی نے گود پھیلانی

جواں ہونے کے بعد ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ تم نے میرے آنیسے پہلے آنکھیں کیوں نہ کھولیں تو حضرت علی نے عرض کیا۔ میری تمنا تھی کہ میری آنکھ کھلے تو میری پہلی نگاہ رخ مصطفیٰ پر پڑے۔

ہاں۔ ہاں وہ علی۔ جن کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ النظر الی وجہ علی۔ عبادۃ۔ ہاں وہ علی جن کو رسول ہاشمی نے اپنی اہل بیت کہا اور اپنی جان کہا۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حیدر کرار حضرت مولائے کائنات کے متعلق فرمایا۔

انا مدینتہ العلم و علی بابہا ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں

انا دار الحکمتہ و علی بابہا ہم حکمت کا گھر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں

من کنت مولاه فعلی مولاه ہم جس کے مولا ہیں علی بھی اس کے مولا ہیں

ان علی منی و انا منہ علی ہم سے ہیں اور ہم علی سے ہیں

ترذی 2/672

لاستعباب مع اصا بہ 4/95

1۔ المستدرک حاکم 2/140

مسند احمد 4/438

ترذی 2/631

مسند احمد 130، 4/380

مسند احمد 4/438

طبقات ابن سعد 2/672



وہو ولی کل مومن من بعدی      وہ ہمارے بعد تمام مومنوں کے والی ہیں  
گوشت میرا گوشت علی کا      علی کا خون میرا خون (1)

علی منی بمنزلہ الراسی من جسدی      علی اور ہم ایسے ہیں جیسے سر اور جسم  
انا وعلی من نور واحد      میرا اور علی کا نور ایک ہے  
انا وعلی شجر واحد      میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں  
انا مدینتہ العلم وعلی بابہا      ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں  
ومن توتی المدینتہ الامن قبل الباب      اور کوئی نہیں آئے گا شہر میں مگر دروازے سے

علی مع قرآن و القرآن مع علی۔ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ

لعلی نبی و حسی و وارث ان علیاء و حسی و وارثی۔ ہر نبی کا وارث اور وصی  
ہوتا ہے اور ہمارے وارث اور وصی حضرت علی ہیں۔

امام الانبیاء علیہ السلام نے امام الاولیاء حیدر کرار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ انت سیدی  
فی الدنیا و الآخر۔ تم دنیا اور آخرت کے سردار ہو۔

ان تکون بمننہ لته ہارون و موسیٰ . ولا نبی بعدی۔ تم مجھے ایسے ہو جیسے ہارون اور  
موسیٰ۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

وانت امام اتی و وصی۔ تم میری امت کے امام اور وصی ہو

فقال انتم تقسیم الجنۃ و النار۔ فرمایا تم دوزخ اور جنت کے تقسیم کرنے والے ہو۔  
و کذب من زعم ان یحبنی الامحبا انک . انت منی و انا منک . لحمک  
لحمی . و دمک و می و روحک من روحی و سیریر لک من سیرتیری .  
و علانیک من علانتی۔ وہ جھوٹا ہے جو ہمارے ساتھ جنت کا دعویٰ کرتا۔ ہے اور تمہارے  
ساتھ نہیں کرتا تم ہم میں سے ہو ہم تم سے ہیں تمہارا گوشت میرا گوشت تمہارا خون میرا خون  
اور تمہارا بھید ہمارے بھید سے ہے تمہارا اعلان ہمارا اعلان ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔ علی اللہ کی تیغ سلول ہے  
 علی مرد مقبول ہے علی نفس رسول ہے علی زوج بتول ہے علی کا دوست خدا کا مقبول ہے علی کا دشمن  
 مرتد و مجہول ہے علی امیر المؤمنین ہے علی امام اتقین ہے علی خلیفۃ المسلمین ہے علی وسیلہ دنیا و  
 دین ہے علی مصطفیٰ کی جان ہے علی معرفت کا آسمان ہے علی شمع عرفان ہے علی گلشن محمدی کا  
 باغبان ہے علی کی محبت جان ایمان ہے علی خدا کی برہان ہے علی اولیاء کا سلطان ہے علی صداقت  
 کا نشان ہے علی اولیاء کا امام ہے علی اسلام کی آن ہے علی ناطق قرآن ہے علی حافظ قرآن ہے  
 علی کی شان خدا کی شان ہے۔ علی کا کلام محمد کا کلام ہے علی جان اسلام ہے علی کے ہاتھوں میں  
 ولایت کا نظام ہے علی کا مولد بیت الحرام ہے علی کا احترام محمد کا احترام ہے علی کی سلطنت،  
 سلطنت اسلام ہے، دونوں عالم میں علی کا فیض عام ہے علی کی محبت معرفت کا جام ہے۔  
 علی کی زیارت خدا کی عبادت۔ علی کی معرفت خدا کی معرفت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں میرا علم قرآن کے متعلق حضرت علی کے  
 مقابلے میں ایسے ہے جیسے سمندر میں قطرہ۔ یہی نہیں بلکہ جناب عبداللہ بن عباس نے فرمایا  
 رسول اللہ کا علم اللہ کے علم سے ہے اور علی کا علم، علم رسول اللہ سے ہے اور ہمارا علم علی سے ہے  
 وقال ابن عباس من علم اللہ علم علی عن رسول اللہ ﷺ  
 وعلمی عن علم علی . ہی نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں میرا علم اور تمام صحابہ کرام کا علم  
 حضرت علی کے علم کے مقابلے میں ایسے ہے۔ جیسے سات سمندروں میں سے ایک قطرہ۔

بصد تلاش نہ کچھ وسعت نظر سے ملا  
 نشان منزل مقصود راہبر سے ملا  
 نبی ملے تو خانہ خدا سے ملے  
 خدا کو ڈھونڈا تو علی کے گھر سے ملا

## حضرت علی کی شان ولایت من کنت مولاه فعلی مولاه

یوں تو یاران نبی سارے کے سارے درخشندہ ستارے ہیں لیکن بعض صحابہ کرام کی ایک منفرد شان ہے حضورؐ نے فرمایا میرے چار وزیر ہیں دوزمین پر ہیں اور دو آسمانوں پر یعنی عالم بالا میں عالم بالا کے وزیر حضرت جبریل اور میکائیل ہیں اور زمینی وزیر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ ہیں اور پھر حضرت عثمان کی کیا شان ہے کہ حضورؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کی زوجیت میں آئیں۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالا نور کا

ہو مبارک تجھکو ذوالنورین جوڑا نور کے

حضرت علی شیر خدا کے متعلق فرمایا۔ من کنت مولاه فعلی مولاه۔ جس کا میں مولانا ہوں

اس کا علی مولانا ہے جس کا میں آقا ہوں علی بھی اس کا آقا ہے

علمائے کرام نے مولا کے جو معنی تحریر کئے ہیں وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔

جناب سرکار دو عالم ﷺ حجتہ الوداع سے فارغ ہو کر اپنے مہاجرین و انصار کیساتھ مدینہ پاک

کی طرف مراجعت فرمائی راہ میں ایک مقام ”خم“ آتا ہے جو جحفہ سے تین میل کے فاصلے پر

ہے یہاں ایک تالاب ہے جس کا نام غدیر ہے غدیر عربی کا لفظ ہے اردو میں اسے تالاب کہتے

ہیں۔ اس جگہ کا نام عام روایتوں میں غدیر خم کہلاتا ہے۔ آپ نے یہاں قیام فرمایا اور تمام

صحابہ کو جمع کر کے مختصر سا خطبہ دیا آپ نے حضرت علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کیا اور

فرمایا۔ من کنت مولاه فعلی مولاه اللہم وال من والہ واعد من عداہ۔ جس کو

میں محبوب ہوں اس کو علی بھی محبوب ہونا چاہئے الہی علی سے جو محبت رکھے اس سے تو بھی محبت

رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھو۔

## ایک غلط استدلال

بعض حضرات اس واقعہ سے سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں جو بایں وجوہ مردود اور ناقابل قبول ہیں علمائے کرام نے مولا کے جو معنی تحریر کئے ہیں وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔ مولا بمعنی مددگار۔ محبت، محبوب، ہمسایہ، چچا زاد بھائی، خسر، خلیفہ، سردار، تابع، آزاد غلام، منعم، اور منعم الیہ دوست، بیٹا، چچا، شریک، سرپرست وغیرہ مولا کے کئی معنی ہیں اگر نہیں تو خلیفہ معنی نہیں اگر نہیں کر سکتے تو معنی اولیٰ یا الامامتہ اور خلافت نہیں کر سکتے۔ ولایت اور ولایت جدا جدا دو مصدر ہیں ولایت کے معنی ہیں نصرت۔ اور ولایت کے معنی ہیں تولیت و امامت، مولا ولایت سے اسم فاعل ہے اور والی ولایت سے ہے لہذا مولا کے معنی ہوئے امام حاکم اور خلیفہ۔ مولا کے معنی ہوئے بالتصرف با خلیفہ اور امام نہیں۔ لغت کتب کی شہرہ آفاق ”قاموس“ میں ہے

المولیٰ . اطالک . والعبد . والمعتمق ، والصاحب ، والغرب ، کابن العم ، والجار ، والحنیف ، والدين والهم ، والنزیل ، والعشریت ، وابن الاخت ، والمولیٰ ، والرب ، والناصر ، والمنعم ، علیه والمحب ، والتابع ، والصهر۔ قرینہ میو د ہے کہ یہاں مولا کے معنی محبوب کے ہیں۔ کیونکہ مقابلے میں عداوت مذکور ہے۔

وفی النعایہ المولیٰ یقع علی جمعته کنیزة کالارب والمالک واسید والمنعم ولاناصر والمحب التابع والجار وابن العم والحلیف والعصر والعبد والنعیم علیہ (مرقانہ شرح مشکوٰۃ ملد علی قاری)

الولایۃ النصرۃ الولایۃ تولى الامر (مفردات راغب اصفہانی) (رواہ احمد مشکوٰۃ باب مناقب حضرت علی)

حضرت فاروق اعظم نے غدیر خم کے موقع پر حضور کے خطبہ کے بعد حضرت علی کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے فرمایا اکبخت وامیت مولا کل مومن و مومنہ۔ یعنی تم صبح و شام

ہر وقت ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کے مولا ہو۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرات خلفائے راشدین حضور ﷺ کی حیات مقدسہ میں یہی حضور کے ساتھ رہے اور آپ کی ذات پاک کی موجودگی میں ہی حضور کی خلافت اور جانشینی کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور حضور نے خاص ان معاملات میں بھی جو منصب رسالت اور مقام نبوت سے تھے ان حضرات کو اپنا خلیفہ فرما کر ان کی عظمت شان و جلالت قدر کو یہی ظاہر نہیں کیا بلکہ یہ بھی بتلا دیا کہ یہ حضرات مجھ سے جدا نہیں ان کی قیادت و امامت اور ان کی اطاعت میری ہی اطاعت ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

### کرم اللہ وجہہ کی وجہ تسمیہ

جناب رسالت مآب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتا ہے اور حضرت علی کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ آتا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ اس عاجز نے علمائے کرام سے رابطہ کیا اور اس لفظ کی وضاحت طلب کی لیکن کسی نے بھی جواب دینا گوارا نہ کیا اس مسئلے کو جانتے ہی نہیں یا ان باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے کون کتابوں کی ورق گردانی کرے کون دماغ سوزی کرے۔ جو عالم ہیں ان کے پاس وقت نہیں اور جو صرف واعظ ہیں وہ جانتے ہی نہیں۔

کرم اللہ وجہہ کے سلسلے میں میری نظر سے کافی روایات گزری ہیں کچھ روایات ادب کے منافی ہیں لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ جب آپ کی ولادت شریفہ ہوئی تو آپ کی آنکھیں بند تھیں اور ایک ہاتھ منہ پر رکھا ہوا تھا حضور تشریف لائے تو فرمایا علی آنکھیں کھولو تو آپ کی آواز سن کر حضرت علی نے آنکھیں کھول دیں تو حضرت علی کی پہلی نظر ہی مصطفیٰ پر پڑی پھر حضور نے اپنی زبان ان کے منہ میں ڈال دی اور پھر اپنا لعاب دہن بھی منہ میں ڈال دیا گویا علم اور کمالات کا سمندر حضرت علی کے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ حضرت علی کے

چہرے کو دیکھنا عبادت ہے النظر الی وجہہ علی عبادۃ نیز آپ کا خاندان بھی ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک رہا حضرت ہاشم سے لے کر حضور تک اصلاب اور ارجام پاک صاف تھے حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ، حضرت عباس، حضرت امیر حمزہ، حضرت ابوطالب ان کے جسی اور نسبی واسطہ سے سب لوگ دین ابراہیمی پر تھے اور موحد تھے البتہ وہ اس تذبذب میں تھے کہ اللہ کی عبادت کا کون سا طریقہ ہے حضرت خدیجہ قبل از اسلام بھی طاہرہ کے لقب سے ملقب تھیں اسی طرح ورقہ بن نوفل بھی دین ابراہیمی پر تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کا انتخاب کرنا تھا انہیں پاک اور صاف رکھا پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس صدف رحم سے حضرت علی جیسی شخصیت نے پیدا ہونا تھا وہ بت پرست ہوتیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ حضور ﷺ حضرت فاطمہ بنت اسماء اور حضرت علی کی والدہ کو بجائے چچی کے امی جان فرمایا کرتے تھے امی بعد امی۔ ان کا حضور ﷺ کے ساتھ بہت پیار تھا اسی کا نتیجہ تھا کہ جب ان کی وفات ہوئی تو کفن کے لئے حضور نے اپنا کرتہ عنایت فرمایا اور قبر میں چچی کی میت رکھنے سے پہلے خود لیٹے رہے۔ فرمایا میں نے یہ کام اسلئے کیا کہ قبر کی وحشت دور ہو جائے۔

## حضرت علی، علم کا دروازہ

حضرت علامہ اسماعیل اپنی تفسیر روح البیان میں وفی انفسکم افلا بتصرون کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے بعض منافقین نے نبی کریم ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پتہ چلا تو آپ نے سارے شہر میں منادی کرادی اور جب مدینہ کے تمام لوگ مسجد نبوی میں جمع ہو گئے تو آپ منبر رسول پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ میرے نبی کے علم غیب پر اعتراض کرنے والو میں نبی نہیں ہوں بلکہ علی ہوں اور نبی کا غلام ہوں اور پھر فرمایا یا سئلونی عما دون العرش۔ کہ آج مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو میں تم کو عرش عظیم کی باتیں بتاؤں گا ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور بولا آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے تو بتاؤ کہ هل رأیت ربک۔ یا علی کیا تو نے اپنے رب کو دیکھا ہے آپ جوش میں آ گئے

اور فرمایا کہ خدا کی قسم کہ میں ایک سجدہ کرتا ہوں اور دوسرا سجدہ اس وقت تک نہیں کرتا جب تک خدا کو نہ دیکھ لوں پھر فرمایا۔ قال سئلونی عن طرق السموات والارض فانی اعلم لها من طرق الارض۔ حضرت علی نے فرمایا مجھ سے پوچھو میں زمین اور آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہوں فجاء جبریل انسانی صورت میں آئے فرمایا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بتاؤ اس وقت جبریل کہاں ہیں تب شہنشاہ ولایت نے زمین و آسمان پر نظر ڈالی تو جبریل کہیں نظر نہیں آیا۔ اس لئے ہم دونوں میں سے ایک جبریل ہے چونکہ میں علی ہوں جبریل نہیں ہوں لہذا تم ہی جبریل ہو اور پھر کسی نے حضرت علی سے پوچھا کہ آپ کو اتنا علم کہاں سے آ گیا تو آپ نے جواب دیا یہ سب کچھ نبی کریم کے لعاب دہن کا صدقہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب کے ذریعے مجھ کو عطا فرمایا ہے نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے بارگاہ نبوت سے علم اس طرح منتقل ہوا جس طرح چڑیا اپنے بچے کے منہ میں دانہ ڈالتی ہے (روح البیان ۲ ص ۱۰۵)

شیخ محقق دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے یہ جواب دیا چوں کہ غسل داداہ شد آنحضرت راجع شد آب در پلک ہائے وے۔ پس برداشتم من دوران را خود بردم۔

جب میں نے حضور کو آخری غسل دیا تو پانی کے دو قطرے سرور عالم ﷺ کی پلکوں پر ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے ان کو اپنی زبان سے چوس لیا تو پھر علم و ادراک کا سمندر میرے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگا زمینوں، آسمانوں اور عرش و کرسی کا علم حضرت علی کو نہ ہوتا تو اس میں صرف نہ حضرت علی کی توہین تھی بلکہ سید المرسلین کی توہین بھی تھی کیونکہ جب نبی کریم نے فرما دیا تھا کہ انا مدینتہ العلم و علی بابھا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ یہ سارا کمال ان دو قطرہوں کا ہے جو حضرت علی نے آپ کی پلکوں سے اپنی زبان سے چوسے تھے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جن کی دو بوندیں ہیں کوثر و سلسبیل۔ ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

اس دریائے رحمت پہ لاکھوں سلام

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات۔ ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

ان کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

حضور نے فتح مکہ کے بعد بڑے جاہ و جلال، بڑی شان و شوکت اور بڑی آب و تاب کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ورود فرمایا۔ اللہ کے گھر خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی اللہ کی طرف سے حکم آیا کہ میرے محبوب ان بتوں کو توڑ کر میرے گھر کو پاک کر دے۔ نبی کریم نے ایک چھڑی لی اور بتوں کو توڑنے لگے اور ساتھ ہی یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جاہا الحق و زهق الباطل . ان الباطل کان زهوقاً۔ قریب قریب والے توڑ ڈالے آس پاس والے خود توڑے مگر چند ایک بت بہت اونچے تھے اور نبی کریم کا ہاتھ وہاں نہیں پہنچا تھا اس لئے امام الانبیاء ﷺ نے آواز دی۔ این علی۔ علی کہاں ہیں صدائے نبوت سکر مولائے کائنات حاضر ہو گئے اور عرض کی آقا غلام حاضر ہے آقا کا کیا حکم ہے کملی والے نے فرمایا علی ان بتوں کو توڑ دو بہت اونچے ہیں میرا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ رہا ہے عرض کی آقا اگر یہ نیچے اور نزدیک والے توڑے ہیں تو یہ بھی توڑ دو فرمایا بہت اونچے ہیں تو عرض کی آقا سمجھ نہیں آتی یہاں فرماتے ہیں میرا ہاتھ وہاں نہیں پہنچ سکتا اور وہاں انگلی کا ایک اشارہ کرو تو چودھویں رات کا چاند توڑ دو تو پھر عرض کی آقا اگر آپ کا ہاتھ وہاں نہیں پہنچ سکتا تو نہ سہی میں بیٹھ جاتا ہوں آپ میری پشت پر کھڑے ہو کر بتوں کو توڑ دیں تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا اور مسکرائے فرمایا تم نے ٹھیک کہا ہے تم اگر چہ شیر خدا ہو مگر نبوت کا بوجھ نہ اٹھا سکو گے حضرت علی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پھر کیا کیا جائے امام الانبیاء نے فرمایا میں بیٹھ جاتا ہوں تم میرے کندھوں پر چڑھ کر بتوں کو توڑ دو چنانچہ آقا بیٹھ گئے اور حضرت علی کندھوں پر چڑھ کر بتوں کو توڑنے لگے۔

امام الانبیاء نے فرمایا علی تم اس وقت کہاں پہنچ گئے ہو تو شیر خدا نے فرمایا آقا آپ اگر حکم کریں تو عرشِ عظیم کو پکڑ کر نیچے کھینچ لاؤں۔ غور کرو جس نبی کے کندھے پر بیٹھ کر حضرت



علی عرش عظیم کے پائے کو پکڑ سکتا ہے تو وہ نبی معراج کی رات کو کہاں پہنچا ہوگا بت ٹوٹ گئے  
حضرت علی نیچے اتر آئے تو مسکرائے کملی والے نے فرمایا علی مسکرائے کیوں ہو۔ عرض کی یا  
رسول اللہ میں نے عرش سے چھلانگ لگائی تو مجھے کچھ نہیں ہوا حضور نے فرمایا چڑھایا میں نے  
تھا اتارا جبریل نے (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۲)

حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی مع القرآن و القرآن  
مع علی۔ فرمایا قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن یک ساتھ یہ دونوں حوض کوثر تک نہیں  
جدا ہو سکتے (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۲) ترمذی شریف ص ۲۱۵

دوسری جگہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ولا یحب علیا منافق  
ولا بغضہ مومن۔ حضرت علی سے محبت کرنے والا مومن ہے اور بغض رکھنے والا منافق ہے  
حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔ النظر الی وجہ علی عبادۃ۔  
کہ حضرت علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے اسی لئے حضرت علی کے نام کے ساتھ کرم اللہ  
وجہہ بوجہ تکریم اور احترام کے۔ حضرت اسماعیل حقی فرماتے ہیں۔

جنگ خیبر سے واپسی پر صہبا کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تھک گیا ہوں تو  
حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھ کر لیٹ جائیں چنانچہ سید المرسلین  
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور آنکھ لگ گئی غور کرو گو دلی کی ہے اور سر اقدس  
سرکار دو عالم ﷺ کا۔

زمین پر عرش اعلیٰ کے نشان معلوم ہوتے ہیں

علی کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے ہیں

اور اتفاق ایسا تھا کہ حضرت علی نے عصر کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ اور سورج غروب ہوتا دکھائی  
دے رہا تھا اور عصر کی نماز کا وقت بھی تنگ ہو جا رہا تھا مگر وہ مجسمہ دین و ایمان اور پیکر علم و  
عرفان اور سراپا تفسیر قرآن عشق مصطفیٰ ﷺ اور اطاعت رسول میں ایسے محو تھے کہ نہ نماز قضا

ہونے کی فکر تھی اور نہ ہی ایک اہم فریضہ چھوٹ جانے کا غم۔ پس نگاہیں مرتضیٰ کی تھیں اور رخ انور مصطفیٰ ﷺ کا۔

میری نماز ہے یہی اور میرا سجود ہے یہی  
کہ میری نظر کے سامنے جلوہ حسن یار ہو

وہ جانتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ آج کل کا کوئی ملا ہوتا تو کملی والے کو جگا کر کہتا کہ میری نماز قضا ہو رہی ہے مگر وہ علی تھے جو رازدار مصطفیٰ تھے اور باب مدینۃ العلم تھے اور وہ جانتے تھے۔

نمازیں پھر ادا ہوں گر قضا ہوں۔ نگاہوں کی قضا میں کب ادا ہوں

نماز قضا ہوگئی تو پھر پڑھ لوں گا مگر خدا جانے محبوب خدا کا سراقدس میری گود میں پھر آئے یا نہ آئے آخر سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی کی نماز قضا ہوگئی اور آنسو جاری ہو گئے آقا خواب سے بیدار ہوئے چشم نبوت کھولی حضرت علی کو روتے ہوئے دیکھا فرمایا علی روتے کیوں ہو عرض کی آقا نماز قضا ہوگئی علی کی ایک نماز قضا ہوئی تو رونے لگے اور مہمان کی پانچوں معاف (استغفر اللہ) کملی والے نے فرمایا جگا کر نماز پڑھ لینی تھی عرض کی آقا میرے ایمان اور عشق نے پسند نہ کیا کہ آپ کو جگا کر آپ کے آرام میں خلل پیدا کروں۔

غور کرو۔ حضرت علی کے سامنے دو مسئلے آگئے نبی کی اطاعت اور ایک خدا کی اطاعت۔ عبادت خدا کی کرتے ہیں تو اطاعت مصطفیٰ جاتی ہے اگر اطاعت مصطفیٰ کرتے ہیں تو عبادت خدا جاتی ہے مگر شیر خدا نے اطاعت خدا کو بھی اطاعت مصطفیٰ ہی سمجھا اور اگر وہ اطاعت مصطفیٰ چھوڑ کر اطاعت خدا کرتے تو ہو سکتا تھا کہ وہ قبول ہی نہ ہوتی مگر اطاعت مصطفیٰ کا یہ انعام ملا کہ ڈوبا ہوا سورج پھر عصر کے وقت پر آ گیا تو حضرت علی نے عصر کی نماز ادا کی۔ سورج غروب نہیں ہوتا بلکہ وہ عرش الہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ سورج

غروب ہو گیا اس قانون قدرت کے مطابق سورج عرش کے نیچے سجدہ کر رہا تھا اور ادھر کملی والے کی انگلی کا اشارہ ہوا تو سورج نے عرض کی کہ تیرے عرش کے سجدے چھوڑ کر کیسے واپس جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج میرے عرش کا سجدہ تو قضا ہو سکتا ہے لیکن علی کی نماز قضا نہیں ہو سکتی یہ نبی کا معجزہ تھا اور علی کی کرامت تھی اعجاز نبوت بھی تھا اور شان ولایت بھی تھی وہ مرکز نبوت تھا یہ منبع ولایت تھا وہ خدا کا رسول تھا اور یہ زوج بتول تھا وہ مصطفیٰ تھا اور یہ مرتضیٰ تھا

ذات اور دروازہ شہر علوم

زیر فرمائش حجاز و چین روم

آپ کی ذات علوم کے شہر کا دروازہ ہے حجاز چین اور روم آپ کے زیر فرمان ہیں۔ ابن سعد حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ خدا کی قسم مجھے ہر ایک آیت کا شان نزول اور کہاں نازل ہوئی اور کس کے حق میں نازل ہوئی سب کچھ معلوم ہے کیونکہ میرے رب نے مجھے قلب عقل اور زبان ناطق عطا فرمائی (طبرانی تاریخ الخلفاء)

حضرت ابن سعد ابوالفضل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولا علی نے فرمایا۔ کہ جس کسی نے قرآن کے متعلق پوچھنا ہو تو وہ مجھ سے پوچھ لے کیونکہ کوئی آیت ایسی نہیں جو مجھے معلوم نہ ہو کہ کس دن نازل ہوئی دن میں نازل ہوئی یا رات کو نازل ہوئی میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ مذکورہ بالا روایات صحیحہ سے ثابت ہوا کہ باب مدینۃ العلم علی کرم اللہ وجہہ الکریم قرآن کریم کے سب سے بڑے عالم تھے کوئی آیت مکی ہو یا مدنی۔ سفری ہو یا حضری، ناسخ ہو یا منسوخ، محکم ہو یا متشابہات، لیل کی ہو یا نہار کی، تنزیل کی ہو یا تاویل کی سب کچھ جاننے والے تھے اور ہر آیت کو منشا خداوندی کے مطابق جانتے تھے یہ وہ لوگ تھے جن کو خود قرآن نے راسخ العلوم فی القرآن کا لقب بخشا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بسم اللہ شریف کے حرف باکی تفسیر بیان کی یہاں تک کہ صبح ہو گئی آخر آپ نے فرمایا کہ اگر رات اور ہوتی تو میں اسی طرح بیان کرتا میں نے سمندر میں سے قطرہ بھی بیان نہیں کیا حضرت علی

فرماتے ہیں کہ اگر میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو ستر اونٹ کتابوں سے لادے جائیں تو بھی تفسیر سورۃ فاتحہ ختم نہ ہو سکے (الحلیہ ص ۶۵)

یہ ہے خاموش قرآن اور وہ قرآن ناطق ہیں

نہ ہوں جس دل میں یہ انہیں قرآن کا کیا رشتہ

روایت میں آتا ہے کہ آپ کی یہ کرامت تھی کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کے جناب مولا علی رکاب میں ایک پاؤں رکھتے اور دوسرا پاؤں دوسری رکاب میں رکھتے یہاں تک پورا قرآن پڑھ کر ختم فرمادیتے۔ اللہ اللہ۔ یہ تھی شان کرامت۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ قرآن سات قراتوں میں نازل ہوا اور ہر حرف جو ہے اس کے ایک ظاہری اور دوسرے باطنی معنی ہیں اور ہر حرف کا ظاہر و باطن کا علم سیدنا علی المرتضیٰ کو حاصل ہے۔

### ایک عجیب فیصلہ

حضرت علی کے زمانے میں دو عورتوں نے بچے جنے رات اندھیری تھی ایک کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور دوسری کے ہاں لڑکی۔ دونوں میں جھگڑا اس بات پر ہوا کہ ہر ایک عورت کہتی تھی کہ لڑکا میں نے جنا ہے۔ آخر دونوں عورتیں حضرت علی کے پاس آئیں ہر ایک یہی کہتی تھی کہ لڑکے کی ماں میں ہوں حضرت علی نے فرمایا کہ تم دونوں اپنی چھاتیوں سے تھوڑا تھوڑا دودھ نکال کر دو اور برتنوں میں رکھو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ نے دونوں دودھوں کو تولا تو ایک کا وزن زیادہ تھا اور دوسرے کا کم تھا جس کا دودھ زیادہ وزنی ہے لڑکا اس کا ہے یہ فیصلہ سن کر لوگوں نے حضرت علی سے دریافت کیا۔ یا حضرت آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے۔ تو فرمایا قرآن پاک کی اس آیت سے۔

لذکر مثل حظ الانثین۔ اس آیت میں یہ بھی استدلال ہے کہ خدا نے مرد کو ہر چیز میں فضیلت دی ہے حتیٰ کہ غذا میں بھی۔ پس میں نے اس حقیقت کے پیش نظر سوچا تھا کہ لڑکے کی

ماں کا دودھ ضرور روزنی ہوگا۔

ایک شخص کی ڈاڑھی بہت مختصر تھی تھوڑی پر گنتی کے چند بال تھے اور حضرت علی کی ڈاڑھی مبارک گھنی اور بھری ہوئی تھی ایک دن وہ یہودی حضرت علی سے کہنے لگا اے علی۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ قرآن میں جمیع علوم ہیں اور تم باب مدینۃ العلم ہو تو بتاؤ۔ قرآن میں تمہاری گھنی ڈاڑھی اور میری مختصر ڈاڑھی کا ذکر ہے تو سیدنا علی نے فرمایا ہاں سنو قرآن میں آتا ہے کہ

وَالْبَلَدِ الطَّيِّبِ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِأَذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكْدًا۔ یعنی جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا اور مشکل تو وہ اے یہودی اچھی اور پاکیزہ زمین میری تھوڑی ہے جس میں خوب گھنے بال ڈاڑھی کے اگے ہوئے ہیں اور خراب اور پلید زمین تیری تھوڑی ہے جس سے کچھ اگتا ہے تو مشکل سے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک ہم میں سے حضرت علی بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں اور ابن مسعود کہتے ہیں کہ اہل مدینہ میں علی سے زیادہ معاملہ فہم کوئی نہ تھا۔

### عیسائی پادری کے سوالات

سیدنا عمر فاروقؓ کے خلافت کے زمانے میں نجران کا ایک عیسائی پادری اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے چند سوالات سوچ کر آیا حضرت فاروق اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی اس وقت حضرت فاروق اعظم کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی موجود تھے حضرت عمرؓ نے پادری کو اپنی عدالت میں آنے کی اجازت دے دی جب یہ یہودی اندر داخل ہوا حضرت امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ میں چند سوالات لے کر آیا ہوں اجازت ہو تو بیان کروں اور ان کا جواب دیں امیر المومنین نے فرمایا۔ ہاں پہلے سوال بیان کرو۔

(۱) آپ کا قرآن جنت کا کچھ ایسا طول و عرض بیان کرتا ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتا آپ کا

قرآن کہتا ہے کہ جنت کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہوگا یہ بتلا دیجئے کہ جب جنت اتنی بڑی ہوگی تو دوزخ کہاں واقع ہوگی۔

(۲) وہ کیا چیز ہے جو میوہ ہائے جنت کے مثل ہے۔

(۳) آسمان کا کوئی قفل ہے۔

(۴) زمین پر سب سے پہلے کس کا خون گرا تھا

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت مولانا علی سے فرمایا کہ آپ اس کے چاروں سوالوں کا جواب دیں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے اسی وقت یہودی سے مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی اپنے جملہ سوالات کے جواب سن۔

اگر دل چاہے تو نوٹ کر لیجئے تم نے قرآن پاک کی اس آیت پر اعتراض کیا ہے کہ جب جنت کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے تو دوزخ کہاں واقع ہوگی۔ یہودی مجھے اس بات کا جواب دو کہ جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے اور جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے پادری یہ جواب سن کر حیران رہ گیا۔

تمہارا دوسرا سوال وہ کیا چیز ہے جو میوہ ہائے جنت کے مانند ہے فرمایا وہ قرآن ہے۔ کہ تمام مخلوق اس سے استفادہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بھی اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی گویا جنت کے میوہ جات بھی اسی طرح کے ہیں۔

تیسرا سوال۔ کہ آسمانوں کا قفل کیا ہے فرمایا وہ قفل شرک ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا جائے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا قفل کی کنجی کلمہ شہادت ہے جس کی پرواز اور رسائی عرش سے فرش تک ہے۔

چوتھا سوال۔ زمین پر سب سے پہلے کس کا خون گرا تھا آپ نے فرمایا کہ تمہارا یہ گمان ہے کہ چمگاڈ کا خون سب سے پہلے زمین پر گرایا غلط ہے سب سے پہلا خون حضرت حوا کا تھا جو ہابیل کی ولادت کے وقت زمین بوس ہوا تھا

پادری یہودی نے کہا بخدا یہ سچ ہے مگر میرے ایک سوال کا جواب اور دیجئے حضرت علی نے

فرمایا آخری سوال بھی پوچھ لے تاکہ تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہے کہنے لگا بتائیے۔  
 کہنے لگا۔ خدا کہاں ہے۔ حضرت مولائے کائنات نے متبسم ہو کر فرمایا یہی سوال میں نے  
 اپنے آقا و مولا سے کیا تھا اور اپنی آنکھوں کے سامنے یہ منظر دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ حضور کی  
 بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو فرشتے نے کہا کہ ساتویں آسمان کا مکین  
 ہوں اور اپنے رب کے پاس سے آیا ہوں۔ پھر دوسرا فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے بھی یہی  
 سوال کیا کہ کہاں سے آئے ہو فرشتے نے کہا میں اپنے رب کے پاس سے آیا ہوں اور ساتویں  
 طبق زمین سے آ رہا ہوں اس کے بعد پھر ایک اور فرشتہ مغرب سے آیا اور ایک مشرق سے آیا  
 دونوں سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم اپنے رب کے پاس سے  
 مشرق اور مغرب سے آ رہے ہیں۔ پس اے نصرانی! اللہ تعالیٰ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی ہے  
 زیر زمین میں بھی ہے اور بالائے آسمان بھی پس وہ کون سی جگہ ہے جو وہاں نہیں۔  
 فاینما تولو. فثم وجه اللہ۔ نصرانی پادری حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام المشارق والمغرب  
 مدینۃ الحکمۃ کے جوابات سن کر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

## یہودی عالم کے سات سوال

ایک عالم جس کا نام صغر تھا ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ میرے چند سوالات  
 کے جواب دیجیے حضرت علی نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو۔ فرمائیے۔

- (۱) وہ کون سا فرد ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں۔
- (۲) وہ کون سی عورت ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں۔
- (۳) وہ کون سا مرد ہے جس کی ماں تو ہے باپ نہیں۔
- (۴) وہ کون سا پتھر ہے جس نے جانور جنا ہے۔
- (۵) وہ کون سی عورت ہے جس نے ایک ہی دن میں تین گھڑیوں میں بچہ جن دیا۔
- (۶) اور وہ کون سے دو دوست ہیں جو آپس میں کبھی دشمن نہ بنیں گے۔

۷) اور وہ کون سے دو دشمن ہیں جو آپس میں کبھی دوست نہیں بنیں گے۔

جواب سنو!

۱) وہ مرد جس کا نہ باپ ہے نہ ماں وہ حضرت آدم ہیں۔

۲) اور وہ عورت جس کا نہ باپ ہے نہ ماں وہ حوا ہیں۔

۳) اور وہ مرد جس کا ماں ہے باپ نہیں۔ عیسیٰ ہیں۔

۴) اور وہ پتھر جس نے جانور جنا ہے حضرت طحّٰلّٰح کی اونٹنی پیدا ہوئی۔

۵) وہ عورت جس نے ایک ہی دن میں تین گھڑیوں میں بچہ جنا وہ حضرت مریم ہیں جن کو ایک

گھڑی میں حمل ٹھہر گیا دوسری گھڑی میں درد زہ شروع ہوا اور تیسری گھڑی میں حضرت عیسیٰ پیدا

ہوئے۔

۶) اور وہ دوست جو آپس میں کبھی دشمن نہ بنیں گے۔ روح اور جسم ہیں۔

۷) وہ دوست جو آپس میں کبھی دوست نہ بنیں گے وہ موت اور حیات ہیں۔

یہودی نے یہ سن کر عرض کی واقعی اے مولا علی آپ نے بالکل صحیح جواب دیئے اور آپ واقعی

مدینۃ العلم ہیں۔

ایک نوجوان اور ماں (فیصلہ)

حضرت مولا علی کے عہد خلافت میں ایک نوجوان آیا اور عرض کی یا امیر المومنین مجھ

میں اور میری ماں میں فیصلہ فرمادیں میری ماں نے باوجود اس کے مجھے نو ماہ شکم میں رکھا بعد

اسکے اس کی گود میں دو سال دودھ پیا اور جب میں جوان ہوا اس نے مجھے گھر سے نکال دیا اور

کہتی ہے کہ تم میرے بیٹے نہیں ہو حضرت مولا علی نے فرمایا تمہاری والدہ کہاں ہے اس نے کہا

گھر میں ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی ماں کو میرے پاس لے آؤ حکم کی تعمیل پر اس عورت کو اس

کے چار بھائیوں اور چالیس مصنوعی گواہوں سمیت لایا گیا جو اس بات کی قسم کھاتے تھے کہ یہ

عورت اس جوان کو جانتی ہی نہیں بلکہ یہ جوان جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے نوجوان نے عرض کی یا امیر



المؤمنین! اللہ کی قسم یہ میری ماں ہے آپ نے عورت سے کہا بتا درست ہے کہنے لگی۔ یا امیر المؤمنین! میں اس نوجوان کو جانتی ہی نہیں میں ابھی کنواری ہوں جب شادی نہیں کی تو بچہ کیسے جن سکتی ہوں آپ نے فرمایا گواہ پیش کر سکتی ہو تو چالیس گواہ عورت کی حمایت میں بولے۔ مولا علی نے فرمایا اب میں فیصلہ کرتا ہوں جس کو میرا اللہ پسند کرے گا کیوں عورت تیرا کوئی ولی ہے یہ میرے بھائی ہیں آپ نے فرمایا بتاؤ میرا فیصلہ تمہارے لئے اور تمہاری بہن کے لئے قابل قبول ہوگا چاروں بھائی بولے کیوں نہیں۔ آپ کا فیصلہ قبول ہوگا حضرت علی نے فرمایا واللہ میں نے خدا اور حاضرین کی موجودگی میں بلا شک اس عورت کو اس نوجوان کے ساتھ بیاہ دیا اور مہر چار سو نقد درہموں سے۔ اے قبر! میرے مال سے نقد درہم اس نوجوان کو دو نوجوان نے درہم لئے لئے آپ نے فرمایا اپنی عورت کو گود میں ڈال دو اور چلے جاؤ اب میرے پاس اس حالت میں آنا تم میں غسل کے آثار موجود ہوں یعنی بعد مباشرت غسل کے نوجوان یہ ارشاد سن اٹھا اور درہم عورت کی گود میں ڈال دیئے۔

عورت چلا کر بولی یا امیر المؤمنین! جہنم۔ جہنم۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ مجھ کو میرے فرزند سے بیاہ دیں میرے بھائیوں نے مجھے ایک کمینے آدمی سے بیاہ دیا جس سے یہ فرزند پیدا ہوا پھر جب بالغ ہوا تو بھائیوں نے مجھے کہا اس کی فرزندگی سے انکار کر کے اس کو گھر سے نکال دو۔ اللہ کی قسم یہ میرا فرزند ہے آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اور اپنے بیٹے کو لے جاؤ۔

### میاں بیوی۔ ماں بیٹا

جب سیدنا علی المرتضیٰ کوفہ میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ اور بھی لوگوں نے پناہ لی ان میں ایک نوجوان بھی لشکر میں شامل ہو گیا پھر کچھ عرصہ بعد اس نوجوان نے ایک عورت سے نکاح کر لیا اس کے دوسرے روز نماز فجر کے بعد آپ نے ایک شخص کو بلا کر فرمایا کہ کوفہ کے فلاں محلے میں جاؤ اور فلاں مکاں سے ایک مرد اور عورت آپس میں لڑ رہے ہیں یہ نشانی ہے ان کی کہ وہ ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کر رہے ہیں تم ان دونوں کو میرا نام لے کر بلاؤ

وہ آدمی حکم کے مطابق جب اس محلے میں گیا تو واقعی وہی طرز عمل اور اسی نشاندہی پر وہ ان کے مکان تک پہنچ گیا۔ ان کو جا کر کہا کہ تم دونوں کو امیر المومنین بلا رہے ہیں وہ اسی وقت اٹھے اور دونوں مرد و عورت حاضر خدمت ہو گئے آپ نے فرمایا اے عورت اور مرد مجھے یہ بتاؤ کہ ساری رات اور اب دن چڑھ گیا ہے تم آپس میں کیوں لڑتے رہے ہو اس شخص نے عرض کیا حضور یہ میری بیوی ہے کل اس کے ساتھ میرا نکاح ہو جب آپس میں ملنے کا وقت آیا تو اس نے مجھ سے نفرت کی اور مجھے بھی اس سے نفرت ہو گئی اسی طرح ایک دوسرے کو طعنہ دیتے رہے اور ساری رات گذر گئی اور صبح تک یہی چکر رہا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بات ہے کہ تم آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے ہو اب میں علیحدہ بات کرتا ہوں آپ نے عورت کو یہ فرمایا کہ تم جانتی ہو یہ نوجوان کون ہے عورت نے کہا حضور قطعاً پتہ نہیں آپ نے فرمایا میں تجھ پر ایک بات ظاہر کرتا ہوں اگر وہ سچی ہو تو انکار نہ کرنا اس میں تمہاری بھلائی ہے اور اس کو برا بھی محسوس نہ کرنا اس عورت نے اقرار کیا کہ جھوٹ نہیں بولوں گی تو حضرت علی نے فرمایا کہ کیا تو فلاں آدمی کی بیٹی ہے کہنے لگی ہاں! فرمایا تمہاری ماں کا نام یہ ہے فرمایا تمہارا ایک چچا زاد بھائی تھا اور تم دونوں کی آپس میں محبت تھی عورت نے کہا درست ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا باپ اس سے نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا عورت نے کہا ہاں۔ پھر تیرے باپ نے اس کو پڑوس سے بھی نکال دیا تھا۔ عورت نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر تو ایک رات قضائے حاجت کے لئے گھر سے نکلی اور وہ تمہاری انتظار میں تھا اور تم اس کو جا کر ملی تھیں پھر اس سے وہ حرکت ہوئی یعنی تجھ سے جماع کیا اور تو حاملہ ہو گئی پھر تو نے اپنے حمل میں جو تھا چھپایا اور تیری ماں کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی اور وہ وضع حمل کے وقت تجھ کو اپنے ساتھ لے کر رات کے وقت باہر نکلی اور تجھے لڑکا پیدا ہوا اور تم نے کپڑے میں لپیٹ کر وہیں رکھ دیا اور خود وہاں سے آ گئیں اتنے میں ایک کتا آیا اور اس کو سونگھنے لگا تجھ کو خیال آیا کہ اس کو کھانا جائے تو نے ایک پتھر اٹھایا اور کتے کو مارا لیکن وہ پتھر اس بچے کو لگ گیا اس سے اس کا سر زخمی ہو گیا تو نے اور تیری ماں نے اس وقت وہاں پہنچ کر اس کے سر پر پٹی باندھی۔ اور بچہ وہیں چھوڑ کر تم دونوں گھر چلی گئیں کیا معلوم وہ بچہ

کہاں گیا اور اسے کیا ہوا۔

باب مدینۃ العلم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے کئی سالوں کا حال سن کر عورت سخت حیران ہوئی ایک طرف آپ کا بیان اور دوسری طرف اپنے اس وقت کا خیال عورت نے عرض کیا حضور جیسے آپ نے فرمایا ہے۔ درست ہے ایک لفظ بھی غلط نہیں اچھا آگے سن لو۔ پھر جب صبح ہوئی تو فلاں قوم کے لوگ اس جگہ سے گزرے تو انہوں نے کپڑے میں رکھا ہوا بچہ دیکھا جو ابھی زندہ تھا وہ اس کو اٹھا کر لے گئے پھر وہ پرورش پا کر جوان ہوا اور ان لوگوں کے ساتھ کوفہ آیا اور پھر تیرا اس کے ساتھ نکاح کر دیا گیا یہ تیرا وہی لڑکا ہے پھر آپ نے اس جوان سے فرمایا اپنا سر کھول اس نے سر سے کپڑا اتارا تو زخم کا نشان موجود تھا آپ نے فرمایا خدا کا شکر کرو تم ایک دوسرے سے کسی بہانہ حرام کے مرتکب نہ ہوئے تم ماں بیٹا ہو۔ فرمایا یہ تمہارا بیٹا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کام سے بچالیا ہے جو حرام تھا اپنے بیٹے کو لے جاؤ تمہارا کوئی نکاح نہیں۔

ناظرین علم علی المرتضیٰ آپ نے ملاحظہ فرمایا کئی سال پہلے کا واقعہ سامنے رکھ کر کس طرح مرد اور عورت کی اصلاح فرمائی۔ اسی لئے حضور نے فرمایا انا مدینۃ العلم و علی بابہا۔ حدیث میں آتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں۔ علمنی رسول اللہ ﷺ الف باب۔ لفتح کل باب الی الف مجھے رسول اللہ نے علم کے ہزار باب دیئے ہیں اور ہر باب سے آگے علم کے ہزار باب کھلتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام علوم کے بحر بے کنار تھے اسی لئے حضور نے فرمایا تھا علی میرے علم کے شہر کا دروازہ ہیں یہ سب فیض حضور کے علم کا صدقہ تھا۔

علم قرآن، علم تفسیر، اصول تفسیر، اصول حدیث، علم فقہ، علم حکمت، علم کتابت، علم ریاضی، علم تصوف، علم اشعار کا فیه، علم زبان، علم منطق، علم فلسفہ، علم صرف و نحو، علم فصاحت و بلاغت، علم خطابت، علم قضا، علم ظاہر، علم باطن، ان سب علوم کے سر تاج تھے جس نبی کے ایک غلام کے علم کی یہ شان ہے ان کا آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی اندازہ کر سکتے ہے گویا یہ دروازہ علم کا کمال ہے اور جو شہر علم ہے اس کا اندازہ کون کرے۔

## حضرت علی کی شان سخاوت

یوں تو حضرت علی کی شان سخاوت کا کوئی حد و حساب ہی نہیں ویسے بھی انفرادی طور پر صحابہ کی شان میں مختلف مقامات پر قرآن پاک نازل ہوتا رہا لیکن یہاں ہم حضرت علی کی شان سخاوت کی جھلک ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یوفون بالندز ویخافون یوماً کان شرہ مستطیراً۔ یعنی یہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیل جاتی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور اسیر کو ان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کے لئے کھانا کھلاتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں چاہتے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے دولت کدہ پر تشریف لائے تو شہزادہ کونین جناب امام حسنؑ کو بیمار پایا حضرت فاطمہ اور شیر خدا کو ارشاد فرمایا کہ منت مانو اللہ انہیں شفا بخشے گا۔ سیدہ فاطمہ اور حضرت علی مشکل کشا نے تین تین روزوں کی منت مانی اللہ تعالیٰ نے امام حسن کو شفا کامل بخشی آپ نے مع سیدہ کے روزے رکھے پہلے روزہ کو جولا کر روٹیاں پکائیں وقت افطار دروزے پر دستک ہوئی کہ اے اہل بیت صلی اللہ علیہ وسلم میں مسکین سائل ہوں آپ نے اپنا حصہ عطا فرما کر پانی سے روزہ افطار کیا سیدہ نے بھی اپنا حصہ سائل کو دے دیا اور دونوں نے پانی سے روزہ افطار کیا۔ دوسرا روزہ رکھا اس روز بھی ایک یتیم نے افطاری کے وقت صد لگائی کہ میں ایک یتیم سائل ہوں آپ نے اپنا کھانا مع سیدہ کے سائل کے حوالے کر دیا اور روزہ پانی سے افطار کیا۔

تیسرا روزہ رکھا اس دن بھی افطاری کے وقت ایک قیدی مسافر نے آواز لگائی کہ میں ایک قیدی سائل ہوں اس تیسرے روز بھی حضرت علی اور سیدہ نے اپنا کھانا قیدی کے حوالے کر دیا اور خود روزہ پانی سے افطار کیا اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ دوسرے مقام پر یہ آیت کریمہ خصوصاً حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ارشاد ہوتا ہے۔ انما ولیکم اللہ

ورسوله والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وهم راکعون -  
 بے شک تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے پھر ایمان والے ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو نماز قائم  
 کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالانکہ وہ رکوع کی حالت میں ہیں اس آیت کی تفسیر میں  
 قاضی ثناء اللہ پانی پتی یوں بیان کرتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ حضرت علی شیر خدا نماز پڑھ رہے تھے  
 جماعت ہو رہی تھی ایک سائل آیا اس نے سوال کیا کہ میں ایک سوالی ہوں مجھے کچھ اللہ کے نام  
 دو۔ سوالی نے اپنا سوال تین دفعہ دہرایا جواب نہ پا کر سوالی نہ کہا کہ اے رسول کے صحابیو! میرا  
 سوال تم نے پورا نہیں کیا قیامت کے دن میرا سوال تمہاری گردنوں پر ہوگا اسی اثناء میں مسلمان  
 رکوع میں چلے گئے حضرت علی پچھلی صف میں تھے حضرت علی کی انگلی میں بڑی قیمتی  
 انگوٹھی تھی آپ نے ہاتھ پیچھے کر کے سائل کو اشارہ کیا اور رسول کے دربار سے خالی مت جاؤ  
 اس انگلی سے انگوٹھی اتار لو۔ سوالی نے انگوٹھی اتار لی۔ اور چلا گیا اس وقت یہ آیت کریمہ  
 نازل ہوئی۔ (مظہری ص ۳ ص ۳۱۴)

مسجد نبوی میں تمام اصحاب بیٹھے تھے اور حضرت علی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک  
 سائل آیا اور اس نے سوال کیا کہ مسلمانوں میں حاجتمند ہوں اور سخت پریشان ہوں اصحاب  
 صفہ نے اس کا سوال سن کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور سر جھکائے کیونکہ یہ سب  
 درویش لوگ تھے سائل نے اپنے سوال کو دہرایا اور جب تیسری مرتبہ بھی سائل کا سوال نہ  
 پورا ہوا تو اس نے کہا یا اللہ۔ تو گواہ رہنا میں نے تیرے رسول کی مسجد میں سوال کیا کسی نے  
 پورا نہ کیا حضرت علی نماز پڑھ رہے تھے اور حالت رکوع میں تھے آپ نے کھنگارا جب  
 سائل نے آپ کی طرف دیکھا تو اُٹنے اشارہ کیا انگوٹھے کی مدد سے انگوٹھی اتار دی تو سائل  
 نے لے لی تو اس نے انگوٹھی کی طرف دیکھا۔ تو وہ معمولی چاندی کی انگوٹھی تھی اصحاب صفہ  
 میں سے کسی نے کہا کہ سائل تو بڑا خوش قسمت ہے تو یہ انگوٹھی لے کر حضرت عثمان کی خدمت

میں جاتیری مراد پوری ہو جائے گی سائل وہ انگوٹھی لے کر حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس انگوٹھی کو لے کر پہلے چوما اور سائل کا جو سوال تھا اور جو اس کی حاجت تھی اس سے بھی دو چند زیادہ عنایت کیا (تفسیر رفاعی ص ۱۴۲)

علامہ غلام رسول سعیدی اپنی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں۔

کہ نبی ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے وہاں مسلمان قیام اور رکوع میں تھے آپ نے ایک سائل کو دیکھا اور پوچھا کیا تم کو کسی نے کچھ دیا ہے اس نے کہا ہاں سونے کی انگوٹھی۔ آپ نے پوچھا کہ تم کو وہ انگوٹھی کس نے دی ہے اس نے حضرت علی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ جو نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے پوچھا اس نے یہ انگوٹھی کس حال میں دی ہے۔ اس نے کہا یہ رکوع کی حالت میں تھے کہ انہوں نے یہ انگوٹھی دی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ اللہ اکبر پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (تبیان القرآن ص ۲۲) البیان فی تفسیر القرآن ج ۳ ص ۵۵۸ جامع البیان ص ۶ ص ۳۹)

علامہ عبدالحق حقانی اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں۔

یوتون الزکوٰۃ سے حال بنا کر نماز میں اللہ کے لئے انگوٹھی دینا حضرت علی کی نسبت کیا ہے۔ تفسیر حاشیہ جلالین میں اس طرح ہے وہم را کعون الوائفی الحال انی یوتونہا فی حال رکوعہم فی الصلوٰۃ قال انہا نزلت فی علی . حین سئالہ سائل ہو راکع فی الصلوٰۃ مفرح لہ خاتمہ کانہ کان مرجا فی ختصرۃ فلم تکلف طلعه کثیر عمل یفسد صدقہ ورد فی لفظ الجمع وان کان اسبب فی واحداً ترغیباً للناس فی مثل فعلہ ینالو مثل ثوابہ والآیتہ قول علی جواز الصدقتہ فی الصلوٰۃ و علی الی افعلا یفسد الصلوٰۃ (حقانی ج ۴ ص ۲۳۳ مدارک الکاشیہ جلالین ص ۱۰۲)

صاحب مدارک لکھتے ہیں کہ حضرت کی چھوٹی انگلی خنصر میں انگوٹھی تھی اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ یہ

عمل کثیر ہے جو قصد صلوة ہے تو فرماتے ہیں لوگوں کو صدقے کی ترغیب کے لئے صدقہ دینا نماز میں جائز ہے۔

قیمت نہ دے سکا کوئی جس کی حجاز میں  
سائل کو بخش دی وہ انگوٹھی نماز میں

## حضرت علی کی شان شجاعت

پہلا معرکہ:-

حضرت سہیل بن عدی فرماتے ہیں کہ جنگ خیبر کے موقعہ پر نبی کے غلاموں نے عرض کی کہ خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہو رہا۔ تو آقا نے فرمایا العاملین هذه الرايته غداً يفتح الله عن يديه۔ کل اسلام کا جھنڈا اس کو دو دوں گا کہ جس کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور وہ ایسا آدمی ہے کہ یحب الله ورسوله۔ جس سے اس کا اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے صبح ہوئی تو ہر مسلمان کی تمنا تھی کہ اسلام کا جھنڈا اس سے عطا ہوا۔ لیکن حضور نے فرمایا۔ این علی بن ابی طالب۔ کہ حضرت علی کہاں ہیں غلاموں نے عرض کی آقا ان کی آنکھیں دکھتی ہیں حضور نے فرمایا اس کو بلاؤ جب حضرت علی حاضر ہو گئے تو حضور نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کی آنکھوں میں لگایا تو اسی وقت حضرت علی کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی تو پھر حضور نے حضرت علی کو اسلام کا جھنڈا عنایت فرمایا اور ذوالفقار حیدری اپنے ہاتھوں کمر پر باندھی بس پھر کیا تھا اللہ کا شیر اسلام کا لشکر لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوا دل میں عشق رسول تھا ہاتھوں میں اسلام کا جھنڈا اور نگاہوں میں جلوہ یار اور زبان پر نعرہ تکبیر کی آواز فضائے آسمان میں گونج اٹھی پھر اس اللہ کے شیر نے خیبر کی پتھر ملی زمین پر اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا۔ خیبر کے قلعہ قوس کا سردار مرحب یہودی جو کفر کی دنیا کا ایک مشہور و معروف اور زور آور پہلوان تھا لوہے میں غرق اور سر پر دو من وزنی خود پہنے اور ہاتھوں میں گرز لئے ہوئے مقابلے پر آیا اور

پھر حضرت علی بھی رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ سمتنی امی حیدر - کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ پس پھر کیا تھا آپس میں دو تلواریں ٹکرائیں ایک اسلام کو مٹانے کے لئے اور دوسری شمع رسالت اور توحید کو بچانے کے لئے حق و باطل کی دست بدست جنگ تھی اسلام اور کفر کا مقابلہ تھا ایک طرف سراپا کفر تھا اور دوسری طرف علی تھے اس کے پیچھے ابو جہل تھا اور علی کے پیچھے اللہ کا نبی تھا مرحب نے بڑی چالاکی سے وار کیا حضرت علی نے بڑی پھرتی سے روکا اس نے پینتر بدلا اور اس نے قدم بڑھایا مرحب نے گرز اٹھائی علی نے ہاتھ سے پکڑی چھٹکا دیا گرز گر پڑی اور پھر علی کی تلوار ہوا میں لہرائی فضا میں چمکی اور بجلی کی طرح مرحب پر گری وہ ایک دم پیچھے ہٹا اس نے پھر بھر پور وار کیا علی نے تلوار پر روک لیا ڈھال ٹوٹ گئی تو شیر خدا نے قوت پروردگار سے درخبر کو ہاتھ ڈالا اس کو اکھیڑ کر ڈھال بنالی اور پھر شمشیر حیدری اٹھی۔ لپکی۔ مرحب نے ڈھال پر لیکن ڈھال کو دو ٹکڑے کرتے ہوئے خود تک پہنچی خود کو کاٹ کر سر پر آئی اور سر کو کاٹی ہوئی جسم تک پہنچی جسم کو چیرتی ہوئی وہ زمین پر گری تو زمین پکار اٹھی اے اللہ مجھے علی کی تلوار سے بچانا اور پھر اللہ کے شیر نے جوش میں آ کر قلعہ کی دیوار کو زور سے پکڑ کر ہلایا پھر زلزلہ آ گیا اور درخبر کو چالیس گز کے فاصلے پر گرایا۔ اس فتح و نصرت پر ایک بار پھر نعرہ تکبیر گونجی اور حضرت علی نے سید المرسلین کا عطا کردہ اسلام کا جھنڈا خیر کے قلع پر گاڑ دیا خیر فتح ہو گیا۔

کبھی تنہائی کوہ و ذمن عشق۔ کبھی سوز و سرودد انجمن عشق

کبھی سرمایہ محراب و منبر۔ کبھی مولا علی خیر شکن عشق

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لافتی الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار

حضرت علی کا دوسرا معرکہ

یوں تو زمانہ نبوی میں کوئی بھی جنگ ایسی نہیں ہے جس میں شیر خدا نے اپنی بہادری



اور شجاعت کے جوہر نہ دکھائے ہوں غزوہ احد سے لے کر فتح مکہ تک جہاں دیکھو حضرت علی موجود ہیں مگر جنگ خیبر اور جنگ خندق میں حضرت علی نے جس جو انمردی، جرات، استقلال اور بہادری کا ثبوت دیا اس پر زمین والے ہی نہیں بلکہ آسمان کے فرشتے بھی قیامت تک تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرتے رہیں گے اور یہی وہ جنگ ہے جس میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خود آقا علیہ السلام اور مولائے کائنات بھی بنفس نفیس خندق کھودنے میں مصروف تھے۔

غرضیکہ کفر تیس ہزار آزمودہ کار لڑا کے جو ان لے کر پوری قوت کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے آیا تھا اور ان میں کفر کا ایک مشہور شاہ سوار، زور آور اور جنگجو ابن عبدود بھی شامل تھا جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا لشکر کفار کے رعب اور دبدبے سے مسلمانوں کے دل دہل گئے اور پھر وہی عرب کا شاہ سوار اور کفر کے لشکر کا بہادر اور دیو پیکر ابن عبدود گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق کو پھلانگ کر لشکر اسلام میں آ پہنچا اور بڑے تکبر اور غرور اور جوش و خروش سے پکارا۔ هل من مبارز۔ ہے کوئی مسلمان مقابلے کرنے والا۔ شہنشاہ دو عالم ﷺ نے لشکر اسلام کی طرف نگاہ اٹھائی تمام کے تمام مسلمان بے خود تھے اس نے پھر پکارا کہ کوئی مسلمان مقابلہ کرنے والا، کملی والے نے پھر مسلمانوں کی طرف دیکھا اس نے پھر مبارزت دی۔ تو خون حیدر جوش میں آ گیا اٹھے اور اپنے پیارے آقا کے قدم چومے اور اجازت چاہی تو آقا نے اجازت دے دی علی کی پیشانی کو بوسہ دیا اپنا عمامہ علی کے سر پر باندھا اور ذوالفقار حیدری علی کو عنایت فرمائی اور پھر فرمایا علی جاؤ اس کافر کو میں نے تمہارے حوالے کیا اور تمہیں اللہ کے حوالے کیا۔

پے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر  
چلا میدان میں شیر خدا نام خدا لے کر  
نہ سینے پہ زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا  
فقط تلوار تھی یہی مردوں کا گہنا تھا

اور پھر یکا یک دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں ایک حق و صداقت کی تباہی کے لئے اور دوسری طرف اس کی پشت پناہی کے لئے، ایک اسلام کو مٹانے کے لئے اور دوسری اس کو بچانے کے لئے، مقابلہ بڑا ہی سخت تھا وہ پیکر کفر و طغیان تھا اور یہ مجسمہ دین و ایمان تھا اسے اپنے ساز و سامان پر ناز تھا اور اسے اپنی قوت ایمان پر ناز تھا فولادی تلواروں کی جھنکار آبدار، شمشیروں کی چمک اور مضبوط ڈھالوں کی کھڑکھڑاہٹ جس سے خندق کی زمین ہل رہی تھی اور زمین اس وقت جبکہ دونوں بہادر اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے سید الانبیاء ﷺ نے نگاہ اٹھائی جنگ کا انداز دیکھا اور فرمایا وہ دیکھو آج مکمل ایمان کفر سے لڑ رہا ہے مکمل ایمان علی تھے اور مکمل کفر ابن عبدود تھا۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

عمر نے تلوار اٹھائی علی نے ہمت دکھائی اس نے پکارا اس نے لکارا وہ جوش میں تھا اور یہ ہوش میں تھا وہ غصے میں تھرا رہا تھا اور یہ جوصلے میں مسکرا رہا تھا اس کی تلوار لہرائی اس کی شمشیر چمکی اور پھر ایک دوسرے پر وار کرنے لگے اس نے بازو منہ پر مارا اس نے ڈھال پر روکا یہ بھی بہادر اور جرات تھا یہ بھی حیدر کرار تھا اس نے تلوار ماری اس نے روکی اور پھر اللہ کے شیر نے جلال میں آ کر ضرب حیدری لگائی جس کی وہ تاب نہ لاسکا تلوار خود کاٹتی ہوئی سر پر پہنچی سر کو کاٹتی ہوئی جسم تک پہنچی جسم کے دو ٹکڑے کرتے ہوئے گھوڑے تک پہنچی گھوڑے کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی زمین پر پہنچی۔ ابن عبدود دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا حضرت علی چھاتی پر بیٹھ گئے اور اس کا سر کاٹ لیا اور پھر لشکر اسلام میں نعرہ تکبیر کی آواز گونج اٹھی اور اس طرح شیر خدا کے ہاتھوں غزوہ خندق میں اسلام کو کفر پر اور تو حید کو شرک پر فتح ہوئی حق کو باطل پر اور شرافت کو وحشت پر غلبہ حاصل ہوا انسانیت کو بربریت پر اور نیکی کو بدی پر برتری ملی اور پھر اس جرات کے صلے میں اور اس بہادری کے بدلے شیر خدا کو دربار مصطفیٰ سے یہ انعام ملا۔ ضربتہ علیا یوم الخندق افضل عبادة الثقلین کہ حضرت علی کی جنگ جو انہوں نے غزوہ خندق میں لڑی وہ تمام

مسلمانوں کے تمام اعمال سے افضل ہے۔

شیخ محقق دہلوی فرماتے ہیں لبارزی علی بن ابی طالب یوم الخندق  
افضل اعمال امتی الی یوم القیامتہ کہ جنگ خندق میں حضرت علی کا لڑنا میری امت  
کے قیامت تک کے نیک اعمال سے افضل ہیں۔ (مدارج النبوة ۴ ص ۲۳۲)  
علامہ رازی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا کہ غزوہ خندق میں  
ابن عبود کے ساتھ لڑتے وقت تم نے کیا محسوس کیا تو شیر خدا نے عرض کی۔ آقا! لو کان اهل  
الحرب فی جانب وانا فی جانب الآخر لقدرت علیہم۔ اگر عرب کے تمام بہادر  
ایک طرف ہوتے تو میں پھر بھی ان پر غالب آجاتا ایسا ہوتا بھی کیوں ناں۔  
تیری خاک میں ہے شرراگر تو خیال فقر و غننا نہ کر  
کہ جہاں میں ناں شعبیر پر ہے مدارقوت حیدرئی



## خلافت راشدہ

از حضرت ابو بکر صدیق تا خلافت و شہادت  
سیدنا علی بن ابی طالب و سیدنا امام حسن  
مدت خلافت ۳۰ سال

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بو بکر و عمر عثمان و علی  
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

## خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکرؓ

امن کا دور

مدت خلافت

حضرت خلافت ۲ سال ۳ ماہ ۱۰ دن عمر ۶۳ سال

معین محمد، قرین محمد

امان محمد، امین محمد

خلافت صدیقی

پھر وہ جان فرسا لمحہ آ ہی گیا۔ جب حضورؐ دلوں کو سوگوار اور روحوں کو بے قرار اور دیدہ ہائے شوق کو اشکبار چھوڑ کر عالم فانی سے منہ موڑ کر عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے وہ دن مسلمانوں کے لئے قیامت سے کم نہ تھے جس ہستی کو ایک لمحہ دیکھے بغیر ان کو قرار نہیں آتا تھا کہ وہ روئے زیبا پھر کبھی نظر آئے گا۔ یہ تصور کر کے وہ کانپ جاتے ان کے دلوں پر چھریاں چل جاتیں اور بعض تو اپنے ہوش و ہواس بھی فرط غم سے کھو بیٹھے تھے ”سخ“ مدینہ منورہ کے نواح میں ایک چھوٹی سی بستی ہے حضرت صدیق اکبر اپنے اہل خانہ کے ہمراہ وہاں رہائش پذیر تھے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو صبح کی نماز مسجد میں ادا کی اس روز حضورؐ کا مزاج مبارک قدرے بہتر تھا آپ واپس اپنے گھر چلے گئے چاشت کے وقت یہ سانحہ ارتحال پیش آیا ایک صحابی دوڑتے ہوئے گئے اور جا کر اس روح فرسا کی اطلاع دی آپ فوراً وہاں پہنچے تو دیکھا کہ صحابہ کی حالت غیر ہے حضرت عمر اپنے آپ میں نہ رہ سکے اور تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ اور اعلان فرما رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ فوت ہو گئے ہیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت صدیق اکبر حجرہ مبارکہ میں داخل ہوئے جان دو عالم رحمت مجسم کا جسد اطہر رکھا ہوا تھا چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی جبین سعادت پر بوسہ دیا دل نیاز کیش کی طرف سے بارگاہ جمال میں ہدیہ نیاز و عقیدت

پیش کیا اور باہر آگئے اور پھر لوگوں کو تسلی دی اور یہ آیت پڑھی۔ وما محمد الا رسول .  
 قد خلت من قبله الرسل . افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم . (آل عمران  
 ۱۴۴)

محمد اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں کیا رسول فوت  
 ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اپنے پاؤں سے پیچھے ہٹ جاؤ گے اس مختصر سے خطاب  
 سے حضرت عمر اور باقی صحابہ کرام کو تسلی ہوئی صحابہ کرام کے مجمع میں خطاب فرمایا تو صحابہ کرام کو  
 کچھ قرار نصیب ہوا۔ اسی اثناء میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا جس نے آ کر خبر سنائی کہ ثقیفہ بنی  
 ساعدہ میں انصار جمع ہیں اور سعد بن عبادہ کو (جو قبیلہ بنو خزاع کے رئیس تھے) اپنا امیر بنانے کا  
 فیصلہ کر چکے ہیں اور اب سب مسلمان ان کی بیعت کرنے والے ہیں انصار بھی کسی کی  
 خلافت پر متفق نہیں ہوئے تھے کہ حضرت ابو بکر اور عمر وہاں پہنچ گئے حضرت ابو بکر کو دیکھ کر سعد  
 بن عبادہ خاموش ہو گئے تو آپ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں تم  
 باہمی خلافت پر غور کر رہے ہو کیا تمہیں حضور کا یہ ارشاد معلوم نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ  
 الائمتہ من القریش۔ یعنی امام قریش ہوگا اس کو سن کر رد و قدح بسیار کے بعد اس امر پر  
 فیصلہ ہو گیا کہ بے شک امام قریش سے ہونا چاہیے عمر فاروق نے فرمایا میں ابو بکر سے بہتر آدمی  
 اس خلافت کے لئے کسی کو نہیں پسند کرتا اس لئے سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں جب  
 فاروق اعظم نے بیعت کر لی تو سب کے سب خوشی کے ساتھ اپنے ہاتھ بڑھا دیئے اسی مکان  
 میں جو لوگ حاضر تھے سب اجلہ اور جلیل القدر صحابی تھے مورخین نے انہیں ثقہ کہا ہے سب وہ  
 لوگ تھے جو صدیوں سے جہالت کے شکنجے میں جکڑے چلے آ رہے تھے انہیں ہادی دو  
 جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات نو بخشی سات سو سالہ کفر و شرک کی گندگی کو ۶۳ سال کی زندگی میں بلکہ  
 ۲۳ سالہ زندگی میں انقلاب برپا کر دیا آپ نے ایسی جماعت تیار کرنی تھی جو آپ کے لائے  
 ہوئے دین کی امانت دار ہو جس کی پہلی اینٹ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کی  
 شکل میں اس عمارت میں رکھ دی میں یہاں منافقین یا مترجمین کی روایات نہیں لکھ رہا بلکہ مختصر

سی ایک جھلک اس دور کی پیش کر رہا ہوں جو مسلمانوں پر انتہائی نازک دور تھا سابقہ دور کی جہالت کے علاوہ بنو ہاشم اور بنو امیہ کی خاندانی دشمنی بھی درمیان میں موجود تھی اس سے بھی نبرد آزما ہونا تھا حضرت صدیق اکبر کی خلافت پر ایک غیر جانبدار مورخ جس کا تعلق اہل تشیع سے ہے وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی اولوالعزمی اور دین سے بے پناہ وابستگی اور اپنے آقا کے ماننے والوں کو ہر قسم کے انتشار سے بچانے کے لئے حضرت علی نے فوراً حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کر لی حالانکہ آپ کو تین بار نظر انداز کر دیا گیا اور پھر آپ نے ہر بار کسی اعتراض کے بغیر رائے دہندگان کے انتخاب کو صدق دل سے قبول کر لیا آپ نے اپنے آپ کو کبھی بھی خلافت کے لئے امیدوار کی حیثیت سے پیش نہیں کیا آپ کے یا آپ کے احباب کے جذبات کچھ بھی ہوں آپ نے اسلامی مملکت کے کاروبار حکمرانی کو چلانے میں پہلے کی طرح امداد کی اور انہیں بہترین مشوروں سے نوازا خلفاء نے بھی آپ کے مشوروں کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا اور احادیث نبوی کی تشریح جو آپ نے کی اس کو تسلیم کر لیا گیا (سیرت آف اسلام سید امیر علی حج ہائی کورٹ بنگال بحوالہ ضیاء النبی ص ۳۲ ص ۸۳۲)

ان کی ان وضاحت کے بعد ہر قسم کے شکوک و شبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے نیز ان روایات کی لغویات آشکارا ہو جاتی ہے جن میں رحمت دو عالم کے صحابہ کرام کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے دانستہ یا غیر دانستہ ناپاک کوششیں کی گئی ہیں۔

صحابہ کرام کی عظمتیں اپنی اپنی جگہ پر ہیں لیکن صحابہ کرام میں سے جو عظمت حضرت صدیق اکبر کو حاصل ہے اور جو تقرب اور رسوخ حاصل ہے وہ اور کسی کو حاصل نہیں۔

حضرت صدیق اکبر دنیا میں قدم قدم پر حضور علیہ السلام کے ساتھ رہے کہیں بھی مفارقت و جدائی نظر نہیں آئے گی مکہ میں ساتھ، مدینہ میں ساتھ، جنگ میں ساتھ، صلح میں ساتھ، غار میں ساتھ، مزار میں ساتھ۔ علامہ اقبال اس حقیقت کی کتنی صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔

آن آمن الناس بر مولائے ما۔ آں کلیم اول سینائے ما۔

ہمت او کشت ملت را چوں ابر۔ ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

تو بہ سنگت ساتھ غار و مزار۔ دنیا و برزخ تک محدود نہیں۔ قیامت میں بھی یہ ساتھ برقرار رہے گا۔  
صدیق اکبر روز محشر بھی اپنے حبیب پاک کی صحبت سے مشرف ہوں گے۔ (رواہ الترمذی)

یہی تو ہیں مصداق ازہما فی الغار

فیم میکدہ سلسبیل برقرار

حضور ﷺ نے ابو بکر سے فرمایا انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الحوض  
(مشکوٰۃ مناقب ابو بکر) ابو بکر تم غار میں بھی میرے ساتھ رہے ہو حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ  
رہو گے۔ (خلفائے راشدین دارالمصنفین اعظم گرہ)

دیکھے کوئی شان وقار صدیق۔ سمجھے کوئی راز افتخار صدیق

صدیق رہے رمز رسالت کے امین۔ محبوب خدا تھے راز دار صدیق

حضرت ابو بکر صدیق محبوب بارگاہ رسالت و محرم اسرار نبوت تھے حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان  
ہے کہ مکہ میں حضور ﷺ صبح و شام ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے مدینہ منورہ میں بھی اکثر  
مہمات اور حضرت ابو بکر کی شرکت سے طے پاتے تھے اور اس کی وجہ سے اکثر ان کو رات کے  
وقت دیر تک کا شانہ اقدس میں حاضر رہنا پڑتا تھا۔ (خوالہ ایضاً)

حضرت عمر سے بھی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات رات بھر حضرت ابو بکر  
صدیق سے مسلمانوں کے حالات پر مشورہ فرمایا کرتے تھے نیز ان کی رازداری اور خلوص پر  
اعتماد اس قدر تھا پوشیدہ سے پوشیدہ بات کہہ دیتے تھے ہجرت کے واقعات پر غور کرو تو معلوم ہو  
گا کہ رازداری کے تمام کام صرف اور صرف حضرت ابو بکر اور ان کے اہل و عیال سے متعلق  
تھے حضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر غار میں پوشیدہ ہونا حضرت عبداللہ بن ابو بکر کا رات کے وقت  
مشرکین کے حالات سے باخبر کرنا حضرت عامر بن فہیرہ کا روزانہ بکریاں لانا حضرت اسماء کا  
کھانا پہنچانا غرضیکہ اس قسم کے تمام امور جن کا تعلق رازداری سے تھا وہ سب خاندان صدیقی  
کے سپرد تھے ذات پاک حضور ﷺ کے ساتھ صدیق اکبر کو جو ربط و تعلق اور بارگاہ رسالت میں



رسوخ اور تقرب تھا دوست تو دوست دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

کفار و مشکریں میں حضرت صدیق اکبر کو حضور ﷺ کی جدائی کا تصور نہیں کر سکتے چنانچہ شب ہجرت کی صبح کو جب مشرکین مکہ نے حضور کو کا شانہ رسالت میں موجود نہ پایا تو سیدھے درخانہ صدیق پر آئے انہیں یقین تھا کہ حضور اپنے گھر میں نہیں تو ضرور صدیق اکبر کے گھر میں ہوں گے اپنے کا شانہ کے بعد وہی آپ کا کا شانہ ہو سکتا ہے۔ اور جب وہاں بھی ابو بکر کو نہ پایا تو ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ بھی حضور کے ساتھ گئے ہیں۔ ابو جہل وغیرہ نے اس روز رات بھر کا شانہ اقدس کا محاصرہ رکھا لیکن جب معین وقت پر خواب گاہ میں داخل ہوئے تو وہ گوہر مقصود سے خالی تھا وہاں سے حضرت صدیق اکبر کے دولت کدہ پر گئے حضرت اسماء سے ان کے والد کے متعلق دریافت کیا انہوں نے لاعلمی ظاہر کی تو ابو جہل نے غضبناک ہو کر زور سے ایک طمانچہ مارا اسے یقین ہو گیا دونوں ساتھ یہاں سے روانہ ہو گئے ہیں۔ (خلفائے راشدین ص ۲۱، ۲۲)

اللہ۔ اللہ۔ کیا شان رفاقت و صحبت ہے کہ ابو جہل کو بھی یقین ہے کہ وہ بھی حضور ﷺ اور صدیق اکبر میں جدائی کا تصور نہ گھر میں کیا جاسکتا ہے نہ سفر میں۔ حضرت ابو بکر صدیق کی بھی شان ہے کہ عشق رسول کی پاداش میں اور محبت نبی کے ناقابل معافی گناہ کی سزا میں آپ کی صاحبزادی ابو جہل لعین کے سنگین ہاتھوں سے تھپڑ کھا کر بھی بھید ظاہر نہیں کر رہیں۔ رضی اللہ عنہا۔

کوئی پوچھے اس معصوم کا کیا قصور اس سے بڑا جرم اور کون سا جرم تصور ہوگا کہ یہ ابھی اپنے باپ کی طرح فدائے رسول ہے حضرت صدیق کے کمال صدق۔ جمال ایمان و اخلاص کی دلیل ہے کہ اپنا مال و جان حضور پر قربان ہے۔ ذرا بتلاؤ تو سہی۔ وہ متاع عزیز ہے جو عشق رسول کی نذر نہیں ہوئی اور وہ کون سا لمحہ ہے کہ صدیق اکبر ایثار و قربانی فدائیت اور جاں نثاری سے فارغ ہو کر بیٹھا ہو۔

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا

اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

پھر اس معصومہ کا کمال ایمان ملاحظہ ہوا ابو جہل سے مارتو کھا رہی ہے مگر حضور کی ہجرت کا راز  
فاش نہیں کرتیں کیوں نہ ہو آخر صدیق کی بیٹی ہیں باپ ہوں جن کے مروت والے بیٹے  
کیوں نہ ہوں ہمت والے۔

ابو بکر صدیق کی سیرت کے ہزار ہا صفحات کی ضرورت ہے یہ ایک معمولی جھلک  
حضور کے ساتھ رفاقت کی پیش کی گئی ہے آپ کی خلافت کی مدت ۲ سال ۳ ماہ ۱۰ دن  
۲۳ جمادی الاول ۱۳ ہجری عمر مبارک ۶۳ سال۔ مسلمانوں کے لئے امن کا دور گذرا اگرچہ پر  
آشوب تھا لیکن خلافت صدیقی کی حکمت عملی سے امن کا دور ثابت ہوا۔ رضی اللہ عنہ۔



## خلیفہ ثانی

رعب و جلال کا پیکر۔ مراد رسول

سیدنا فاروق اعظمؓ

اسلام کا سنہری دور

حضرت ابو بکر صدیق کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے حضرت عمر بن خطاب کو اپنا جانشین نامزد کر دیا اور فرمایا میرے نزدیک اس وقت عمر فاروق سے زیادہ خلافت کا کوئی حقدار نہیں۔

کون فاروق اعظم:- وہ جسے اللہ کے محبوب رسول نے اپنے رب کریم سے دامن دعا پھیلا کر مانگا تھا۔

کون فاروق اعظم:- جن کے مشرف اسلام ہونے سے کفر و شرک کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی تھی جن سے باطل کے صنم کدوں میں کہرام مچ گیا تھا۔

کون فاروق اعظم:- جن سے اسلام کی بے بسی کا دور ختم ہو گیا تھا اور اس کی سطوت و شوکت کے عہد کا آغاز ہو چکا تھا۔

کون فاروق اعظم:- جو اپنے مرشد کریم کی نگاہ لطف و کرم تارا تھا۔

کون فاروق اعظم:- جسے آغوش نبوت نے بڑے اہتمام اور ناز سے پالا تھا۔

کون فاروق اعظم:- جس کی زبان سے حق گویا تھا۔

کون فاروق اعظم:- جس کے دل روشن پر انوار الہی کا پیہم نزول ہوا کرتا تھا۔

کون فاروق اعظم:- جس کا سینہ علوم محمدیہ علیٰ صاحبہا و اسلام سے معمور تھا۔

کون فاروق اعظم:- جس کی چشم بصیرت مستقبل کے دھندلوں میں مستور حقائق بے حجاب دیکھ لیا

کرتی تھیں۔

کون فاروق اعظم:۔ جن کا نام نامی آج بھی عدل و انصاف، دیانت و امانت، حق گوئی، بے باکی، جرات و استقامت کا جلی اور زیبا عنوان بن کر چمک رہا ہے۔

کون فاروق اعظم:۔ اپنے آقا و مولا سے جس کے ادب و نیاز تھے عشق کو نیاز ووق جمال بخشا تھا جس کے فہم و رضا اور دانش نورانی نے جہاں عقل و خرد کو نئی شادابی اور تازگی ارزانی فرمائی تھی اور جس کے درے کی ہیبت سے باطل ہر وقت لرزہ پر اقدام رہتا تھا جس کے پیوند لگے کپڑوں کے رعب سے شاہان عالم پر کپچی طاری ہو جایا کرتی تھی جس گلی سے گذرتا تھا وہاں سے ابلیس بھاگ جاتا تھا جس کی وسیع و عریض سلطنت میں کوئی بھوکا نہیں سوتا تھا۔

جس کی رعایا رات کو آرام کرتی تھی اور وہ خود راتوں کو جاگ کر پہرہ دیا کرتا تھا جس کی درویشی اور فقر غیور نے انسانوں کو عزت نفس اور خودداری کا درس دیا تھا حق گوئی و بے باکی جس کی سرشت تھی وہ خود بھی حق گو تھا اور دوسروں کی حق گوئی سے خوش ہوتا تھا۔

وہ فاروق اعظم جس کے بارے میں مفکر اسلام فیلسوف مشرق نے وادی بطحا کے نخلستان کو مخاطب کر کے بصد یاس و حسرت کہا۔

اے تخیل دشت تو بالندہ تر۔ برنخیز داز تو فاروقے دگر۔

لیکن صد حیف اس کی قوم اس کو بھولتی جا رہی ہے اس سے دور ہوتی جا رہی ہے اس کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کے بجائے اس منبع نور کی تابانیوں کی تاب نہ لا کر اس سے منہ موڑ رہی ہے۔ آؤ۔ اس نادیدہ ہستی روزگار کو اسلام کے دشمنوں کی نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ رحمۃ اللعالمین کی حقیقت شناس آنکھوں سے دیکھیں قرآن کریم میں وہ صد ہا آیات ہیں جن میں مومنین مہاجرین اور شہداء کی تعریف و توصیف کی گئی ہے حضرت فاروق اعظم ان تمام تعریفوں اور توصیفوں کے بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں۔

آپ ایمان لائے ہجرت کی مالی و جانی جہاد میں بھی پیش پیش رہے اور جام شہادت بھی نوش کیا اللہ تعالیٰ نے ان پاکبازوں اور جاں گساروں کے بارے میں۔ اولئیک ہم

المؤمنون حقاً۔ کاثر وہ سنا کر یہی لوگ ہیں جو سچے مومن ہیں کی شہادت بھی دیں اور جنہیں بارگاہ خداوندی سے لقب۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین کاثر وہ جانفزا سنایا گیا ان کی عظمت شان اور رفعت منزلت کے اظہار کے لئے کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ عمر بن خطاب کو دیکھتے تو اپنے مولائے کریم کے حضور میں دعا فرماتے۔ اے اللہ ان دو عمروں میں سے جو تجھے پسند ہو اور جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو اس سے اپنے دین کو قوت عطا فرما۔

دوسری روایت میں ہے۔ اللهم اید الدین بعمر بن خطاب۔ اے اللہ عمر بن خطاب سے اپنے دین کی مدد فرما۔ اور اللہ تعالیٰ نے محبوب کے دل سے نکلی ہوئی دعا قبول فرمائی اور قبولیت دعا کی یہ کمند ایک روز عمر کو کشاں کشاں در مصطفیٰ پر لے آئی اور اسے دار ارقم پر لا کھڑا کیا جہاں اللہ کا محبوب اپنے غلاموں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ۔ عمر دروازے پر کھڑا ہے۔ اور گلے میں ننگی تلوار ہے تو حضور نے اپنا دامن دعا خداوند ذوالجلال کے حضور پھیلا دیا اور دعا کی۔ اللهم اهد عمر بن خطاب۔ ابھی عمر دروازے پر کھڑا ہے میرے مالک عمر کو مشرف باسلام کر اور اس کے مسلمان ہونے پر اپنے دین کی عزت بخش۔ ادھر زبان مصطفیٰ سے یہ جملہ نکلا ادھر۔ اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل کو نور ایمان سے منور کر دیا عمر بے اختیار پکار اٹھے اشہد انک رسول اللہ۔ اے اپنے پیاسوں کے لئے دعا مانگنے والے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں حضرت عمر کی ہیبت اور جلال سے صرف مکہ کے مشرکوں کا ہی دل لرزاں نہ تھا ابلیس لعین بھی آپ سے لرزہ بر اندام تھا۔

امام بخاری نے اپنی کتاب میں مناقب عمر میں ایک حدیث روایت کی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وقال رسول اللہ ﷺ ایہا ابن خطاب والذی نفسی بیدہ مالقت الشیطان سالکا: فجاء تحط الا سلك فجاء غیر حجک۔ رسول اللہ نے فرمایا اے ابن خطاب اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جس راہ سے آپ گذرتے ہیں شیطان اس راستہ سے ہٹ جاتا ہے اور کسی دوسرے راستے پر

چلنے لگتا ہے کیا شان ہے عمر کی کیا ہیبت و جلال خدا داد ہے فاروق اعظم کہ شیطان ان کے سایہ سے بھاگتا ہے جس راہ سے آپ کا نقش پا ثابت ہوا بلیس کی مجال نہیں کہ ادھر کا رخ کرے۔ اے عمر۔ آپ پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں ہوں تیری سطوت اور جلال سے کہ شیطان کے چیلے ہی نہیں باطل کے پرستار ہی نہیں خود شیطان اور سارا باطل لرزہ برانداز ہے۔

حضرت عمر ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللہم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک و موتی فی بلد حبیبک۔ الہی مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما نیز مجھے موت آئے تیرے پیارے حبیب کے شہر میں آئے آپ کی یہ دعا بھی قبول ہوئی آپ کو شہادت کا تاج پہنایا گیا اور یہ تاج چوٹی آپ کی تمنا کے مطابق مدینہ طیبہ میں ہوئی رحمت الہی نے ان کے لئے مسجد نبوی کی وہ جگہ متبرک منتخب فرمائی جو اس کے محبوب کے مسجدوں سے معزز و محترم تھی اور اس وقت یہ انعام بخشا گیا جب آپ صبح کی نماز کی امامت کر رہے تھے زبان اس کی مقدس کلام کی تلاوت سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور دل اس کے عشق و محبت سے سرشار تھا اور پھر ابدی آرام گاہ نصیب ہوئی تو اپنے مرشد اپنے مربی اور اپنے رب کے حبیب محبوب ﷺ کے قدموں میں۔

یہ ہے وہ فاروق اعظم بن خطاب کی خدمت عالیہ میں یہ گلدستہ عقیدت و محبت بصد خلوص اور ہزار نیاز پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی یہ آپ کی سیرت کی ایک مختصر جھلک تھی ورنہ دل چاہتا تھا کہ تفصیل اور شرح و سبب کے ساتھ آپ کی سیرت کے مزید پہلو پیش کئے جاتے لیکن کتاب کی مناسبت سے اتنا ہی کافی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آپ کی مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۸ دن۔ وفات یکم محرم ۲۴ ہجری عمر مبارک ۶۲ سال تھی۔

## فتوحات فاروقی کی وسعت

حضرت عمر کے مقبوضہ اور مفتوحہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ یعنی بائیس لاکھ اکیاون ہزار تین میل تھا اس میں شام، عراق، جزیرہ خورستان، عراق عجم، آرمینا، آذربائیجان، فارس،

کرمان، مکران جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ بھی آجاتا تھا شامل تھا یہ تمام فتوحات خاص عمر کی فتوحات تھیں۔

## بے مثل فاتح بے مثل حاکم

جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آج تک کوئی شخص فاروق اعظم کے برابر فاتح نہیں گذرا (الفاروق ۲ ص ۳۰۱) مورخ بلاذری فتوحات فاروقی کی حد بندی سندھ کے شہر دیبل تک لکھتا ہے بلاذری کی روایت ہے کہ دیبل کا نشیبی حصہ تک فوجیں آئیں۔ (الفاروق ۲ ص ۲۹۷)

حضرت عمر نے ایک ہزار چھتیس شہر مع ان کے مضافات کے فتح کئے اور جو مقام قبضہ میں آتا فوراً حکم دیتے کہ وہاں مسجد بنائی جائے حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ چار ہزار مساجد پنج وقتی نماز کے لئے تھیں اور نو سو جامع مسجدیں آپ کے زمانہ میں بنیں تمام ممالک مفتوحہ میں نہایت سرعت سے مسجدیں تیار کرائیں۔



## خلیفہ ثالث

### خلافت و شہادت

#### حضرت عثمان بن عفانؓ

فتنوں، سازشوں اور آزمائشوں کا دور

حضرت فاروق اعظم کی شہادت کے بعد فتنوں، آزمائشوں اور سازشوں کا دور شروع ہوتا ہے حضرت فاروق اعظم کی شہادت سے پہلے خلافت کے متعلق سوال اٹھایا گیا تو آپ نے کسی کو بھی نامزد نہیں فرمایا بلکہ مجلس شوریٰ کے متعلق حکم دیا کہ مجلس شوریٰ کے ممبر جس کو خلیفہ منتخب کریں وہی خلیفہ ہوگا مجلس شوریٰ کے ممبر درج ذیل تھے ان ہی میں سے کسی نے خلیفہ منتخب ہونا تھا حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت سعد بن وقاص۔ عثمان بن عفان حضرت طلحہ حضرت زبیر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان میں باہم مشورت ہوئی تو حضرت زبیر نے اپنا حق حضرت علی کو دے دیا حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کو حضرت سعد نے عبدالرحمن بن عوف کو۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنا حق اس بنا پر چھوڑ دیا کہ دو شخصوں میں انتخاب کا حق دیا جائے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے دو شبانہ روز غور فرما کر علیؓ کو بلا لیا۔ اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اگر میں تم سے بیعت کروں تو تم کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کرو گے اور حضرات شیخین کے نقش قدم پر چلو گے اور حضرت عثمان نے بلا کسی تردد کے اقرار حتمی فرمایا اور حضرت علی نے یوں فرمایا کہ حتی الامکان ایسا ہی کروں گا حضرت عبدالرحمن یہ سن کر خاموش ہو گئے اور دوسرے وقت علیؓ رؤس الاشہاد دونوں بزرگوں سے پھر وہی سوال کیا



حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمان سے بیعت فرمائی اور کسی نے انکار نہ کیا اور حضرت علی نے بھی بطیب خاطر بیعت کر لی۔

کاش حضرت عمر خلافت کا معاملہ مجلس شوریٰ پر نہ چھوڑتے اور ان چھ صحابہ کرام میں سے اپنی صوابدیدی اختیارات سے کسی کو نامزد کر جاتے تو آنے والے فتنوں کا دروازہ نہ کھلتا نہ جنگ جمل اور صفین کے واقعات پیش آتے لیکن جو ہونی ہے وہ ہو کر رہتی ہے مشیت ایزدی سب پر غالب ہے۔

اب فتنے کے دروازے کس طرح کھلتے ہیں حضرت عثمان نے خلافت کا عہدہ سنبھالتے ہی فاروق اعظم کے مقرر کردہ عامل یا گورنر بیک جنبش سب کو معزول کر دیا یا انہیں سبکدوش کر دیا گیا اس لئے بددلی اور ناراضگی پیدا ہوتی گئی حالانکہ فاروق اعظم کے مقرر کردہ عامل کوئی معمولی شخصیت کے لوگ نہ تھے حضرت فاروق اعظم جیسا کون سیاست دان تھا جنہوں نے ان افراد کی تقرری اعتماد اور دیانتداری سے کی تھی چنانچہ ان معزول شدہ حضرات میں سے حضرت عثمان نے مصر کے گورنر کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ حضرت خمد بن ابوبکر کو تقرری کا پروانہ دے کر بھیج دیا۔

جب یہ لشکر دو تین منزل تک ہی پہنچا تھا تو انہیں ایک شخص اونٹنی پر سوار تیزی سے جاتا دکھائی دیا چنانچہ محمد بن ابوبکر کے ساتھیوں نے اسے پکڑ کر محمد بن ابوبکر کے پاس لے آئے اور پوچھا کہاں جا رہے ہو تو اس نے کہا کہ میں امیر المؤمنین کا پیغام لے کر مصر جا رہا ہوں اس کی تلاشی لینے پر اس سے ایک خط برآمد ہوا اور اور جب اسے کھول کر پڑھا گیا تو سب کے سب حیران اور ششدر رہ گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے لشکر وہاں سے ہی واپس آ گیا خط کا عنوان تھا جو مصر کے گورنر کو لکھا گیا تھا کہ اے امیر مصر جب یہ لشکر وہاں پہنچے تو ان سب کو گرفتار کر لینا اور انہیں قتل کر دینا ان میں سے کوئی آدمی بھی زندہ واپس نہ آئے جب یہ وفد واپس شہر مدینہ پہنچا تو حضرت عثمان غنی سے دریافت کیا گیا کہ یہ خط آپ نے لکھا ہے آپ نے خط سے انکار کر دیا پھر دریافت کیا گیا کہ یہ غلام کس کا ہے فرمایا یہ میرا ہے پھر سوال کیا کہ یہ اونٹنی کس کی ہے فرمایا

ہے میری ہے پھر فرمایا خط پر مہر کس کی ہے فرمایا میری ہے جب تفتیش ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ شرارت اور سازش مروان خبیث کی ہے جو بنو امیہ کا سرکردہ ممبر تھا اور حضرت عثمان غنی کا کلید برادر تھا ذاتی سیکرٹری اور وزارت کا قلمدان اسی کے پاس تھا گویا وہ خلیفہ وقت کا خاص معتمد آدمی یا وزیر اعظم تھا وفد نے کہا امیر المومنین یہ ساری سازش مروان کی ہے لہذا آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اس سے اس سازش کے متعلق تفتیش کریں حضرت عثمان نے مروان کو وفد کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اس سے لوگوں کے دل حضرت عثمان سے بیزار ہو گئے کاش حضرت عثمان سازش کے سرغنہ مروان کو حوالے کر دیتے تو ایک آدمی کے مرنے سے کچھ فرق نہ پڑتا اور امت رسول آنے والے فتنے اور شہادت عثمان غنی جنگ جمل اور جنگ صفین کے فتنوں سے محفوظ رہتی۔

بدیں وجہ لوگ حضرت عثمان کے دشمن ہو گئے اور آپ اپنے مکان میں محصور ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا نے اپنے دونوں فرزندوں حضرت امام حسن اور حسین کو ان کی حفاظت کے لئے مامور کیا اور وہ سامنے پہرہ دیتے رہے اور بلوائی دوسرے مکان کی چھت سے ہوتے ہوئے حضرت عثمان غنی کے مکان کے اندر داخل ہو گئے اور آپ کو پے در پے وار کر کے شہید کر دیا اور امام حسن اور حسین پہرہ دیتے رہ گئے اور دشمنان دین اپنا کام کر گئے جس وقت آپ کو شہید کیا گیا اس وقت آپ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے یہ آیت ان کی زبان پہ تھی۔ فسيفكفهم الله وهو السميع العليم. ان الفاظ پر بھی خون گرا اور آپ شہادت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

## حضرت عثمان غنی کی شہادت

آپ کی شہادت ۳۵ ہجری میں ہوئی امام زہری کی روایت کے مطابق آپ نے ۱۲ سال خلافت کی ذمہ داریاں نبھائیں آپ کے شروع کے چھ سال انتہائی پرسکون کسی کو کوئی شکایت نہ تھی آپ کا حسن سلوک اتنا اچھا تھا کہ لوگ آپ پر خوش تھے وہ ان برسوں میں حضرت

عمر سے بھی زیادہ مقبول ہوئے کیونکہ حضرت عمر کے مزاج میں سختی تھی اور حضرت عثمان غنی نہایت رحم دل تھے حضرت عثمان غنی نے خلافت پر فائز ہوتے ہی چھ سال کے بعد اپنے رشتہ داروں کو نوازا شروع کر دیا کسی کو گورنری کے عہدے دیئے اور اپنے اقربا کے ساتھ زیادہ مہربانیاں اور فیاضیاں کرنے لگے کہ چھ سال کے عرصے میں حالت یہ ہو گئی کہ! فریقہ کے گورنر مروان کو مملکت کا خمس معاف کر دیا اور اس سلسلے میں یہ توجیہ کی کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صلہ رحمی سے کام لیتا ہوں حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ایسا نہیں کیا تھا حالانکہ وہ بھی ایسا کر سکتے تھے اس سے لوگ زیادہ بدظن ہو گئے شہادت کے وقت آپ کی عمر علامہ سیوطی کی قول کے مطابق چونکہ آپ کی ولادت ۶ عام الفیل تحریر کی ہے اس حساب سے ۳۵ ہجری کو آپ کی عمر ۸۲ سال ہوتی ہے آپ کی نماز جنازہ حضرت زبیر نے پڑھائی اور آپ ہی نے ان کو جنت البقیع میں دفن کیا۔

ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تک حضرت عثمان زندہ رہے تلوا میں رہی اور آپ کی شہادت کے بعد اس طرح میان سے باہر نکلی کہ قیامت تک باہر ہی رہے گی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۵۷)



## خلیفہ چہارم

### سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد بصد اصرار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کا مقدار قرار دے کر ان سے بیعت کر لی مروان بن الحکم کو تلاش کیا گیا جو اس فتنہ و فساد کا سرغنہ تھا کہ اس کو سزا دے کر لوگوں کا غم و غصہ ختم کیا جائے لیکن وہ ایسا غائب ہوا کہ اس کا کہیں بھی کھوج نہ مل سکا۔

جوں ہی امیر معاویہ کو حضرت علی کی خلافت کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت علی کی خلافت کا اعلان کر کے خود بھی خود مختاری کا اعلان کر دیا چنانچہ کسی امیر کا کسی علاقے یا ملک پر مقرر ہونا۔ مدینہ منورہ جہاں خلافت کا مرکز تھا وہاں سے حکم جاری ہوتا تو امیر مقرر کیا جاتا حضرت علی نے امیر معاویہ کو اپنی بیعت کے لئے خط لکھا تو اس کے جواب میں امیر معاویہ نے جواب دیا ہمیں آپ کی بیعت اس شرط پر منظور ہے کہ قاتلان عثمان کو ہمارے حوالے کیا جائے یا انہیں سزا دی جائے قاتلان عثمان کو ہر چند تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکے چاہیے تو یہ تھا کہ خلافت کے اصول کے تحت آپ بیعت کر لیتے پھر باہم مل کر قاتلان عثمان کو تلاش کر کے انہیں سزا دیتے لیکن امیر معاویہ نے صرف حضرت عثمان کی شہادت کو سامنے رکھ کر بیعت سے انکار کر دیا اور علم بغاوت بلند کر دیا پھر ہر جمعہ کو امیر معاویہ دمشق کی جامع مسجد میں ہر جمعہ پر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر سب و شتم شروع کر دیا اور یہ سلسلہ چالیس سال تک رہا۔ دمشق کی جامع مسجد میں ہر جمعہ کو حضرت عثمان کی شہادت اور خون آلود قمیص دکھا کر لوگوں کو بھڑکایا جاتا اور حضرت علی کے خلاف کھلم کھلا بغاوت شروع کی اسی اثنا میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ شریف لا رہی تھیں کہ راستہ میں ایک مقام پر ایک عزیز نے انہیں حضرت عثمان کی شہادت کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ حضرت علی کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا ہے مگر

فتنہ کے آثار ابھی باقی ہیں یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ نے واپس مکہ مکرمہ کی طرف سفر اختیار کیا کچھ لوگ آپ کی سواری کے ارد گرد جمع ہو گئے اور واپسی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے ہیں اور فتنہ ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی اس لئے تم لوگ بھی عثمان مظلوم کا خون رائیگاں نہ جانے دینا اور قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی عزت کو بچاؤ۔ عثمان کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام جہان سے افضل ہے حضرت عثمان کی طرف سے مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عامر حضری کو عامل مقرر کیا گیا تھا انہوں نے عائشہ صدیقہ کی جو شبلی باتیں سن کی کہا کہ سب سے پہلے حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے والا میں ہوں۔

مکہ مکرمہ میں لوگوں کے دل عثمان غنی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے قائل ہوتے جا رہے تھے اسی اثنا میں مدینہ منورہ سے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ مکہ مکرمہ میں تشریف لے آئے انہوں نے حالات خراب ہونے کی تصدیق کر دی حضرت عائشہ صدیقہ نے ان دونوں حضرات کو حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے کی غرض سے ساتھ دینے کی دعوت دی دونوں نے رضامندی کا اظہار کیا اور ایک زبردست جمعیت اس مقصد کے لئے مکہ مکرمہ میں تیار ہو گئی۔

## قصاص کی تیاریاں

سیدہ عائشہ کی جمعیت میں سب سے اہم شخصیات چار تھیں حضرت زبیر حضرت طلحہ، یعلیٰ بن عنیہ اور عبداللہ بن عامر جو کہ بصرہ کے گورنر رہ چکے تھے یہ چاروں حضرات اس لشکر میں نہایت اہم سمجھے جاتے تھے ماہی طور پر مشورے ہونے پھر اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا چونکہ ہمارے پاس اتنا لشکر نہیں ہے جو زبردست جنگ کر کے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرے اس لئے مناسب یہی ہے کہ کسی طرح اپنے لشکر میں اضافہ کیا جائے عبداللہ بن عامر نے مشورہ دیا اور کہا کہ میں بصرہ کا عامل رہ چکا ہوں

وہاں میرا کافی اثر و رسوخ ہے علاوہ ازیں اہل بصرہ کا رجبہاں سے بھی اہل بصرہ کی طرف ہے اس لئے مجھے بصرہ جانا چاہیے اس اتفاق رائے کے مطابق بصرہ کے سفر کی تیاری شروع ہو گئی۔

### بصرہ کا سفر

مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہونے والے لشکر کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی اس لشکر میں مروان بن حکم بھی شامل تھا حضرت عبداللہ بن عباس کی والدہ محترمہ حضرت ام الفضلؓ بھی شامل تھیں انہوں نے دورانِ لشکر سے کام لیتے ہوئے قبیلہ جہنیہ کے ایک شخص جس کا نام ظفر تھا اجرت دے کر خط کے ذریعے حضرت علیؓ کو تمام حالات و واقعات کی خبر دی اس خط میں بصرہ کی طرف لشکر کی روانگی اور تمام صورت حال سے آگاہ کر دیا گیا۔

یہ لشکر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی قیادت میں سفر کرتا ہوا بصرہ جا پہنچا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بصرہ کا حاکم عثمان بن حنیف ان کا ساتھ دینے سے گریزاں ہے چنانچہ بصرہ والوں نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ لشکر واپس مکہ مکرمہ چلا جائے اور اہل بصرہ واضح طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ عائشہ صدیقہ کی حمایت میں ساتھ دینے میں آمادہ تھا جبکہ دوسرا گروہ جناب عثمان بن حنیف کے موقف کو۔ جب عثمان بن حنیف کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی تو اس نے ام المومنین کے لشکر کو مقابلہ کر کے راہ فرار اختیار کرنا چاہا چنانچہ لڑائی ہوئی جس میں حضرت عائشہ صدیقہ کو کامیابی حاصل ہوئی اور عثمان بن حنیف کو گرفتار کر لیا گیا اس طرح بصرہ پر عائشہ صدیقہ کا قبضہ ہو گیا۔

### سیدنا علی المرتضیٰ کی پیش قدمی

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اس دوران مدینہ منورہ سے جمعیت اکٹھی کر کے بصرہ کی طرف روانگی اختیار کی اور مقام ربہہ میں آ کر قیام کیا یہاں پہنچ کر محمد بن ابوبکرؓ اور محمد بن جعفر کو کوفہ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہاں سے لوگوں کو اپنے حق میں جمع کر کے لائیں اس

کے بعد مقام ربده سے آگے کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور مقام عبد میں پہنچے جہاں پر قبیلہ طے کے لوگ تھے ان لوگوں نے بھی آپ کا ساتھ دینے کا اقرار کیا اور مقام فہد سے مقام ثعلبہ میں پہنچے اور پڑاؤ کیا اس مقام پر آپ کو خبر ملی کہ حکیم بن جبلمہ مارا گیا ہے اسی جگہ عثمان بن حنیف جو کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے لشکر سے شکست کھا کر گرفتار ہو گئے تھے ام المومنین نے انہیں رہا کر دیا تھا حضرت علی کی خدمت میں پہنچے اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا پھر حضرت علی نے اس مقام سے بھی آگے کی طرف کوچ کیا اور مقام ذی قار پہنچے۔

### سفارت کی ناکامی

حضرت علی نے جن دو صحابہ کو کوفہ کی طرف بھیجا تھا انہوں نے کوفہ میں پہنچ کر حضرت علی کا خط حضرت ابو موسیٰ اشعری کو دیا اور اس کے ساتھ لوگوں کو حضرت علی کے حکم کے مطابق لڑائی میں ساتھ دینے کے لئے راہ ہموار کرنے لگے لیکن کسی نے بھی ساتھ دینے کا اظہار نہ کیا یہ صورت حال دیکھ کر محمد بن ابوبکر نے مزید اصرار کرتے ہوئے لوگوں کو اس طرف مائل کرنا چاہا تب بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی اور لوگوں کی طرف سے کوئی ایسا تاثر نہ ملا جس سے ان کے مقصد کو قوت نہ ملی اور لوگوں کی طرف سے کوئی ایسا تاثر نہ ملا جس سے ان کے مقصد کو تقویت ملتی یہ دیکھ کر محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر کو بہت غصہ آیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری سے سختی کے ساتھ پیش آئے حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی غصہ والے تھے فرمانے لگے عثمان غنی کی بیعت میری اور علی دونوں کی گردن پہ ہے اگر لڑائی کرنی ہی ہے تو پھر حضرت عثمان کے قاتلوں کے ساتھ لڑائی کرنی چاہیے یہ سن کر دونوں حضرات نے خاموشی اختیار کی اور کوفہ سے ناکام ہو کر روانہ ہو گئے مقام ذی قار میں پہنچ کر حضرت علی کی خدمت میں تمام صورت حال وضاحت سے پیش کی اور ان حضرات کی ناکامی کے بعد حضرت علی نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کو ساتھ لے کر جائے اور جیسے بھی ممکن ہو حضرت ابو موسیٰ اشعری کو سمجھا کر ساتھ دینے پر آمادہ کریں چنانچہ دونوں نے کوفہ پہنچ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ملاقات کی اور انہیں اس

دوران انہیں اس معاملہ میں حضرت علی کا ساتھ دینے کی درخواست کی حضرت ابو موسیٰ کی کسی کی طرح بھی ان کی باتوں سے قائل نہ ہو سکے اور انہیں ہر بات کا یہی جواب دیتے رہے کہ جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے میں اس معاملہ میں خاموشی ہی اختیار کروں گا چنانچہ یہ سفارت بھی ناکام ہو گئی۔

## حضرت امام حسن کی کوفہ روانگی

اس سفارتی مشن کی ناکامی کے بعد حضرت علی نے اپنے صاحبزادے امام حسن کو حضرت عمار بن یاسر کے ہمراہ کوفہ کی طرف روانہ کیا جس وقت یہ دونوں حضرات کوفہ پہنچے تو اس وقت کوفہ کے والی حضرت ابو موسیٰ اشعری جامع مسجد کوفہ میں لوگوں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جس چیز کا خوف دلایا تھا وہ اب سر پر ہے اس لئے اپنے ہتھیار بیکار کر دو اور گوشہ نشینی اختیار کر لو اور رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ فتنہ اور فساد کے وقت سونے والا جاگنے والے سے اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے اسی دوران امام حسن مسجد میں داخل ہوئے حضرت ابو موسیٰ اشعری نے ان کے ساتھ معانقہ کیا اور گفتگو شروع کی دوران گفتگو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمار بن یاسر سے مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے حضرت عثمان کی کسی قسم کی مدد نہ کی اور فاجروں کے ساتھ مل گئے حضرت عمار بن یاسر نے انہیں اس بات کا سختی سے جواب دیا اس وقت امام حسن نے مداخلت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں نے اس بارے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا سوائے اصلاح کے ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے امیر المؤمنین اصلاح امت کے کاموں میں کسی سے خوف نہیں کھاتے امام حسن کی اس بات کا حضرت ابو موسیٰ اشعری نے نہایت ادب کے ساتھ جواب دیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے درست فرمایا ہے مگر تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان کا مال اور خون حرام ہے۔ یہ بات ابھی ہو رہی تھی حضرت عمار بن یاسر نے کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے تلخی پیدا ہو گئی حضرت ابو موسیٰ اشعری کے حمایتی ان



پر چڑھ دوڑے لیکن ابو موسیٰ نے مداخلت کرتے ہوئے ان کو بچا لیا۔

## لوگوں کی آمادگی

اہل کوفہ امام حسن کا بے حد احترام کرتے تھے اس لئے ان کے کوفہ میں آجانے سے لوگوں کو رغبت ہوئی امام حسن نے حالات کو دیکھتے ہوئے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا لوگو! ہماری دعوت قبول کر لو ہماری اطاعت کرو جس مصیبت میں ہم اور تم مبتلا ہو گئے ہیں ان میں ہماری مدد کرو اگر ہم حق پر ہیں تو ہم سے اپنا حق وصول کرو۔ امام حسن کی تقریر نے لوگوں کے دلوں میں بڑا اثر کیا اور بہت لوگوں نے کھڑے ہو کر حضرت علی کی مدد کی ترغیب کے لئے مختصر طور پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا انہی میں کوفہ کے معزز لوگ حجر بن عدی بھی تھے جنہوں نے امام حسن کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ لوگو! غور کرو امیر المومنین نے اپنے لخت جگر کو بھیج کر تمہیں ساتھ دینے کی دعوت دی ہے اس لئے اس دعوت کو قبول کر لو اور ان کے جھنڈے تلے جمع ہو کر فتنہ و فساد کی آگ کو ٹھنڈا کرو اس مقصد کے لئے میں سب سے پہلے ان کی حمایت کا اعلان کرتا ہوں اسی طرح کی باتوں سے لوگوں کے دلوں میں حضرت علی کی حمایت کا جذبہ پیدا ہو گیا اور پھر اگلے ہی دن نماز فجر کے بعد تقریباً ساڑھے نو ہزار کی ایک مسلح جمعیت امام حسن کی قیادت میں مقام ذی قار پہنچی۔ تو حضرت علی نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور اہل کوفہ کے ساتھ مصالحانہ باتیں شروع ہو گئیں۔

## مصالحت کی کوشش

دوسری طرف بصرہ میں صورت حال یہ تھی کہ اہل بصرہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک نے غیر جانبدار رہتے ہوئے خاموشی اختیار کی اور دوسرا گروہ حضرت علی کا ہمدرد تھا تیسرا گروہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ساتھ دے رہا تھا مسلمانوں کے درمیان ایک سخت خونریزی اور خانہ جنگی تیار یوں کو دیکھ کر غیر جانبدار لوگوں نے صورت حال کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے اب خاموش بیٹھے رہنا مناسب نہ سمجھا اور مصالحت کے لئے میدان میں

کوڈ پڑے اسی دوران حضرت علی نے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اور خطرناک صورت حال کو ختم کرنے اور کشیدگی میں کمی کی غرض سے حضرت قعقاع بن عمرو کو بصرہ کی طرف روانہ کر دیا تھا وہ کسی بھی مصالحانہ کوشش سے کامیابی کی راہ ہموار کریں چنانچہ حضرت قعقاع بصرہ پہنچے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ سے ملے اور ان سے اس سلسلے میں بات چیت کی۔ یہ بات چیت مفید ثابت ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طرف سے سر کردہ لوگ صورت حال کی سنگینی کو محسوس کر چکے تھے اور مسلمانوں کی خونریزی نہیں چاہتے تھے مگر ہوا یوں کی وہ جماعت جس میں سازش کا سرغنہ عبداللہ بن سبا۔ ابن ملجم اور اسی طرح کے دیگر لوگ شامل تھے ان مصالحانہ کوششوں سے خائف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں صلح ہو کیونکہ یہ لوگ عثمان غنی کے قاتلوں میں سمجھے جاتے تھے اگر مصالحت ہو جاتی تو پھر ان کو اپنی جانوں کا خطرہ تھا اس لئے ان لوگوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا کہ اگر ان کی آپس میں صلح ہو گئی تو یہ ضرور ہم سے قصاص لیں گے اور ہم سب کو سزائیں دیں گے اس سے بہتر یہی ہے کہ اس صلح کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

## جنگ جمل

ابن سبا کے ساتھی لشکریوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مصالحانہ کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے رات کی تاریکی میں ام المومنین عائشہ صدیقہ کی فوج پر اس طریقہ سے شب خون مارا کہ ایک دم افراتفری پھیل گئی یہ سمجھ کر دوسرے فریق نے دھوکہ دیا ہے ایک دوسرے پر زبردست حملہ کر دیا دونوں طرف کے لشکریوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق حملہ میں بھرپور حصہ لیا حالانکہ مصالحانہ کوششیں جاری تھیں ابھی لڑائی کے کوئی آثار نہ تھے اور نہ ہی فریقین کے سر کردہ لوگوں میں سے کوئی لڑائی کا خواہشمند تھا مگر چونکہ بلوائی اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے اور مسلمانوں کے دونوں فریق کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اپنے اونٹ پر اپنا ہودہ رکھوا کر سوار ہوئیں تاکہ اپنی

فوج کو لڑائی سے روکیں حضرت علی نے اپنی فوج کے سپاہیوں کو روکنے کی کوشش کی۔ لیکن لڑائی کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کے ہاتھوں میں اپنی اپنی فوج کی قیادت تھی دونوں حضرات میدان جنگ میں موجود تھے کہ حضرت علی ان کو دیکھ کر ان کی طرف بڑھے اور قریب پہنچ کر حضرت طلحہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا تم نے میرے خلاف میری دشمنی میں یہ ساری کوشش کی ہے اور میرے مقابلے پر آئے ہو کیا تم اللہ کی بارگاہ میں کوئی عذر پیش کر سکتے ہو اور اس کام کو جائز ثابت کر سکتے ہو کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں کیا تم پر میرا اور تیرا خون حرام نہیں ہے حضرت طلحہ نے جواب دیا کیا آپ عثمان غنی کے قتل میں سازش نہیں کی حضرت علی نے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے اور وہ قاتلان عثمان پر لعنت بھیجتا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی نے حضرت زبیر سے فرمایا اے ابو عبد اللہ۔ تمہیں وہ دن یاد ہے جب رسول اکرم ﷺ نے تم سے دریافت فرمایا تھا کہ کیا تم علی کو دوست رکھتے ہو تو تم نے کہا تھا کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ پھر اس وقت تم سے رسول کریم نے فرمایا تھا کہ ایک دن تم اس سے ناحق لڑو گے حضرت زبیر نے فرمایا ہاں مجھے یاد آ گیا مگر آپ نے میری روانگی سے پہلے یہ بات یاد نہ دلائی ورنہ میں مدینہ سے ہی روانہ نہ ہوتا اور اب میں آپ سے ہرگز نہ لڑوں گا۔ (مستدرک حاکم) اس کے بعد حضرت زبیر نے اس جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے صاحبزادے حضرت عبد اللہ سے فرمایا کہ حضرت علی نے مجھے ایسی بات یاد دلا دی ہے کہ لڑائی کا سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ بے شک ہم حق پر نہیں ہیں اب میں اس جنگ میں شرکت نہیں کروں گا ایسی بات حضرت زبیر نے حضرت عائشہ سے کی اور میدان جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اپنے صاحبزادے کو بھی ساتھ دینے کو کہا مگر عبد اللہ بن زبیر نے انکار کر دیا اور کہا آپ علی کے لشکر کو دیکھ کر ڈر گئے ہیں اس پر سپاہی بصرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے تاکہ وہاں سا سامان لے کر کسی طرف چلے جائیں۔

میدان جنگ سے نکلتے ہوئے لوگوں نے ان کو دیکھا کہ احنف بن قیس کے لشکر کا ایک شخص عمر بن الجمر وزان کے تعاقب میں چل دیا اس کی نیت میں فتور تھا مگر اس نے اپنے

ارادے کو ظاہر نہیں کیا اور حضرت زبیر کے پاس پہنچ کر آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ راستے میں وادی الصباح میں پہنچے تو نماز کا وقت ہو گیا حضرت زبیر نماز کی نیت کے لئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کی عین سجدہ کی حالت میں عمر بن الجحمر وز نے تلوار کی ایک کاری ضرب لگائی اور انہیں شہید کر دیا شہید کرنے کے بعد عمر بن الجحمر وز فوری طور پر واپس ہوا اور حضرت علی کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے خیمہ اقدس کے باہر کھڑا ہو گیا ایک شخص نے حضرت علی کی خدمت میں عرض کی کہ زبیر بن عوام کا قاتل آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا اسے اجازت دے دو لیکن ساتھ ہی جہنم کی بشارت بھی دے دو اس کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے پاس حضرت زبیر کی تلوار موجود تھی یہ دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا۔ او ظالم! یہ وہ تلوار ہے جس نے ایک مدت تک رسول اللہ کی حفاظت کی اس طرح کی باتوں کی عمر کو توقع نہ تھی وہ ایسا بے چین ہوا کہ اس نے حضرت علی کی نشان میں ایسے گستاخانہ کلمے کہے اور پھر اپنے پیٹ میں تلوار مار کر خودکشی کر لی اور واصل جہنم ہوا۔

### حضرت طلحہؓ

میدان جنگ سے حضرت طلحہ نے حضرت زبیر کو جاتے دیکھا تو انہوں نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی حضرت علی کے ساتھ مقابلہ نہیں کروں گا اس خیال سے لشکر سے الگ ہو کر ایک طرف کھڑے ہو گئے اور سوچ میں پڑ گئے مروان بن حکم نے انہیں اس طرح کھڑے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ لڑائی میں حصہ نہیں لینا چاہیے چنانچہ مروان بن حکم نے حضرت طلحہ کو تاک کر ایسا تیر مارا جو زہر میں بچھا ہوا تھا تیران کے پاؤں میں لگا زہر نے فوری طور پر اثر کیا اور حضرت طلحہ شہید ہو گئے حضرت علی کے لشکر میں شامل حضرت قعقاع بن عمرو نے دیکھا اور حضرت طلحہ کے پاس پہنچے فرمایا آپ کا زخم بہت گہرا ہے پھر وہ جانبر نہ ہو سکے اور پھر انہیں بصرہ میں ہی دفن کر دیا گیا۔

## زبردست جنگ

میدان میں جنگ کا آغاز ہو چکا تھا حضرت عائشہ صدیقہ زہرا پوش ہو دج میں بیٹھی تھیں اور لشکر کی قیادت فرما رہی تھیں حملہ آور فوج ان کے اونٹ کو نشانہ بنا رہے تھے اور ہر طرف سے اونٹ پر حملہ کیا جا رہا تھا مگر سیدہ عائشہ کے وفادار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے حفاظت پر کمر بستہ تھے اور کسی بھی صورت مخالفین کو کامیاب نہیں ہونے دے رہے تھے اونٹ کی مہار حضرت کعب کے ہاتھ میں تھی ام المومنین نے جب دیکھا مخالف فوج کسی بھی طرح حملہ کرنے سے باز نہیں آ رہی اور اونٹ کو بچاتے ہوئے بہت لوگ شہید ہو رہے ہیں بصرہ والے اونٹ کو بچانے کی غرض سے اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے تو انہوں نے حضرت کعب کو حکم دیا کہ تم اونٹ کی ٹیکل چھوڑو اور قرآن کریم کو بلند کر کے آگے پڑھو۔ اور لوگوں کو اس طرف بلا تے ہوئے کہو کہ ہمیں قرآن کریم کا فیصلہ منظور ہے تم بھی قرآن کریم کا فیصلہ قبول کر لو حکم کے مطابق حضرت کعب نے ایسا ہی کیا دوسری طرف عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی اور ان پر تیروں کی بارش کر دی جس سے وہ شہید ہو گئے اس پر لڑائی میں شدت پیدا ہو گئی۔ ام المومنین کے اونٹ کے گرد لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اہل بصرہ اس بے جگری سے لڑے کہ حضرت علی خود حیران رہ گئے اب عبداللہ بن زبیر نے اونٹ کی مہار پکڑی ان کے جسم پر ستر زخم آئے اور وہ بھی شہید ہو گئے اسی طرح دوسرے نے مہار پکڑی وہ بھی شہید ہو گئے اسی طرح یکے بعد دیگرے ستر اشخاص نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔

ایک دفعہ اہل جمل نے اس قدر سخت حملہ کیا حضرت علی نے اپنی فوج کی پسپائی دیکھ کر کہا کہ جب تک اونٹ نہ بٹھایا جائے گا مسلمانوں کی خونریزی بند نہ ہوگی چنانچہ آپ نے ایک دفعہ پھر اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور پھر حملہ کیا حملہ کے دوران ایک شخص نے موقع پا کر پیچھے سے جا کر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری اونٹ بلبلا کر نیچے بیٹھ گیا اونٹ کے بیٹھتے ہی اہل جمل منتشر ہو گئے اور ان کی ہمت جواب دے گئی حضرت علی کے لشکر نے فوری طور پر اونٹ کا

محاصرہ کر لیا حضرت علی نے محمد بن ابوبکر کو حکم دیا کہ جا کر اپنی ہمشیرہ کی حفاظت کرو اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا چنانچہ محمد بن ابوبکر حضرت قعقاع بن عمر اور عمار بن یاسرؓ جلدی پہنچ گئے اور کجاوہ کی رسیاں کاٹ کر کجاوہ کو اٹھا کر لاشوں کے درمیان سے گزار کر رکھ دیا اور پردہ کے لئے ان پر چادر تان لی۔

حضرت علی المرتضیٰ خود ام المومنین کے پاس تشریف لے گئے اور خیریت دریافت کی دونوں طرف سے تبادلہ خیال ہوا صلح کے معاملہ پر بات چیت ہوئی معذرت کے الفاظ پیش کئے گئے۔ اس کے بعد ام المومنین عائشہ صدیقہ کو رؤسا بصرہ کی چالیس عورتوں اور محمد بن ابوبکر کے ہمراہ بصرہ سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ روانہ کر دیا گیا حضرت علی نے کئی کوس تک ساتھ چلتے ہوئے رخصت کیا دوسری منزل تک امام حسن پہنچانے آئے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ نے بوقت رخصتی لوگوں سے فرمایا ہمارے درمیان کش مکش غلط فہمی کا نتیجہ تھی ورنہ علی اور میرے درمیان کوئی جھگڑا نہ تھا حضرت علی نے بھی اسی طرح کے الفاظ کا اعادہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کی حرم محترم ہیں اور ہماری ماں ہیں ام المومنین ہیں ان کی تفہیم اور تکریم کرنا ضروری ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پہلے مکہ مکرمہ گئیں اور ذوالحج کے مہینے کی آمد تک وہاں ہی قیام فرمایا حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔

### دار الخلافہ کوفہ منتقل ہو گیا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند دن بصرہ میں قیام فرمایا لوگوں نے بڑی محبت کا مظاہرہ کیا اور آپ کو عالی شان محل میں ٹھہرانے کا اہتمام کیا مگر آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں میرے لئے میدان ہی کافی ہے چنانچہ اس کے بعد آپ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنانے کا اعلان کیا مدینہ منورہ کے بجائے کوفہ میں ہی تمام امور خلافت انجام دینے شروع کئے کوفہ میں قیام کے بعد آپ نے مملکت کے استحکام کی طرف توجہ فرمائی انتظامی امور کی بہتری کی طرف آپ نے مختلف علاقوں اور صوبوں میں لوگوں کی تقرریاں اور تبدیلیاں فرمائیں۔

## مصر کی امارت

خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد حضرت علی نے مصر کی امارت حضرت قیس بن سعد کے سپرد کی تھی اور انہوں نے حکمت عملی سے کام لے کر تمام اہل مصر کو حضرت علی کی کی خلافت کے لئے راضی کر کے ان سے آپ کی بیعت لی تھی البتہ قصبہ قریبتہ کے لوگوں نے اس بارے میں تامل کیا اور کہا جب تک صورت واضح نہیں ہو جاتی اس وقت تک ہم سے بیعت کے لئے اصرار نہ کیا جائے مگر ہم والی عصر کی اطاعت میں کوئی کمی نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی وقت فتنہ و فساد میں حصہ لیں گے جس سے امن و امان میں کسی قسم کی صورت پیدا ہو حضرت قیس بن سعد نہایت معاملہ فہم اور دور اندیش تھے اس لئے انہوں نے موقعہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اہل قریبتہ پر مزید باؤ ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات کو اپنے قابو میں رکھا۔

جنگ جمل کے واقعہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا تو امیر معاویہ کو اس بات کی فکر ہوئی کہ اب حضرت علی اپنی قوت جمع کر کے ہم پر حملہ کریں گے۔ چونکہ مصر میں حضرت قیس بن سعد اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر بہت مقبول ہیں۔ اور حضرت علی کے نامزد کردہ ہیں اس لئے جب حضرت علی کی طرف سے چڑھائی کریں گے تو وہ قیس بن سعد کو ضرور یہ حکم دیں گے کہ وہ مصر سے حملہ آور ہوں اس لئے دو اطراف سے شام پر حملہ ہو تو مقابلہ کرنا مشکل ہوگا۔

## سیاسی دماغ

امیر معاویہ نے اندریں حالات کے تحت سب سے پہلے مصر کی طرف سے خطرہ کو دور کرنا مناسب سمجھا اور حضرت علی کے تحت قیس بن سعد کو ایک خط لکھ کر اپنا طرف دار بنانے کی کوشش کی اپنے خط میں انہوں نے تحریر کیا کہ حضرت عثمان شہید ہو گئے ہیں لہذا آپ کو قصاص کے مطالبہ پر میری حمایت کرنی چاہیے حضرت قیس بن سعد نے جواب دیا جہاں تک

میری معلومات کا تعلق ہے حضرت علی، حضرت عثمان کی شہادت میں یا سازش میں ہرگز شامل نہ تھے اور اب جب لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ اور وہ خلیفہ مقرر ہو چکے ہیں تو پھر آپ کو بھی ان کا مقابلہ اور مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

## اقتدار، لالچ یا بغاوت

اس جوابی خط سے امیر معاویہ کو سخت مایوسی ہوئی اور انہوں نے آخری حربے کے طور پر اب ایک دھمکی آمیز خط ان کو لکھا اس کا جواب بھی حضرت قیس بن سعد نے نہایت سختی سے دیا اور فرمایا کہ میں تمہاری دھمکی سے ڈرنے والا نہیں ہوں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمہیں خود اپنی جان بچانی مشکل ہو جائے گی اب امیر معاویہ نے ضروری سمجھا کہ مصر پر پوری قوت سے حملہ آور ہو کر قیس کے خطرہ کو ختم کر دیا جائے اس کے بعد علی سے مقابلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ مگر یہ کام خطرہ سے خالی نہ تھا کیونکہ اگر مصر کی لڑائی طول پکڑ جاتی تو پھر علی کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا اور ملک شام حضرت علی آسانی سے قبضہ کر لیتے اس سے امیر معاویہ نے حملہ تو نہ کیا لیکن حکمت عملی ایسی اختیار کی کہ اپنا دباؤ برقرار رکھا اور دوسری طرف قیس بن سعد لڑائی کو ٹالنا چاہتے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ حضرت علی کی طرف سے پیش قدمی ہو تو وہ فوری طور پر مصر کی طرف سے شام پر چڑھائی کر دیں۔

## حضرت علی کی غلط فہمی

اسی اثنا میں حضرت علی نے ایک حکم نامہ حضرت قیس بن سعد کو بھیجا جس میں لکھا تھا کہ قربتہ والوں نے سکوت اختیار کر رکھا ہے اور انہوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی اس لئے ان کو خاموش نہ رہنے دیا جائے بلکہ ان سے زبردستی بیعت لی جائے اور ان سے لڑ کر بھی بیعت لی جائے حضرت قیس بن سعد نے صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر اس پر عمل درآمد کرنا ضروری نہ سمجھا اور اس پر عمل کرنے سے نقصان تصور کیا اس کے جواب میں حضرت علی کو لکھا کہ اہل قربتہ کی آبادی تقریباً دس ہزار نفوس پر ہے ان میں معاویہ بن خدیج جیسے بے شمار جنگجو موجود



ہیں ان کو لڑائی کی دعوت دینا مصلحت نہیں ہے لیکن اگر ان کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا گیا تو وہ تمام آپ کے دشمنوں کے ساتھ مل جائیں گے اور ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہوں گے اس لئے مناسب یہی ہے ان کو اسی حال میں رہنے دیا جائے۔

دربار خلافت میں جب قیس کا خط پہنچا تو بعض افراد نے حضرت علی کو اس شبہ میں مبتلا کر دیا کہ قیس بن سعد ضرور امیر معاویہ کے ساتھ ساز باز رکھتے ہیں اگرچہ حضرت علی نے اس بات کو تسلیم نہ کیا کیونکہ بظاہر ان کی طرف سے کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی تھی جس سے ان کے بارے میں شک کو تقویت ملتی۔

دوسری طرف امیر معاویہ کو اس بات کی خبر ہو گئی کہ حضرت علی کی قیس کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش ہو رہی ہے تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا حضرت قیس بلند مرتبہ اور قابل ترین بزرگ تھے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اکثر غزوات میں انصار کے علمبردار رہے امیر معاویہ نے اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے یہ تدبیر کی کہ حضرت قیس کے بارے میں یہ مشہور کر دیا کہ یہ میرے طرف دار ہیں اور اکثر ان کے خطوط میرے پاس آتے رہتے ہیں اور جو بھی ضروری معلومات ہوتی ہیں وہ فراہم کرتے ہیں رفتہ رفتہ یہ افواہ دربار خلافت میں پہنچی تو محمد بن ابوبکر نے مزید بڑھا چڑھا کر بیان کیا اس سے حضرت قیس کے بارے میں حضرت علی کے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی اور آپ نے قیس کو مصر کی امارت سے معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابوبکر کو روانہ کر دیا مصر میں پہنچ کر محمد بن ابوبکر نے حضرت قیس کو ان کی معزولی اور اپنی تقرری کا فرمان دکھایا تو حضرت قیس کو بہت دکھ ہوا مگر انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور مصر کی امارت محمد بن ابوبکر کے حوالے کر دی اور خود مصر سے مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

## صلح کی کوشش

حالات و واقعات جنگ کا پیش خیمہ بن رہے تھے فتنہ پرواز لوگوں کی چالوں کے

باعث مسلمانوں کے مابین ایک زبردست خونریزی کے آثار پیدا ہو رہے تھے حضرت علی کو اس صورت حال کی نزاکت کا بخوبی ادراک تھا اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ امیر معاویہ کسی طرح ان کا کہنا نہ مانیں گے اور نہ ہی ان کی خلافت تسلیم کرنے کو تیار ہوں گے مگر اس کے باوجود آپ نے ایک مرتبہ پھر صلح اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہوئے حضرت جریر بن عبد اللہ کو ان کی طرف بھیجا جب حضرت ابن جریر ان کے پاس پہنچے تو امیر معاویہ کا دربار سجا ہوا تھا شام کے معززین اور رؤسا وہاں موجود تھے تاریخ کے صفحات میں موجود ہے کہ حضرت علی کا خط پہلے خود پڑھا پھر بلند آواز سے حاضرین کے سامنے پڑھا خط میں حمد و ثنا کے بعد تحریر تھا۔

”تم اور تمہارے تابع جتنے بھی مسلمان ہیں ان تمام پر میری بیعت کرنا لازم ہے کیونکہ مہاجرین و انصار نے اتفاق رائے سے مجھے خلیفہ منتخب کیا ہے ابو بکر و عمر اور عثمان کو بھی انہی لوگوں نے منتخب کیا تھا اس لئے اس بیعت کے بعد جو شخص سرکشی یا اعتراض کرے گا اسے زبردستی میری اطاعت پر مجبور کیا جائے گا پس تم مہاجرین اور انصار کی اتباع کرو یہی سب سے اچھا طریقہ ہے ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ تم نے عثمان غنی کی شہادت پر ان کے قاتلوں سے انتقام لینے کے لئے بھی جوش رکھتے ہو تو پہلے میری اطاعت قبول کر لو اس کے بعد ضابطہ کے تحت اس کا فیصلہ کروں گا ورنہ جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے یہ دھوکہ ہے۔“

### امیر معاویہ کا جوابی خط

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے بھیجا گیا خط یقیناً امیر معاویہ کے لئے قابل قبول نہ تھا کیونکہ انہوں نے اپنی دانست میں اپنے قدم شام میں مضبوط کر لئے تھے اور وہ کسی بھی طرح اہمیت دینے کے لئے تیار نہ تھے تقریباً بائیس برس سے شام کے والی چلے آ رہے تھے اور شام پر ان کی گرفت مضبوط تھی علاوہ ازیں بہت سے صحابہ کرام جو حضرت علی کے ساتھ اختلافی نقطہ رکھنے کی بنا پر شام میں سکونت پذیر تھے ان کی موجودگی امیر معاویہ کے لئے تقویت کا باعث تھی اور پھر حضرت علی نے جن اموی عمال کو معزول کر دیا تھا وہ بھی تمام امیر معاویہ کے

پس شام میں جمع ہو چکے تھے اور وہ سب اثر و رسوخ والے لوگ تھے عرب کے بعض قبائل اگرچہ اموی نہ تھے مگر امیر معاویہ نے اپنی حکمت عملی سے انہیں اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔

## خلافت سے بغاوت

بنو ہاشم سے مخالفت بنو امیہ کی سرشت میں داخل تھی حالانکہ جس علاقے یا ملک پر جس کی حکومت ہوتی ہے اس مملکت کی حکومت صرف اور صرف خلافت کو یہی حق حاصل تھا اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فرمان ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم امیر کی اطاعت فرض ہوتی ہے اس کا مخالف باغی، اور نافرمان ہوتا ہے اس کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے لیکن یہاں حصول اقتدار کا نشہ تھا اور سیم و زر سے لوگوں کے منہ اور زبانیں بند کر رکھی تھیں اس لیے امیر معاویہ نے حضرت عثمان کی شہادت کو بہانہ بنا کر سلطنت کو پارہ پارہ کرنے کا عزم کر رکھا تھا اس ساری سازش کا سرغنہ مروان تھا جس کی سازش سے یہ حالات پیدا ہوئے اگر عثمان غنی حکمت عملی سے کام لے کر مروان کو بلوائیوں کے حوالے کر دیتے تو یہ خونریز معرکہ پیش نہ آتا ایک مروان کے قتل سے فتنہ ختم ہو جاتا تو ہزاروں مسلمانوں کی ہلاک ہونے کی نوبت نہ آتی لیکن مشیت ایزدی غالب ہے اور پھر شدنی ہو کر رہتی ہے جس کا خطرہ تھا وہ سامنے آ گیا۔ حضرت عمر بن عاص جو ایک جید صحابی تھے جب عثمان غنی پر سازش ہو رہی تھی تو مدینہ پاک چھوڑ کر بیٹوں کے ہمراہ بیت المقدس چلے گئے اور وہاں ہی رہائش اختیار کر لی اور انہیں جب معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی شہید کر دیئے گئے ہیں اور حضرت علی نے اپنا دار الخلافہ کوفہ منتقل کر دیا ہے تو وہ بھی بیت المقدس سے روانہ ہو کر شام آ گئے تاکہ امیر معاویہ سے مل کر اس معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کریں امیر معاویہ نے ان کی آمد کو اپنے لئے نیک شگون سمجھا حضرت عمر بن عاص نے امیر معاویہ سے ملاقات کی اس ملاقات کے نتیجے میں حضرت عمر بن عاص نے فرمایا کہ خلیفہ مظلوم کا بدلہ لینا ضروری ہے اور اس مطالبہ پر آپ حق پر ہیں ان کی اس بات سے امیر معاویہ کو تسلی ہوئی مگر انہوں نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اور مکمل طور پر ان پر

بھروسہ نہ کیا اور پھر جب انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ ان کے طرف دار ہیں تو انہوں نے ان کو خصوصی مشیر اور وزیر بنا لیا حضرت عمر بن عاص نے امیر معاویہ کو مشورہ دیا کہ عثمان غنی کی خون آلود قمیص روزانہ لوگوں کو دکھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح لوگوں کا جوش کم ہوتا جائے گا اس لئے مناسب ہے کہ قمیص کو کبھی کبھی لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ امیر معاویہ نے عمر بن عاص کے اس مشورے کو پسند کیا اس طرح ان چیزوں کو روز بروز دیکھنے سے رونا بند ہو گیا حضرت امیر معاویہ نے حضرت عمر بن عاص کو مصر کی حکومت کا وعدہ کر کے ان کی حمایت کو اپنے لئے مضبوط کر لیا علاوہ ازیں چند اور صحابہ کرام جو حضرت علی سے بدگمان ہو کر امیر معاویہ کے پاس پہنچے اور انہیں اپنی حمایت کا پورا یقین دلایا۔

## جنگ کی تیاریاں

مصالحت کی کوشش کو ناکام ہوتا دیکھ کر حضرت علی نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بصرہ سے ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے روانہ ہو چکے تھے اور حضرت علی نے کوفہ میں ابو مسعود انصاری کو اپنا قائم مقام مقرر فرما کر مقام نخیلہ کی طرف پیش قدمی کی اس مقام پر فوج کا جائزہ لیا اسی اثنا میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بصرہ سے لشکر لے کر پہنچ گئے جس سے لشکر میں جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ حضرت علی نے افواج کی ترتیب کرتے ہوئے جنگی حکمت عملی کے تحت حضرت زیاد بن نصر حارثی کی قیادت میں آٹھ ہزار کی فوج کو مقدمہ الحیش (ہراول دستہ) کے طور پر پیش قدمی کرنے کا حکم دیا جبکہ ان کی کمک کے طور پر حضرت شریح بن ہانی کی قیادت میں چار ہزار کا لشکر ان کے پیچھے روانہ کیا اس کے بعد آپ نخیلہ سے مدائن کی طرف آئے اور مدائن میں حضرت مسعود ثقفی کو عامل مقرر کرنے کے حضرت معقل بن قیس کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر روانہ کیا۔

## جنگ صفین کا آغاز

حضرت علی کی فوج رقبہ کے قریب دریائے دجلہ کو عبور کر کے جب شام کی سرحد میں

داخل ہوئی تو امیر معاویہ نے ان کو روکنے کا پورا انتظام پہلے سے کر رکھا تھا چنانچہ ان کی طرف سے ابوالاعور سلمیٰ نے مقدمہ لکھیش کو آگے بڑھنے سے روکا دونوں لشکر آمنے سامنے پڑاؤ ڈالے رہے صبح سے شام تک دونوں جانب خاموشی رہی کسی بھی طرف سے لڑائی کا آغاز نہ ہوا مگر شام ہوئی تو ابوالاعور سلمیٰ نے اچانک حملہ کر دیا فریقین کے درمیان تھوڑی دیر لڑائی ہوتی رہی پھر دونوں طرف کی فوج اپنے مقام پر واپس چلی گئی اگلے روز صبح کے وقت اپنے لشکر سے نکل کر میدان جنگ میں آیا اور مبارز طلب کی۔ ادھر سے ہاشم بن عقبہ نے نکل کر مقابلہ کیا دونوں میں مقابلہ ہوتا رہا مگر دونوں میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا بالآخر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے لشکر کی طرف واپس ہو گئے اسی اثنا میں حضرت علی نے اشتر نخعی کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا ہوا تھا اور یہ لشکر عین اس وقت کمک کے طور پر آن پہنچا۔ اشتر نے پہنچتے ہی اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا اس پر دونوں فوجوں کے درمیان شام تک خونیں معرکہ ہوتا رہا۔ ابوالاعور نے دیکھا کہ اب مقابلہ کرنا مشکل ہے تو رات کی تاریکی میں جب لڑائی بند ہو چکی تھی اپنی فوج کو ہٹا لیا اور فوری طور پر ساری صورت حال کی اطلاع امیر معاویہ کو دی انہوں نے مقابلہ کے لئے صفین کے میدان کا انتخاب کیا اور پیش قدمی کرتے ہوئے میدان میں مناسب مقامات پر اپنے مورچے جمادئے۔

### پانی پر شامیوں کا قبضہ

اسی دوران حضرت علی بھی وہاں پہنچ گئے آپ کو خبر دی گئی کہ معاویہ بھی اپنی فوج کے ساتھ قریب ہی موجود ہیں اس بنا پر حضرت علی نے حضرت اشتر کو حکم دیا کہ فوری طور پر دریائے فرات کے ساحل پر پہنچ کر پانی پر قبضہ کر لو۔ اس معاملہ میں دیر ہو چکی تھی کیونکہ امیر معاویہ نے پہلے ہی گھاٹ پر قبضہ کر کے ابوالاعور سلمیٰ کو ایک لشکر دے کر ان کے ساتھ تعین کر دیا تھا کہ حضرت علی کی فوج کو دریا سے پانی نہ پینے دیا جائے ابوالاعور سلمیٰ نے تیز رفتاری سے پیش قدمی کر کے پانی پر قبضہ کر لیا تھا۔

جب حضرت علی کی فوج صفین کے مقام پر پہنچی تو معلوم ہوا کہ پانی پر پہلے بھی شامیوں کا قبضہ ہو چکا ہے چنانچہ پانی کی وجہ سے سخت مشکل پیش آئی صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت علی نے حکم دیا جیسے بھی ہو شامی فوج سے زبردستی گھاٹ پر قبضہ کر لیا جائے حالات کا جائزہ لے کر پہلے چند اشخاص نہایت امن وامان کے ساتھ اتمام حجت کے لئے دریا کی طرف بڑھے مگر دریا کے کنارے جب پہنچے تو ان پر ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی حضرت علی کی فوج اسی بات کی منتظر تھی یہ حالات دیکھ کر سب نے بھرپور حملہ کیا اور اس قدر بے جگری سے لڑے کہ ابوالاعور سلمی کے لشکر کو سنبھالنا مشکل ہو گیا یہ دیکھ کر عمر بن عاص نے اپنی فوج کمک کے طور پر بھیجی مگر حضرت علی کی فوج کے آگے نہ ٹھہر سکی اور مخالفین کو پسپائی اختیار کرنا پڑی ان کے قدم اکھڑ گئے اس طرح گھاٹ پر حضرت علی کی فوج نے قبضہ کر لیا۔

اب صورت حال بالکل برعکس ہو گئی امیر معاویہ کی فوج پانی سے محروم ہو گئی مگر حضرت علی نے ازراہ ہمدردی اور انسانیت شامی فوجوں کے لئے پانی پر پابندی نہ لگائی اور انسانی ہمدردی کے تحت دریا سے پانی لینے کی اجازت دے دی چنانچہ دونوں طرف کی فوجیں بلا روک ٹوک ایک ساتھ دریا کے پانی سے مستفیض ہونے لگیں ان کے مابین اس وجہ سے ایسا سلوک پیدا ہو گیا کہ دونوں طرف کے لشکری دوستانہ ماحول میں ایک دوسرے کی طرف آنا جانا بھی شروع ہو گیا یہ دیکھ کر اکثریت نے خیال کیا کہ اب شاید صلح ممکن ہو جائے۔

## خونریز معرکے

کئی دفعہ مصالحانہ کوششیں کی گئیں لیکن ناکام ہو گئیں ہزاروں لوگ اس وقت تک جام شہادت نوش کر چکے تھے اور معاملہ تا حال جوں کا توں تھا بڑے بڑے جید صحابہ کرام شہید ہو چکے تھے اس طویل جنگ کو دیکھتے ہوئے حضرت علی نے اپنی فوج کے سامنے خطاب کرتے ہوئے جنگ کو انجام تک پہنچانے کے لئے ابھارا تمام فوج فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہو گئی اور دشمن پر ٹوٹ پڑی اور پھر ہر طرف خونریزی شروع ہو گئی شامی فوج اس تر بڑ توڑ حملے کی تاب

نہ لاسکی اور کئی صفیں پسپا پر مجبور ہو گئیں حضرت علی کا جوش دیکھنے والا تھا آپ اس قوت سے مخالفین پر چھا گئے کہ آپ کے سامنے کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا آپ دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے امیر معاویہ تک جا پہنچے اور دعوت مبارزت دیتے ہوئے کہا اور بلند آواز سے فرمایا مسلمانوں کا خون بہانے کا کوئی فائدہ نہیں آؤ۔ ہم اور تم آپس میں مقابلہ کر کے اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کریں جو کامیاب ہوگا وہی خلیفہ ہوگا۔

حضرت علی کی اس دعوت کو سن کر عمر بن عاص نے امیر معاویہ کو کہا کہ بات تو ٹھیک ہے اور انصاف بھی یہی ہے کہ آپ کو مقابلہ کے لئے نکلنا چاہیے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ کیا خوب انصاف ہے کہ آپ کو مقابلہ کے لئے نکلنا چاہیے اس فیصلے کو تم اپنے لئے کیوں پسند نہیں کرتے تم جانتے ہو کہ جو بھی ان کے مقابلے کو جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا عمر بن عاص نے کہا جو کچھ بھی ہو آپ کو نکلنا چاہیے امیر معاویہ نے جواب دیا کہ تم مجھے اس لئے مقابلہ کے لئے بھیجے ہو کہ میں مارا جاؤں اور تم شام پر قبضہ کر لو۔ جب امیر معاویہ کسی طرح بھی حضرت علی کے مقابلے میں تیار نہ ہوئے تو عمر بن عاص مقابلے کے لئے نکلے کافی دیر دونوں کے درمیان مقابلہ ہوتا رہا دوران مقابلہ حضرت علی نے ایسا بھرپور وار کیا کہ اس سے کسی صورت پر نکلنا ممکن نہ تھا عمر بن عاص بدحواسی کے عالم میں اپنے آپ کو بچانے کے لئے گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور برہنہ ہو گئے حضرت علی نے جب انہیں برہنہ دیکھا تو ان پر مزید وار کرنا مناسب نہ سمجھا اور منہ پھیر کر واپس چلے گئے اور عمر بن عاص کو زندہ اور سلامت چھوڑ دیا۔

اب ایک بھرپور جنگ شروع ہو چکی تھی دونوں طرف کی فوجیں خونریزی میں مصروف تھیں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اس قدر جنگ جاری رہی کہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے شامی فوجوں کے پچاس ہزار آدمی کام آئے اور حضرت علی کی فوج کے بھی پچیس ہزار آدمی کام آچکے تھے زخمیوں اور لاشوں کو اٹھانے کے لئے جنگ بند کر دی گئی تاکہ ان اموات کو دفن کیا جاسکے حضرت علی کا پلہ بھاری تھا حضرت علی نے فرمایا جاں نثارو! ہم نے اس حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے انشاء اللہ کل مکمل فیصلہ ہو جائے گا جب تک فیصلہ نہ ہو جائے

کوئی آدمی پیچھے نہ ہٹے۔

اس سخت خونریزی کو دیکھتے ہوئے امیر معاویہ نے عمر بن عاص سے حالات کا ادراک کرتے ہوئے یقین کر لیا کہ حضرت علی کو شکست دینی آسان کام نہیں۔ امیر معاویہ نے حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت علی کے نام ایک اور مصالحانہ خط بھیجا کہ اگر مجھے یا آپ کو اس بات کا علم ہوتا کہ جنگ اس قدر طول ہو جائے گی تو کوئی بھی اس جنگ کو نہ چھیڑتا بہر حال اب ضروری ہے کہ اس تباہ کن جنگ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ حضرت علی شروع سے ہی جنگ کے مخالف تھے بار بار مصالحانہ کوشش کے باوجود امیر معاویہ نے مصالحت کی پرواہ نہ کی اور اب شکست اور موت کے آثار نظر آ رہے تھے تو مصالحت کی کوشش کی جس کو حضرت علی نے مسترد کر دیا اور فیصلہ میدان جنگ میں کرنے کی ترجیح دی۔

## جنگی اور فریبی چال

حضرت علیؑ کی طرف سے مصالحت سے انکار کا مطلب بالکل واضح تھا اب ضرور دونوں فوجوں میں فیصلہ کن جنگ ہوگی۔ اس فیصلہ کن جنگ کا جائزہ امیر معاویہ لگا چکے تھے دوسرے دن وقت ضائع کئے بغیر حضرت علی نے اپنی فوج کو ترتیب دے کر فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار کیا اور خود بھی میدان میں تشریف لائے حضرت علیؑ نے حملہ کرنے کا حکم دیا جو علوی فوج نے ایسا بھرپور حملہ کیا کہ شامی فوج کو سنبھالنا مشکل ہو گیا امیر معاویہ ایسی صورت حال دیکھ کر بہت پریشان ہوئے کیونکہ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ تھوڑے ہی وقت میں جنگ کا فیصلہ ہو جائیگا ان حالات کو دیکھتے ہوئے عمرو بن عاص نے کہا کہ اب میں ایک ایسی جنگی چال اختیار کرونگا کہ جنگ ختم ہو جائیگی۔

گلے دن جب سورج طلوع ہوا تو عمرو بن عاص نے امیر معاویہ سے کہا اپنے لوگوں کو حکم دو کہ اپنے نیزوں پر قرآن کریم کو بلند کریں اور میدان جنگ میں جا کر اعلان کریں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے ذریعے فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ



جنگ بندی ہوگی۔ اور ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ شاید اب جنگ کا فیصلہ ہو جائیگا لیکن یہ سب فریبی اور جنگی چال تھی۔

## منصفوں کی تقرری

عمر بن عاص کے کہنے پر شامیوں نے نیزوں پر قرآن کریم بلند کر دیئے اور کہا دیکھو تمہارے اور ہمارے درمیان اللہ کی کتاب ہے ہم دونوں فریق قرآن کے تحت فیصلہ کریں۔ حضرت علی کے لشکر نے جب قرآن کو نیزوں پر بلند ہوتے دیکھا تو وہ لڑنے سے رک گئے عبداللہ بن عباسؓ نے شامیوں کی حرکت دیکھ کر فرمایا کہ اب ٹک تو لڑائی تھی مگر اب سیاست اور فریب شروع ہو گیا ہے اشتر نخعی نے شامیوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور ساتھیوں کو سمجھایا کہ دشمن کی فریبی چال ہے۔ اور جوش دلا کر بھرپور حملہ کر کے خون ریزی میں مشغول ہو گئے۔ حضرت علی نے بھی لوگوں کو سمجھایا کہ قرآن کریم کا بلند کرنا محض دھوکہ اور فریب ہے تم لوگ اس فریب میں نہ آؤ۔ بہت جلد تم کو کامیابی حاصل ہونے والی ہے۔ لشکر کی چونکہ لڑائی سے تنگ آ چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ چونکہ مسلمانوں کی اکثریت یہی چاہتی تھی کہ جیسے بھی ہو کہ مسلمانوں کے درمیان صلح ہو جائے۔

## جنگ بندی

حضرت اشعث بن قیس نے حضرت علی سے کہا کہ اے امیر المومنین اگر آپ اجازت دیں تو میں امیر معاویہ کے پاس جا کر ان کا ارادہ معلوم کروں حضرت علی نے اجازت دے دی چنانچہ وہ امیر معاویہ کے پاس گئے اور ان سے اس سلسلہ میں بات چیت کی انہوں نے کہا کہ ہم اور تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کریں کہ ایک شخص ہم اپنی طرف سے مقرر کرتے ہیں۔ اور ایک شخص تم اپنی طرف سے مقرر کرو اور دونوں سے حلف لیا جائے کہ وہ قرآن کے مطابق فیصلہ کریں گے اس کے بعد جو بھی فیصلہ ہو اس پر ہم دونوں کو راضی ہو جانا چاہئے۔ شامیوں نے اپنی طرف سے عمر بن عاص کا نام پیش کیا اس طرف حضرت اشعث

نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام پیش کیا حضرت علی نے اختلاف کیا فرمایا کہ اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کو پسند کرتا ہوں لیکن عوام کے اصرار پر حضرت علی کی رضامندی سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام ہی پیش کیا گیا۔

## اقرار نامہ

امیر معاویہ کی طرف سے عمر بن عاص پہنچ چکے تھے اور انہوں نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر اقرار نامہ لکھنے کی درخواست کی چنانچہ اقرار نامے کی تحریر لکھی گئی دونوں طرف کے سرکردہ اشخاص کی موجودگی میں مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھا گیا۔

اقرار نامہ علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابوسفیان کے مابین علی بن ابی طالب نے اہل عراق اور ان کے تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک منصف مقرر کیا ہے اور اسی طرح معاویہ بن ابوسفیان نے تمام اہل شام اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں منصف مقرر کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے حکم کو منصف قرار دے کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حکم کے سوا دوسرے کو دخل نہیں دیں گے۔ دونوں منصف جنکی تقرری کی گئی ہے جو ابو موسیٰ اشعری اور عمر بن عاص ہیں یہ دونوں جو کچھ قرآن کریم میں پائیں گے اسی کے موافق فیصلہ کریں گے اور ان میں نہ پائیں گے تو سنت وغیرہ کے مطابق فیصلہ دیں گے۔

## فیصلے کا اعلان

اس تحریر کے بعد چھ ماہ گزر گئے۔ اس میں صلاح اور مشورے ہوتے رہے آخر فیصلے کا دن آ پہنچا گلے دن فیصلے کا اعلان ہونا تھا اعلان کرنے کی غرض سے مسجد میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمر بن عاص تشریف لائے دونوں فریقین کی طرف سے مسلمانوں کی بڑی تعداد فیصلہ سننے کی غرض سے مسجد میں موجود تھی مسجد میں پہنچ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری نے عم

بن عاص کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ آپ اعلان کہ دیجئے جو فیصلہ ہو چکا ہے ان لوگوں کو سنا دیجئے عمر بن عاص نے جواب دیا کہ آپ فضل و کمال کے لحاظ سے اور ہر اعتبار سے ہم سے افضل ہیں اس لئے آپ پر سبقت نہیں لے جاسکتا۔ یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا وہ فیصلہ جس سے میں اور عمر بن عاص دونوں متفق ہوئے ہیں۔ یہ ہے کہ ہم نے علی اور معاویہ دونوں کو معزول کیا اور مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کو اختیار ہے کہ وہ اتفاق رائے سے جس کو چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کریں۔

### سیاست جیت گئی شرافت ہار گئی

حضرت ابو موسیٰ اشعری یہ فیصلہ سنا کر منبر سے اتر آئے تو عمر بن عاص منبر پر کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ لوگو! آپ گواہ ہیں کہ ابو موسیٰ اشعری نے اپنے دوست علی کو معزول کیا ہے میں بھی اس بات سے متفق ہوں۔ اور حضرت علی کو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہ کو اس منصب پر قائم رکھتا ہوں کیونکہ وہ مظلوم شہید ہونے والے خلیفہ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اس اعلان سے ہنگامہ بپا ہو گیا۔ قریب تھا کہ عمر بن عاص قتل کر دیئے جاتے ان کو ان کا ایک بیٹا اس ہنگامے سے نکال کے لے گیا۔ اس لئے وہ بچ گئے حضرت ابو موسیٰ اشعری دھوکہ کھا گئے بلکہ حیرت میں آ گئے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اس واقعہ سے اتنا صدمہ اور اتنی ندامت اور شرمندگی ہوئی اسی وقت مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اور پھر ساری زندگی گوشہ نشینی میں گزار دی۔

### خلافت کا دروازہ بند

ان ہنگامہ خیز حالات کے بعد فتنوں اور آزمائشوں کا دروازہ کھل گیا پھر کئی گروہ پیدا ہو گئے کچھ رافضی ہو گئے اور کچھ خارجی۔ خارجیوں کی حضرت علی کے ساتھ سخت عداوت تھی مکہ مکرمہ میں تین خارجی عبدالرحمن ملجم برادی برق بن عبداللہ تیمی اور عمر بن بکر تیمی اکٹھے ہو کر ہم مشورہ ہوئے اور آپس میں طے کیا کہ جب تک یہ تینوں اشخاص حضرت علی عمرو بن عاص اور

امیر معاویہ اس دنیا میں موجود ہیں مسلمان آپس میں لڑتے رہیں گے اور ہمیشہ پریشانیوں اور ہنگامہ خیزیوں میں مبتلا رہیں گے لہذا ان تینوں کو قتل کر دیا جائے۔

## قاتلوں کا اتفاق

ان خارجیوں نے آپس میں اس بات پر اتفاق کیا اور پھر یہ طے ہوا عبدالرحمن ملجم حضرت علی کو قتل کرے برق بن عبداللہ امیر معاویہ کو اور عمر بن بکر عمر بن عاص کو قتل کرے علاوہ ازیں یہ بھی طے ہوا کہ ان شخصیات کو ایک ہی دن ایک ہی وقت میں قتل کیا جائے چنانچہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک تاریخ مقرر کی گئی جبکہ نماز فجر کا وقت مقرر کیا جانا موزوں ہوگا اس اتفاق رائے کے بعد مجلس برخواست ہو گئی۔

## خارجیوں کا عملی منصوبہ

مقررہ تاریخ پر اپنے ناپاک منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تینوں خارجی کوفہ، دمشق اور مصر کو روانہ ہو گئے اور اپنے اپنے ٹارگٹ کو نشانہ بنانے کے لئے پہنچ گئے دمشق کی جامع مسجد میں امیر معاویہ نماز پڑھا رہے تھے برق بن عبداللہ تیمی نے تلوار کا وار کیا۔ اور یہ فجر کا وقت تھا برق بن عبداللہ تیمی ایک ہی وار کرنے کے بعد ایسا گھبرایا کہ اس نے بھاگنے کے لئے دوڑ لگا دی مگر لوگوں نے اس کو قابو کر لیا تلوار کا یہ وار کارگر نہ تھا اسلئے امیر معاویہ کو معمولی زخم آئے دوسری طرف عمر بن بکر مصر پہنچا اور طے شدہ منصوبے کے مطابق مقررہ تاریخ اور مقررہ وقت کے اس دن عمرو بن عاص علیل تھے۔ اور نماز فجر پڑھانے کے لئے انہوں نے اپنی جگہ خارجہ بن حبیب کو امامت کے لئے بھیج دیا تھا خارجہ بن حبیب فجر کی نماز کی امامت کر رہے تھے کہ عمر بکر تیمی نے عمر بن عاص کے مغالطہ میں خارجہ بن حبیب پر حملہ کر کے شہید کر دیا

عبدالرحمن ملجم

میں سب سے پہلے عبدالرحمن کوفہ پہنچا وہاں ایک نہایت ہی قریبی دوست کو اعتماد

میں لیا اور اس کو اپنے منصوبے کے متعلق بتایا۔ اور اس سے امداد کا طلبگار ہوا اس نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا یہ واقعہ ۴۰ ہجری ۷۰۰ء اور رمضان المبارک کی فجر کے وقت حضرت علی جب نیند سے بید ہوئے تو اپنے بیٹے امام حسن سے ایک خواب کا ذکر کیا ابھی خواب بیان کر ہی رہے تھے کہ فجر کی نماز کی اذان شروع ہو گئی پھر لوگوں کو نماز کے لئے آواز دی چنانچہ حضرت علی نماز پڑھانے کے لئے گھر سے نکلے اثنائے راہ میں لوگوں کو نماز کے لئے جگاتے جگاتے چل رہے تھے ابن ملجم اور اس کا ساتھی اپنے ناپاک منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے رات کے وقت کوفہ کی مسجد میں چھپ کر بیٹھ گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز فجر پڑھنے کے لئے مسجد کے دروازے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ ابن ملجم کے ساتھی وردال نے تیزی دکھاتے ہوئے آپ پر تلوار کا وار کیا لیکن اس کا وار خالی گیا اور حضرت علی آگے بڑھ گئے۔ ابن ملجم نے وردال کا وار خالی دیکھ کر ایک دم آپ کے سامنے آکھڑا ہوا اور آپ پر اچانک تلوار کا ایک بھر پور وار کیا آپ کی پیشانی مبارک کپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ تک پہنچ گئی حضرت علی شدید زخمی ہو گئے آپ نے زخمی حالت میں حکم دیا کہ اس کو پکڑو۔ اس وقت تک نماز فجر کی ادائیگی کے لئے مسلمان مسجد میں جمع ہو چکے تھے دونوں خارجی مسجد سے نکل کر بھاگے جبکہ ابن ملجم بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور مسجد کے ایک کونے میں جا چھپا جہاں سے اسے پکڑ لیا گیا ابن ملجم کو گرفتار کر کے حضرت علی کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اعلیٰ ظرفی کی ایک عظیم الشان مثال قائم کرتے ہوئے فرمایا میں اگر اس زخم سے انتقال کر جاؤں تو تم بھی اسے بطور قصاص قتل کر دینا۔ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو جو مناسب سمجھوں گا کروں گا اس کے ساتھ ہی آپ نے بنو عبدالمطلب کو وصیت فرمائی کہ میرے قتل کو مسلمانوں کا خون بہانے کی دلیل نہ بنانا اور اس شخص کو جو میرا قاتل ہے قصاص میں قتل کر دینا اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹے امام حسن سے فرمایا۔ کہ اے حسن! میں اگر اس زخم سے تاب نہ لاسکوں اور انتقال کر جاؤں تو تم بھی اس کی تلوار سے صرف ایک ہی وار سے قتل کرنا جس سے میرا قاتل ہلاک ہو جائے اور ہرگز مثلہ نہ کرنا کیونکہ حضور نے منع فرمایا ہے۔

## حضرت علی کی شہادت

ابن ملجم لعین نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا ایسا شدید زخم لگایا تھا کہ زہر کا اثر تیزی سے جسم میں سرایت کر گیا ایک روایت کے مطابق اسی دن رات کے وقت انتقال فرما گئے بعض کا کہنا ہے کہ چند دن کے بعد وصال فرمایا تھا تاریخ شہادت کے بارے میں اختلاف ہے اتفاقاً ۷ رمضان المبارک پر ہے (رحمۃ العالمین ج ۲ ص ۸۱)

زخم جس پر شہادت ہوئی کثیر بن عمرو الکوفی نے جو شاہان ایران کا طبیب تھا اس نے بتایا کہ زخم ان کے دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب صحت محال ہے۔

بکر بن حماد القاہری نے ہائلہ شہادت پر اشعار کہے ہیں ہم صرف اشعار کے ترجمے پر ہی اکتفا کرنے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ابن ملجم سے کہنا گو میں جانتا ہوں کہ تقدیر سب پر غالب ہے لیکن کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھا دیا۔

۲۔ وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول اور قرآن و سنت کے جاننے میں سب سے بڑا عالم تھا تو نے اسے قتل کر دیا۔

۳۔ وہ داماد نبی اور ان کا دوست اور ناصر تھا جس کے مناقب کے نور اور برہان روشن ہیں۔

۴۔ جو علی کے لئے ایسا تھا جیسے موسیٰ کے لئے ہارون۔

۵۔ جو لڑائی میں شمشیر حیدر زندہ اور دلیر شیر تھا جب خوب رن پڑ جاتا ہو۔

۶۔ میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں کہ اے خدا! تو پاک ہے اور تیری قدرت عجیب ہے۔

۷۔ میں تو اس کے قاتل کی بات کروں گا کہ یہ وہ شیر نہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ تو اپنے قبیلہ میں سب سے زیادہ بد بخت اور میزان اعمال میں سب سے زیادہ زباں کار۔

۸۔ وہ تو عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح کے ناقہ کو مارا اور قوم ثمود پر ملک حجر میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا۔

۹۔ معلوم ہوتا ہے حضرت علی پر وار کرنے سے اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔

شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

امام عالی مقام ہادی اقام کے محاسن و فضائل کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ آپ کے شاندار کارنامے شب ہجرت، بدر، احد، خندق اور صلح حدیبیہ، خیبر اور حنین کے واقعات نہایت مشہور ہیں شجاعت، بہادری، اولوالعزمی، فصل قصاب یا لین دین میں ممتاز تھے سیدہ النساء العالمین کے زوج اور حسن و حسین کے والد بزرگوار اور ابوالحسن کنیت رکھتے تھے حضور کی عنایت کردہ کنیت پر شاداں و فرحان ہوتے تھے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ماہ ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو خلیفہ ہوئے اور بروز جمعہ ۷ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو شقی الناس ابن ملجم کے ہاتھ سے مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر جام شہادت نوش فرمایا آپ کی مدت خلافت ۴ سال اور ۶ ماہ رہی جو خلافت اور ملوکیت میں گزاری۔

تجہیز و تکفین

آپ کی شہادت کے بعد امام حسن اور امام حسین حضرت عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا تین کپڑوں میں کفن دیا گیا امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور دارالحکومت کوفہ میں رات کے وقت ان کو دفن کر دیا گیا۔ انا لله وانا الیہ دارجعون۔

## خلافت و شہادت۔ (سیدنا امام حسنؓ)

آپ کا اسم مبارک حسن اور کنیت ابو محمد ہے اور القاب سبط اکبر۔ زاہد اور طیب ہیں آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری بروسہ شنبہ کے روز ہوئے سید المرسلین ﷺ کو جب اپنے نواسے کی اطلاع ملی تو خوشی اور مسرت سے سیدہ زہرا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا بیٹی! میرے بیٹے کو دکھاؤ شیر خدا نے امام حسن کو رحمت عالم کی گود میں دے دیا کملی والے نے فرمایا اے علی اس بچے کا نام کیا رکھا ہے شیر خدا نے عرض کی آقا، اس کا نام تو اس کے نانا پاک ہی رکھیں گے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس بچے کا نام خدا رکھے گا۔ فجاء جبریل فقال یا محمد ﷺ ان اللہ یھیک لهذا المولود۔ پس جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ اس بچے کی ولادت پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس کا نام حضرت ہارونؑ کے لڑکے کے نام پر رکھا جائے گا جس کا نام شبیر تھا۔ جس کا معنی ہے حسن۔ حضرت ہارونؑ کے لڑکے کے نام پر اس لئے کہ سید المرسلین نے فرمایا تھا کہ تیری نسبت میرے ساتھ ایسی ہے جیسے ہارونؑ کی نسبت موسیٰ کے ساتھ ہے۔ (نزہۃ المجالس جلد ۲ ص ۲۲۹)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور امام حسن کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تشریف لائے تو ایک غلام نے دیکھ کر عرض کی۔ نعم المرکب یا غلام۔ فقال رسول ﷺ و نعم المرکب۔ اے صاحبزادے جس سواری پر تو سوار ہے وہ کتنی اچھی سواری ہے تو حضور نے جواب میں فرمایا سوار بھی تو اچھا ہے (ترمذی شریف ص ۵۷۱) حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں کہ حضور ایک دن منبر پر کھڑے ہو گئے حضرت حسن کو پاس کھڑا کر کے فرمایا۔ هذا سید یصلح اللہ علی یدیہ بین فئستین۔ کہ یہ میرا بیٹا حسن سید ہے جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا (ترمذی شریف ص ۲۱۸) چنانچہ امیر المومنین حضرت علی کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے



اتفاق رائے سے آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو چالیس ہزار افراد اہل کوفہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی لیکن ساتھ کچھ دشمنان اسلام نے اہل بیت عترت رسول کے متعلق توہین آمیز روش اختیار کی چنانچہ ایسے حالات پیدا کر دیئے قریب تھا کہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان ایسی خطرناک جنگ چھڑ جاتی جس سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کا قتل عام ہو بلکہ اسلام کی بنیادوں کو بھی نقصان پہنچتا چنانچہ ایسے خطرناک حالات کے پیش نظر حضرت امام حسنؑ ۶ ماہ اور چند دن کی خلافت کے بعد بڑی ہی حکمت عملی، حسن تدبیر اور فراست سے کام لیتے ہوئے امیر معاویہ سے ان شرائط پر صلح کر کے اپنے نانا پاک ﷺ کے علم غیب پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے کئی سال پہلے ہی فرمادیا تھا کہ میرے بیٹے حسن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

## شرائط صلح

- ☆ امیر معاویہ کے بعد خلیفہ پھر امام حسن ہوں گے۔
- ☆ امیر معاویہ ایک لاکھ درہم سالانہ حضرت حسن کو بطور وظیفہ ادا کریں گے۔
- ☆ اہل مدینہ و عراق حضرت علی کے زمانے کے متعلق کسی شخص سے کوئی مواخذہ یا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

☆ اہل بیت اطہار کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔

امیر معاویہ نے یہ تمام شرطیں قبول کر لیں اور صلح ہو گئی مگر اس وقت کچھ مجبان اہل بیت کو امام حسن کا امیر معاویہ کے حق میں دستبردار ہو جانا سخت ناگوار گزارا اور انہوں نے طرح طرح کی نکتہ چینیاں کیں اور اشاروں کنایوں میں ناراضگی کا اظہار کیا۔ حالانکہ امام حسن کی مسلمانوں کی دو جماعتوں کو خوفناک جنگ سے بچانے کے لئے اسلام کی بنیادوں کو قائم رکھنے کے لئے یہ ایک بہت بڑی قربانی تھی اور بہت بڑا ایثار تھا اور بہت بڑی سخاوت تھی اس لیے کہ وہ دنیا کی کسی سلطنت کے حکمران نہیں تھے بلکہ وہ خلافت الہیہ کے علمبردار تھے اور حکومت الہیہ

کے مسند نشین تھے۔ وہ خلیفۃ المسلمین بھی تھے اور امیر المومنین بھی۔ اس لئے وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ دنیا پرست حکمرانوں کی طرح اپنی خلافت کو قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کا قتل عام کرائیں اور دین میں فتنہ و فساد برپا ہو اور اسلام کی بنیادیں کمزور ہوں آپ کو بزدل بھی کہا گیا اور کچھ گفتنی اور ناگفتنی باتیں بھی ہوئیں لیکن سب سے بڑی بات یہ تھی کہ حضور کی پیشگوئی تھی یہ بات ہو کر رہے گی حضور کا ارشاد۔ وما ینطق عن الہویٰ ہے۔ پھر مشیت ایزدی یہی تھی جس کو حضور کی زبان سے پورا ہونا تھا۔

رات کو کہ دیا دن تو سورج نکل آیا  
اور دن کو کہہ دیا رات تو رات ہو کے رہی  
تیری زباں سے جو بات نکلی وہ پوری ہو کے رہی۔

حضور کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ شاعر مشرق علامہ اقبال امام حسن کی شان میں فرماتے ہیں

مزرع تسلیم راحائل بتول	مادراں را اسوۂ کامل بتوں
ہوشیار راز دست برد روزگار	گیر فرزندان فودرادر کنار
حضرت تو جذبہء دارد بلند	چشم ہوش از اسوۂ زہرا بلبند
تاحسینے شاخ تو بار آورد	موسم بیشن بہ گلزار آورد
اگر بندے ز درویشے پذیری	ہزار امت بمیرد تونہ میری
بقول باش پنہاں شوازیں عصر	کہ آغوش شبیر بگیری

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ امام حسن کا نصف بالائی حصہ اور امام حسین کا نصف پیکر زیریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھا۔ احادیث صحیحہ سے تو اتر سے ثابت ہے کہ نبیؐ نے ان کی شان میں فرمایا ہے انالنبی ہذا سید عسی اللہ ان بقیہ حتی یصلح عن فئین عظیمین من المسلمین یہ میرا فرزند ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک باقی رکھے گا کہ اسکے وسیلے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے اندر صلح ہو جائیگی (رحمۃ اللعالمین جلد ۲ ص ۱۳)

## آپ کو زہر دیدیا گیا

امام حسن کو زہر کس نے دیا اور کیوں دیا علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو مدینہ شریف میں یزید نے خفیہ طور پر یہ پیغام بھیجا اگر تم امام حسن کو زہر دیدو تو میں تم سے شادی کرونگا اس فریب میں آ کر بد نصیب جعدہ نے آپ کو زہر دیدیا جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے۔ جعدہ نے یزید کو لکھا کہ میں نے تمہارا کام کر دیا ہے اپنا وعدہ پورا کرو جس کا جواب یزید نے دیا کہ میں نے اس طریقہ سے امام حسن کو راستہ سے ہٹانا مقصود تھا وہ مطلب پورا ہو گیا ہے تو اگر ایسے مخلص اور برگزیدہ بندے کی نہ بن سکی پھر مجھ سے کب وفاداری کرو گی۔ اس لئے میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۹۹) اسی کو کہتے ہیں نہ خدا ملا۔ نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے۔ نہ ادھر کے رہے۔ دین بھی گیا اور دنیا بھی۔ خسر الدنیا والآخرہ۔ ذالک هو الخسران المبین۔

اکثر مورخین یہاں آ کر خاموش ہو جاتے ہیں کہ زہر دینے والے کا نام نہیں لکھنا چاہیے لیکن جو بات تاریخ میں آ جائے وہ کیسے چھپائی جاسکتی ہے۔ سیدنا امام حسن نے مشیت ایزدی سمجھ کر خاموشی اختیار کی اور زہر دینے والے کا نام ظاہر نہیں کیا آپ رحم دل تھے آپ کو علم تھا زہر دینے والے سے تصاص لیا جائیگا اس لئے آپ نے اپنی طرف سے عفو درگزر سے کام لیا۔ آپ پر نہ کوئی رعب تھا نہ کوئی دھمکی تھی نہ کوئی مقابلے کا امکان تھا بہر کیف آپ کو زہر دیدیا گیا زہر کے اثر سے آپ کو اسہال لاحق ہو گیا اور جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے ایک روایت کے مطابق جگر کے ستر ٹکڑے آئے بے قراری اور بی تابی بڑھتی گئی۔ اور پیشانی پر آثار حزن اور ملال پیدا ہونے لگے تو امام حسین نے پوچھا بھائی جان آپ اتنے بے قرار کیوں ہیں تو فرمایا اس وقت میری آنکھوں کے سامنے میدان کربلا کا ہولناک منظر ہے اور تمہارے جسم پر تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور میں زینب کے خیمے جلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور علی اکبر کے بدن کے ٹکڑے ہوا میں اڑتے ہوئے نظر آ رہے ہیں علی اصغر کے حلق میں تیر

پیوست ہوتا دیکھ رہا ہوں۔ اے میرے پیارے حسینؑ میدانِ کربلا میں ثابت قدم رہنا اور نانا مصطفیٰ کی شریعت کے دامن کو داغدار نہ کرنا۔ امام حسینؑ نے پھر پوچھا۔ اب کیا حالت ہے فرمایا۔ اب میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ وہ دیکھو نانا جان اور باپ شیر خدا اور ماں حضرت زہراؑ مجھے بلا رہے ہیں اور دیکھو میرا لختِ جگر قاسم ہے اس کا ہاتھ تھام لو اسے اپنے پاس رکھنا اور سنو ایک دن میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے عرض کی تھی کہ مجھے روضہ اقدس میں دفن ہونے کی اجازت مل جائے تو انہوں نے خوشی سے منظور کر لیا تھا جس وقت میری روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے اور جنازہ تیار ہو جائے تو نانا اقدس کے روضے پر لے جانا اور پھر ام المومنین سے اجازت لینا اگر وہ راضی ہو جائیں تو نانا پاک کے روضے میں دفن کر دینا اگر کسی فتنہ و فساد کا خطرہ ہو تو پھر تکرار نہ کرنا تو پھر مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا امام حسن ابھی وصیت کر رہے تھے کہ شدید درد کا دورہ پڑا اور ساتھ ہی قے شروع ہو گئی طشت لایا گیا تو طشت میں جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرے اور آپ کی طبیعت بگڑ گئی اور پھر شہزادہ کونین کا طائر روح آشیانہ اقدس کی طرف پرواز کر گیا ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

جناب نانا کی فرقت حسین نے دیکھی  
 پیارے باپ کی محبت حسین نے دیکھی  
 شفیق ماں کی قربت بھی حسین نے دیکھی  
 عزیز بھائی کی رحلت بھی حسین نے دیکھی  
 کس احتیاط سے کانٹوں پر چل رہے تھے حسین  
 مٹا رہا تھا زمانہ سنبھل رہے تھے حسین

اور پھر تجہیز و تکفین کے بعد آپ کا جنازہ مبارک اٹھایا گیا حضرت عائشہ صدیقہ سے اجازت لی انہوں نے فرمایا ان کے نانا کا حجرہ ہے اس میں میری اجازت کی کیا ضرورت ہے یہاں دفن ہونے کا ان کے سوا اور کس کا حق ہو سکتا ہے مگر مروان (شیطان) نے فساد کرنا چاہا اور نوبت

یہاں تک پہنچی کہ امام حسین کے ساتھی بھی ہتھیار بند ہو گئے مگر حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کے بھائی کی وصیت یاد دلائی تو لوگ خاموش ہو گئے اور پھر حضرت امام حسنؓ کو جنت البقیع میں خاتون جنت کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

### جنت کے پہلو

سیدنا امام حسن کی اولاد آپ کے ۱۲ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں امام حسن کی نسل ان کے چار فرزندوں، زید، حسن ثنی، حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی مگر حسن اور عمر کا سلسلہ ختم ہو گیا اب دنیا میں دو فرزندوں، زید اور حسن ثنی کی اولاد باقی ہے اولاد حسنؓ سے عمر، قاسم اور عبداللہ میدان کر بلا میں شہید ہوئے۔

اسلامی تاریخ شہادتوں سے بھری پڑی ہے تاریخ اسلام میں بے شمار شہادتیں ہوئیں ہر شہادت اپنی جگہ نمایاں حیثیت رکھتی ہے انفرادی قدر و منزلت اور اعلیٰ مقام کی حامل ہے ہر شہادت میں اسلام کی بقا اور دوام دین اسلام اور آپ ﷺ کی سنت مبارکہ کی حمایت جاوداں کا راز پوشیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں ہر شہادت اپنی جگہ اہم شمار کی جاتی ہے لیکن شہادت سیدنا امام حسن اور امام حسینؓ کا واقعہ کئی اعتبار سے دیگر کئی شہادتوں سے مختلف اور منفرد ہے ان کی انفرادیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ خانوادہ رسولؐ کے چشم و چراغ تھے اور ایسے چشم و چراغ کہ جنہوں نے براہ راست حضورؐ کی آغوش میں تربیت پائی تھی آپ کے مبارک کندھوں پر سواری کی تھی آپ کے لعاب دہن کو اپنی غذا بنایا تھا اور جنہیں حضورؐ کا بیٹا ہونے کا شرف حاصل تھا اس لئے غربت، پردیس اور مظلومیت کی حالت میں یزیدیوں کے ہاتھوں شہادت پائی یہ شہادتیں تمام شہادتوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔

### خلافت راشدہ کی مدت

حضورؐ نے اپنے بعد قائم ہونے والے دور حکومت کی نشاندہی پہلے ہی کر دی تھی حضرت سفینہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔ الخلافتہ فی امتی ثلاثون سنتہ ثم

ملک بعد ذالک - یعنی میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی پھر اس کے بعد ملوکیت ہو جائے گی (جامع ترمذی ص ۲ ص ۳۵ مسند امام حسین ص ۵ ص ۲۲۱) دلائل النبوة امام بیہقی ص ۶ ص ۳۲۲ فتح الباری شرح بخاری ص ۸ ص ۲۱۲) آپ کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ - الخلافتہ بعدی ثلاثون سنتہ ثم تکون ملکاً - حضور کے فرمان کے مطابق خلافت راشدہ آپ کے بعد تیس سال ہوگی اس کے بعد ملوکیت کا آغاز ہوگا خیر و صلاح کی منہی حکومت کو بدل دیا جائے گا - اور امت مسلمہ میں سیاسی اقتدار کی شکل رواج پائے گی وہ ملوکیت کی صورت میں ہوگی چنانچہ حضور کی پیش گوئی کے مطابق خلافت راشدہ کی مدت خلافت اس طرح ہے -

حضرت ابو بکر صدیق کی مدت خلافت	۲ برس ۳ ماہ ۱ دن
خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم کی خلافت	۱۰ برس ۶ ماہ ۴ دن
خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی کی خلافت	۱۱ برس ۱۱ ماہ ۲۸ دن
خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدت خلافت	۴ برس ۶ ماہ
امام حسن کا دور خلافت	۶ ماہ
خلیفہ چہارم کی مدت خلافت	

خلافت اور ملوکیت کے درمیان بغاوتوں اور فتنوں، سازشوں کے ساتھ فرائض سر انجام دیتے رہے۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے صاحبزادے سیدنا امام حسنؓ اس منصب جلیلہ پر ۶ ماہ تک رہے۔ آپ کی ۶ ماہ کی مدت شامل کر کے تیس برس خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔ حضرت علی شیر خدا کی خلافت کے اعلان کے ساتھ ہی ملک شام میں امیر معاویہ نے خلافت سے بغاوت کر کے اپنی آزاد حکومت کا اعلان کر دیا اور حضرت علی کی خلافت کو تسلیم نہ کیا جس پر امت مسلمہ متفق رہی ہے کہ خلافت ہر حال میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق تھا۔ آپ ہی خلیفہ برحق اور خلیفہ راشدہ تھے امیر معاویہ کا یہ فیصلہ اور اقدام جمیع اہل اسلام اور آئمہ اہل سنت کے ہاں اجتہادی غلطی تھی



## داستان خونچکاں کربلا کے لرزہ خیز واقعات

سرتا بقدم ہے تن • سلطان زمین پھول  
لب پھول ، دہن پھول ، زمن پھول ، بدن پھول

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی  
زہرا ہے کلی جس کی حسین و حسن پھول

صدق خلیل بھی ہے عشق ، صبر حسین بھی ہے عشق  
معرکہ وجود میں بدرو حسنین بھی ہے عشق

## سید الشہداء سیدنا امام حسینؑ

### کے واقعات شہادت پر ایک طائرانہ نظر

امام حسنؑ کے برادر خورد ہیں ۵ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے واقدی وغیرہ کا قول ہے کہ حسن کے ولادت سے ۵۰ یوم بعد امام حسینؑ نے ماورای النہر میں استقرار پایا تھا امام جعفر صادق عن ابیہ کی روایت میں ہے لم یکن بین الحسن و الحسین الا طہرا واحدا امام حسن اور امام حسین میں صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا یہ بات غلط مشہور ہے کہ امام حسینؑ لطن والدہ میں صرف چھ ماہ ٹھہرے تھے کیونکہ ابتدا اور انتہائے حمل کی تاریخوں کا تعین ہو چکا ہے۔ (رحمۃ للعالمین ۲ ص ۱۳۷)

آپ کا اسم مبارک حسین اور کنیت ابو عبد اللہ ہے آپ کی ولادت سے پہلے حضرت ام الفضل خواب دیکھتی ہیں اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے عن ام الفضل۔ ارایت کان قطعہ من جسدک قطع و وضعت فی حجری۔ حضور نے فرمایا وہ کیا خواب ہے تو فرمایا کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میری آغوش میں رکھا گیا ہے تو حضور نے فرمایا۔ رایت خیراً تلد فاطمہ انشاء اللہ غلاماً کہ تو نے اچھا خواب دیکھا ہے میری بیٹی فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ پھر ام الفضل فرماتی ہیں کہ واقعی سیدہ فاطمہ کے ہاں امام حسین تشریف لائے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا۔ اتانی جبریل فاخبرنی ان امتی مستقتل انی هذا۔ (1)

کہ میرے پاس جبریل آئے اور مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس بیٹے کو شہید کرے گی۔ حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ۔ اس بچے کو فرمایا۔ ہاں! اس بچے کو واتانی من تربتہ حمراً جبریل نے مقام شہادت کی سرخ مٹی بھی مجھے لا کر دی آپ کی



ولادت باسعادت پر جبریل اللہ کی طرف سے مبارکباد بھی لائے اور ساتھ ہی اظہار غم بھی کیا اس وقت سید المرسلین امام حسین کو چوم رہے تھے جبریلؑ نے آبدیدہ ہو کر عرض کی آپ جس گلے کو چوم رہے ہیں اس گلے پر خنجر چلے گا اور آپ کا یہ بچہ اللہ کی راہ میں شہید ہوگا اور یہ ہے اس جگہ کی سرخ مٹی۔

سیدہ زہرانے اپنے باپ کو بیٹے کا گلا چومتے ہوئے دیکھا تو عرض کی ابا جان لوگ تو اپنے بیٹوں کے منہ اور پیشانی چومتے ہیں اور سر کو بوسہ دیتے ہیں اور آپ میرے بیٹے حسین کا گلا کیوں چومتے ہیں تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا۔ بیٹی! اس گلے پر تلوار چلے گی۔ سیدہ خاتون نے فرمایا کیا ابا جان آپ اس وقت نہیں ہوں گے تو حضور ﷺ نے فرمایا ہم میں سے کوئی بھی موجود نہ ہوگا۔

سیدنا امام حسینؑ کی ولادت مبارکہ پر سرکارِ دو عالم تشریف لائے آپ نے سیدنا امام حسین کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں میں اقامت۔ پھر فرمایا۔ اس بچے کا نام کیا رکھا ہے تو حضرت علی نے فرمایا کہ اس کا نام تو آپ ہی رکھیں گے حضورؐ نے نام حسین تجویز فرمایا بیٹے نے اپنے نانا پاک کی آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں حضرت علی نے فرمایا بیٹے حسین! یہ نانا کی آواز ہے اس کی لاج رکھنا۔ امام حسین نے آنکھ کھولی تو نانا نے پاک کو دیکھا اور نگاہ سے نگاہ ملی تو امام حسین نے نگاہوں میں یہی جواب دیا نانا جان آپ فکر نہ کریں اگر آواز آپ کی ہے تو کان حسین کے ہیں لوگ مسجدوں میں قرآن پڑھتے ہیں منبروں پر بیٹھ کر قرآن پڑھتے ہیں نانا جان اگر وقت آیا تو میں نیزوں پر قرآن پڑھوں گا۔ جب تک دنیا قائم رہے گی امام حسن کا نام بھی زندہ رہے گا اس لئے کہ یہ نواسہ رسول اور جگر گوشہ بتول ہے اس لئے کہ وہ نور نگاہ علی ہے نواسہ رسول ہونا ہی بڑی سعادت ہے جگر گوشہ بتول بھی بڑی عزت ہے لیکن امام حسین کا نام اس لئے بھی زندہ رہے گا۔

اسکی ہمت پہ علی شیر خدا کو ناز ہے

اس نواسے پر محمد مصطفیٰ کو ناز ہے

سجدے تو سب نے کئے اس کا نیا اندازہ ہے

اس نے وہ سجدے کیا جس پر خدا کو ناز ہے

اور ہو بھی کیوں ناں۔ سجدہ فرش والے بھی کرتے ہیں اور عرش والے بھی کرتے ہیں زمین والے اور آسمان والے بھی کرتے ہیں جنت کی حوریں بھی سجدہ کرتی ہیں اور بہشت کے غلمان بھی اور زمین سے لے کر آسمان تک اور فرش سے لے کر عرش تک کائنات کا ذرہ ذرہ خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل میں ہر وقت مشغول رہتا ہے عرش عظیم کے سائے میں سجدہ کرنا آسان ہے جنت کی پر کیف فضاؤں میں حمد و ثنایاں کرنا مشکل نہیں مسجد کے حجرے میں اللہ اللہ کرنا آسان ہے مگر جوان بیٹے کی لاش پر گھوڑا دوڑاتے دیکھ کر معصوم اصغر کے گلے پر تیر پیوست ہوتے دیکھ کر عباس کے بازو قلم ہوتے دیکھ کر عون و محمد کی لاش پر اور قاسم کے جسم پر ہزاروں زخم دیکھ کر اور اپنے جسم پر ہزاروں زخم کھانے کے بعد کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر بارگاہ الہیٰ میں سجدہ کرنا صرف اور صرف حضرت امام حسین کا کام ہے۔

اس دنیا میں اہل بیت سے بغض رکھنے والے ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے بغض و عناد کی بنا پر کہتے ہیں کہ امام حسین لڑنے کے لئے گئے تھے اور لڑائی کے ذریعہ اپنی خلافت منوانے کے لئے گئے تھے مگر اے عمرت پیغمبر سے تعصب رکھنے والے خارجیو! اور اے امام حسین کو یزید کی حکومت کا باغی کہنے والے یزید یو اپنی آنکھوں سے تعصب کے پردے اٹھا کر دیکھو اپنے دلوں کے بغض و عناد کے غبار کو مٹا کر سوچو! اپنی عقل و ہوش سے خارجیت کی پٹیاں اتار کر دیکھو اور اپنے دماغی شعور کے دشمنی امام حسین کی مٹی کو جھاڑ کر دیکھو۔ اگر لڑنے کے لئے جاتے تو اپنے ساتھ عرب کے مجاہدوں اور بہادروں کی تلواریں لے کر جاتے اور اگر وہ لڑنے کیلئے جاتے تو اپنے چھ ماہ کے شیر خوار اصغر کو ساتھ لیکر نہ جاتے وہ لڑنے نہیں گئے تھے مگر ان کو لڑایا گیا

جھگڑا خلافت کا نہیں تھا امامت کا نہیں تھا اور کسی سیادت کا نہیں تھا اگر جھگڑا تھا تو اسلام کی بقا اور اسلام کی سرحدوں کو توڑنے کا تھا اگر اختلاف تھا تو دین کی دشمنی کی وجہ سے تھا اگر تنازعہ تھا تو شریعت مصطفیٰ سے بغاوت کا تھا اگر لڑنے کے لئے جاتے تو چھ سال کی معصوم بیٹی سکینہ کو ساتھ لے کر نہ جاتے اور اپنی بہن زینب کو ساتھ لے کر نہ جاتے۔

ہاں اگر یزید کی حکومت غیر اسلامی نہ ہوتی اور اس کا نظام حکومت بھی غیر شرعی نہ ہوتا اور اس کی طرز سلطنت بھی غیر شرعی نہ ہوتی اگر وہ بھی شریعت مصطفیٰ کے مطابق اپنی حکومت چلاتا اور اس میں شریعت نافذ کرتا اور وہ اسلام کی سرحدوں کو نہ توڑتا اور دین کے قواعد و ضوابط کی توہین نہ کرتا اور شریعت مصطفیٰ سے بغاوت نہ کرتا اور اپنی حکومت کو شخصی حکومت نہ بناتا ملوکیت اور باطل پرستی کا شکار نہ ہوتا اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چل کر دینی حکومت اور خالص شرعی حکم رکھتا اور پھر امام حسین اس کی اور اس کی حکومت کی مخالفت کرتے تو پھر ان پر جو بھی الزام لگایا جاتا تو درست تھا اور جب یزید نے ایسا نہیں کیا اور اس پر کوئی بھی نصیحت کارگر نہ ہو سکی تو ہم اسے اسلام کا باغی نہ قرار دیں تو اور کیا کہیں امام عالی مقام کے بے سرو سامانی آنے پر تنقید کرنے والے سوال کرتے ہیں کہ آخر وہ تنہا کیوں آئے اس بے سرو سامانی کے عالم میں بچوں اور عورتوں کو ہمراہ کیوں لائے۔

مگر اسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ باطل جب بھی آتا ہے تو شان و شوکت کے ساتھ آتا ہے تخت و تاج لے کر آتا ہے اور جاہ و جلال کے ساتھ آتا ہے ساز و سامان کے ساتھ آتا ہے اور حق جب بھی آتا ہے بے وسیلہ ہو کر آتا ہے بے سرو سامان آیا اور تنہا آیا نمرود کے شاہی دربار میں تاریخ کا بیٹا ابراہیم یا فرعون کے سامنے عمران کا بیٹا موسیٰ اور جو کفار مکہ کی مجلس میں عبداللہ کا یتیم یا یزید کے مقابلے میں فاطمہ کا لخت جگر ہو۔

آئینہ محبت کا شناسا ایسا۔ جس کے قدموں میں ہو کوثر وہ پیاسا ایسا

کیوں فخر سے نہ جھو میں رسول عربی۔ تقدیر سے ملتا ہے نواسہ ایسا

فرعون کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی۔ بادشاہت دی، تخت و تاج دیا، اور مصر کا راج دیا۔ مگر وہ بد بخت انسان خداوند تعالیٰ کے اس عطیے کو اپنی عقل و دانش اور اپنے ہی کسب کمال سمجھ بیٹھا اور پھر اس میں تکبر اور غرور آ گیا اور اس میں اتنی نافرمانی اور سرکشی پیدا ہو گئی کہ سب کچھ دینے والے کے مقابلے میں انا ربکم الاعلیٰ - بن بیٹھا۔

نمرود کو بھی اللہ تعالیٰ نے شان و شوکت دی اور تخت و جلال دیا مگر وہ بد بخت انسان بھی اپنے دینے والے کا شکر گزار بندہ تو نہ بن سکا اور وہ بھی اپنے آپ کو خدا سمجھ بیٹھا۔ کفار مکہ کے پاس بھی سیم و زر کے خزانے تھے سونے اور چاندی کے ڈھیر تھے عرب کی سرداری بھی تھی اور مکہ کی مختاری بھی اگرچہ وہ خدا تو نہ بنے مگر وہ اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کو خدا بنا بیٹھے۔ یزید نے بھی اپنے باپ سے حکومت لی۔ شخصی حکومت اور آمرانہ بادشاہت۔ لیکن وہ بھی اپنے آپ کو خلافت اسلامیہ کا حقدار اور مسلمانوں کا امیر بن بیٹھا۔

مگر ان باطل پرستوں کا انجام کیا ہوا خدا کی بے آواز لاشی حرکت میں آ گئی فرعون دریائے نیل کی لہروں میں ڈوبا اور نمرود کو چھرنے مارا۔ ابو جہل کو بچوں نے قتل کیا اور یزید درد قونج سے ختم ہوا اور حق پرستوں کا انجام خدا کی شان، حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہوئے۔ ابراہیم خلیل اللہ ہوئے اور کملی والے حبیب اللہ بنے اور امام حسین شہدوں کی سردار اور امام بنے۔ فرعون ڈوب گیا مصریوں کا خدا مر گیا نمرود مر گیا۔ ابو جہل قتل ہوا اور اس وقت کے عربوں کا بادشاہ بے نشان ہو گیا یزید مر گیا اور اس وقت کے عراقیوں کا تاجدار چل بسا مگر فرعون کے ڈوبنے پر مصریوں نے آنسو نہ بہائے اور نہ نمرود کے مرنے پر رومی روئے اور نہ ابو جہل کے مرنے پر مکہ والے روئے اور نہ ہی یزید کی موت پر عراقیوں نے گریہ و زاری کی غرضیکہ دریائے نیل میں ڈوبنے والے کی موت پر نہ کوئی رویا مگر نہ فرات کے کنارے شہید ہونے والے امام حسین کی شہادت پر کائنات کا ذرہ ذرہ رویا اور رو رہا ہے زمین و آسمان رو رہے ہیں زمین والے بھی رو رہے ہیں اور آسمان والے بھی رو رہے ہیں ہندوستان والے بھی رو رہے ہیں اور افغانستان والے بھی رو رہے ہیں پاکستان والوں کا کلیجہ پھٹ رہا ہے اور ایران والے تڑپ رہے ہیں

عراق والے بھی آہ و فغاں کر رہے ہیں مصر والے بھی بے چین ہی ہیں۔ بلکہ ان کی شہادت کے چھ ماہ بعد تک آسمان کے کنارے سرخ رہے ستارے آپس میں ٹکرائے اور بیت المقدس کے ہر پتھر سے تازہ خون کے فوارے نکلے اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا بلکہ قیامت تک ان کی شہادت پر دنیا آنسو بہاتی رہے گی اس لئے فرعون ڈوب کر مر گیا نمرود بے نشان ہو گیا ابو جہل کا نشان مٹ گیا اور مر کر نابود ہو گیا مگر آقا حسین، مر کر بھی زندہ ہیں اس لئے کہ ان کا نام زندہ ہے عمل زندہ ہے اس کا کردار زندہ ہے اور اس کے نام لیوا زندہ ہیں اور اس کے ماننے والے بھی زندہ ہیں شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔

کون حسین! جو عابد تھے زاہد تھے ایسے عابد کہ انتہائی مظلومی اور بے بسی کے عالم میں شب عاشورہ کی ساری رات اپنے خیمے میں عبادت الہی میں گذاری اور عابد ایسے کہ اپنے جسم مبارک پر سینکڑوں زخم کھانے کے بعد میدان کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر بھی دو رکعت نفل ادا کئے۔۔

کون حسین! جو بہادر تھے اور ایسے بہادر کہ بے سرو سامان ہونے اور تین روز کے بھوکے پیاسے ہونے کے باوجود بیس ہزار دشمنوں کے مقابلے میں صبح سے لے کر ظہر تک ڈٹے رہے اور بہادر ایسے کہ جسم پر تیروں کا مینہ برسا۔ نیزوں کی بارش ہوئی برچھیوں کے بادل بر سے اور تلواروں کی یلغار ہوئی مگر آپ کے پاؤں میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی اور آخر دم تک ثابت قدم رہے۔ اور اگر شریعت کی حفاظت کے لئے حسین نہ اٹھتے تو اور کون اٹھتا۔ جن کی چیز تھی انہوں نے ہی حفاظت کرنی تھی شریعت حسین کے نانا کی تھی۔ دین اسلام حسین کے نانا کا تھا تو پھر ان کی حفاظت امام حسین نہ کرتے تو اور کون کرتا۔

معرکہ کربلا کی آشنائی چاہتے ہو تو اس انداز سے نہ دیکھو اگر دیکھنا ہے تو طرفین کی شخصیتوں کا تعین کرو تنازعہ تو ہوتا رہتا ہے ابراہیم اور نمرود میں تنازعہ تھا مصطفیٰ اور ابو جہل میں بھی تنازعہ تھا تو پھر تم کس کے حق میں فیصلہ کرو گے فیصلہ کرنے سے پہلے تمہیں شخصیتوں کو دیکھنا ہوگا ان کے مقاصد کو دیکھنا ہوگا حق اور باطل میں فرق کرنا ہوگا۔ حق کو حق مان کر باطل کو باطل

قرار دے کر فیصلہ کرو گے تو حقیقت واضح ہو جائے گی شاعر مشرق امتیاز کرتے ہیں۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید۔ دین دو قوت از حیات آمد پذیر  
 زندہ حق از قوت شبیری است۔ باطل آخرداغ حسرت میری است  
 چوں خلافت رشتہ از قرآن گینت۔ حریت راز ہر اندر کام ریخت  
 بر زمین کر بلا بارید و رفت۔ لالہ درویران ہا کارید و درفت  
 تا قیامت قطع رستبداد کرو۔ فوج او خون چمن آباد کرو  
 بر حق در خاک و خون غلطیدہ است۔ پس بنائے لالہ گر ویدہ است  
 مدعائش سلطنت بودے اگر۔ خود نکر دے یا حسین سامان سفر  
 سر ابراہیم و اسماعیل بود۔ یعنی آل اجمال را تفصیل بود  
 تیغ بہر عزت دین است بس۔ مقصد اد حفظ و آئین است بس  
 ماسوی اللہ را مسلمان بندہ نیست۔ پیش فرعونے سرش افگندہ نیست  
 خون او تفسیر این اسرار کرد۔ ملت خوابیدہ را بیدہ کرد  
 تیغ لاچوں از میاں بیروں کشید۔ از رگ ارباب باطل را کشید  
 نقش الا اللہ بر صحرا نوشت۔ سفر عنوان نجات ما نوشت  
 رمز قرآن از حسین آموختیم۔ نو آتش او شعلہ ہا اندوختیم  
 تار ما از زخم اش لرزاں نور۔ نازہ از تکبیر او ایمان سوز  
 اے صبا اے بیک دور افتاد اگاں۔ اشک ما بر خاک پاک اورساں

ہو سکتا ہے کہ کسی کے پریشان ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ میدان کر بلا میں جو کچھ ہوا وہ کیوں  
 ہوا اور حضرت امام حسین نے ایسا کیوں کیا تو اس کا ایک ہی جواب ہے کہ امام عالی مقام کے  
 کانوں میں آخری دم تک نانا مصطفیٰ ﷺ کی یہ آواز آتی رہی۔ لا طاعتہ لمخلوق فی

معصیتہ الخالق۔ کہ کسی فاسق فاجر حکمران کی اطاعت اور سیاہ کار گنہگار بادشاہ کی بیعت ایک مسلمان کے لئے باعث ذلت ہے اور پھر ان کو آغوش ملی تو فاطمہ الزہراء کی نگاہ پیار ملی تو امام الاولیاء کی اور سواری ملی تو امام الانبیاء کی اور ان کی ماں سیدہ النساء العالمین ہے ان کا باپ سید المومنین ہے اور ان کے نانا سید المرسلین ہے انہوں نے آنکھ کھولی تو پہلی نگاہ محبوب خدا کے چہرے پر پڑی اور دودھ کا پہلا قطرہ جو ملا وہ ویطہر کم تطہیر تھا۔ اور دست شفقت ملا تو شبیر خدا کا اس لئے وہ جانتے تھے کہ الا اللہ کی بنیاد لالہ پر قائم ہے اور اسلام باطل کی نفی سے شروع ہوتا ہے۔ اور حق کے اثبات پر کوئی مسلمان مکمل مسلمان نہیں ہو سکتا کہ جب تک وہ اپنی زبان سے لالہ کہ کر تمام معبودان باطل کی نفی نہ کر دے اور تمام خواہشات نفسانی اور ہر نقش ربانی کے ہر نقش کو اپنے دل سے نہ مٹائے اور اسلام کے دشمنوں اور دین کے غداروں کے خلاف نبرد آزمانہ ہو اور غیر اسلامی اور غیر شرعی نظام حکومت مٹانے کے لئے میدان میں نہ آئے اور یہی وہ مقام ہے جہاں خواجہ جمیرؒ کے حق پرست ولی نے سمجھا حق شناس نگاہوں سے دیکھا پھر حق کی زبان پکارا اٹھی کہ حقا کہ بنائے لالہ است حسین۔

جوش ملیح آبادی لکھتے ہیں۔

اے بارالہ! نوحہ سناتا پھرتا۔ تاروز حشر اشک بہاتا پھرتا

امداد نہ کرتے کربلا میں حسین۔ تو اسلام تیرا ٹھوکر میں کھاتا پھرتا

نیز یہ بھی لالہ تھا باطل پرست حکمران تھا دین کا دشمن تھا شریعت کا باغی تھا اور اس کا نظام حکومت بھی غیر اسلامی اور غیر شرعی تھا جس کے مقابلے میں الا اللہ کو قائم رکھنے کے لئے امام حسین نے اپنی جان اور مال اور خویش واقارب اور اپنے بچوں تک کی بازی لگادی۔

جو دکھتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین

جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین

جو جواں بیٹے کی موت پہ نہ رویا وہ حسین

جس نے سب کچھ کھو کر بھی کچھ نہ کھویا وہ حسین

جس نے اپنے بچوں کو دے دی سخاوت وہ حسین

ہنس کے جس نے پی لیا جام شہادت وہ حسین

مسجد نبوی میں عصر کی نماز ہو رہی تھی امام الانبیاء جماعت کر رہے تھے اور تمام صحابہ کرام مقتدی تھے امام حسین جن کی عمر چھ سال تھی مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیل رہے تھے وہ کبھی مدینہ پاک کے درود یوار کو دیکھتے اور کبھی نانا پاک کو۔ کملی والے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو امام حسین نے چھلانگ لگائی اور نانا کے کندھوں پر سوار ہو گئے عرش والے حیران رہ گئے فرشتے دم بخود تھے اور حوریں محو حیرت تھیں مگر روح فطرت مسکرا رہی تھی۔ جبریل پکارا ٹھے مولا، یہ کیا تماشہ ہے کہ بچہ امام الانبیاء کے کندھوں پر نماز اور سجدے کی حالت میں سوار ہو گیا ہے خداوند عالم نے فرمایا جبریل خاموش۔ آج جس حسین کو تم سجدے میں نانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر دیکھ رہے ہو۔ کل اس بچے حسین کو میدان کر بلا میں نیزے پر چڑھ کر قرآن پڑھتے دیکھنا سید المرسلین نے ارادہ کیا کہ سجدے سے سر اٹھائیں مگر جبریل نے آ کر فرمان خداوندی سنایا کہ جب تک حسین اپنی مرضی سے نہ اترے آپ سجدے سے سر نہ اٹھائیں۔ کملی والے آقائے نماز لمبی کردی تین یا پانچ تکبیروں کی بجائے ستر دفعہ تسبیح پڑھی امام حسین اپنی مرضی سے نانا کے کندھوں سے نیچے اترے اور ہنستے کھیلتے گھر آ گئے ماں نے گود میں لیا منہ چوما اور پیار کیا بیٹے نے عرض کیا۔ امی جان! آج تو عجیب بات ہوئی ماں نے پوچھا کیا ہوا عرض کی امی جان آج آپ کے باپ اور میرے نانا جان اور تمام نبیوں کے امام سجدے میں گئے تو میں دوڑ کر ان کے کندھوں پر سوار ہو گیا اور جب تک میں خود نہیں اترانا نانا نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا خاتون جنت نے فرمایا حسین تم نے نماز کا خیال نہ کیا بیٹے نے عرض کیا امی جان! پریشان نہ ہوں یہ ایک راز کی بات ہے ماں نے پوچھا وہ راز کیا ہے تو عرض کی میرے نانا جان نے میرے لئے بہتر تسبیحیں پڑھیں اور کر بلا کے میدان میں اس کے بدلے نانا کے دین کی خاطر بہتر تن قربان کر دوں گا۔



## بد بخت یزید

بد بخت یزید۔ اسلام کی مقدس پیشانی پر ایک بدنماداغ۔ دین پاک کی چادر پر ایک سیاہ دھبہ اور مذہب کے نورانی چہرے پر ایک کالک کا ٹیکہ۔

کون یزید۔ جس نے خلافت اسلامیہ کی بجائے شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جس نے امانت الہی کی خیانت کی جس نے خلفائے راشدین کے ہر نقش حق پرستی کو مٹا دیا۔ یزید کو امام حسین کے مقابلے میں کھڑا ہونا ہی دین کی توہین ہے اور اسلام سے جنگ ہے اس لئے کہ یہ پیکر فتنہ و فساد۔ وہ مجسمہ حق ہدایت۔ یہ دنیا کا بد مست انساں اور وہ دین میں سر پرست۔ یہ باطل پرست وہ حق پرست۔ یہ مجسمہ کفر و طغیان وہ پیکر دین و ایمان۔ یہ فسق و فجور میں مبتلا۔ وہ سراپا تسلیم و رضا۔ یہ مکرو فریب کی جیتی جاگتی تصویر۔ وہ اخلاق محمدی کی زندہ تفسیر یہ اسلام میں نفس شریہ۔ اور وہ وارث چادر تطہیر۔

حضرت ابی الدرداء فرماتے ہیں۔ سمعت النبی ﷺ يقول اول من سنتی یبدل راجل من ابو امیہ یقال له یزید (البدایہ والنہایہ ص ۸ ص ۲۳۱)

حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ میں نے سید المرسلین سے سنا کہ نبو امیہ میں پہلا شخص یزید ہوگا جو میری سنت کو تبدیل کرے گا۔ قربان جاؤں <sup>مصطفیٰ</sup> پر۔ کہ ایک سو سال پہلے ہی فرما دیا تھا کہ جو پہلا شخص میری سنت کو تبدیل کرے گا اس کا نام یزید ہوگا زبان <sup>مصطفیٰ ﷺ</sup> حق کی ترجمان ہے ان کی زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی تو پھر یزید نے حضور کی پیشگوئی ثابت کر کے دکھائی (تاریخ الخلفاء ص ۶ ص ۲۲۹)

علامہ ابن کثیر نے یزید کے فسق و فجور، کفر و طغیان، گناہ و عصیان کی جو تفصیل لکھی ہے اور اس کی بد اعمالیوں اور عیاشیوں کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس کے پڑھنے کے بعد کوئی مسلمان بھی یزید پر لعنت بھیجے بغیر نہیں رہ سکتا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ ان یزید۔ قد الشہر بالمعارف و شرب الخمر۔ یہ مشہور ہے کہ یزید راگ رنگ کا متوالا اور شراب نوش تھا۔

واتخاذ الغلمان والصبيان اور اپنے پاس ہر وقت حسین دوشیزائیں اور گانے والی لڑکیوں اور خوبصورت لڑکوں کو رکھتا تھا۔ وما من يوم لا يصبغ فيه مخموراً۔ ہر صبح اٹھتا تو شراب کے نشے میں بدمست ہوتا اور کتوں کا شکاری تھا اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ وكان اذا مات الغرود حزن اليه۔ اور جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کا سوگ مناتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۶) (۲۲۹)

حضرت عبداللہ بن حنظلہ فرماتے ہیں۔

فاخر جنا على يزيد حتى حققاً ان ترجى بالجارة من السماء۔ ہم نے اس وقت یزید کی بیعت توڑی جس وقت ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں ہمیں آسمان پر سے پتھر نہ برسنے لگیں۔ ان رجلاً ابنكم امهات الاولاد والبنات والدخوات و يشرب بالخمير ويدع الصلوة۔ اس لئے یزید شراب پیتا تھا سو تیلی ماؤں، سو تیلی بہنوں اور سو تیلی بیٹیوں سے ہم بستری کرتا تھا اور تارک نماز تھا۔

حضرت نوفل فرماتے ہیں کہ میں ایک روز عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے یزید کو امیر المؤمنین کہہ دیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا۔ تقول امیر المؤمنین۔ کہ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے۔ و امر به ضرب عشرين سوطاً۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے اس کو بیس کوڑے لگوائے (تاریخ الخلفاء ص ۲۲۹) (۱۴۶) آؤ اب مدینہ منورہ کی حرمت اور اہل مدینہ کی عزت و وقار تاجدار مدینہ کی زبانی سنیں۔ اور فیصلہ کریں کہ لشکر کشی سے جو قتل و غارت ہوئی، وحشت و بربریت پھیلی اور مدینہ منورہ کی جو بے حرمتی ہوئی اور اہلیان مدینہ کی جو بے عزتی ہوئی اس کے جرم میں یزید کو کونسی سزا دی جاسکتی ہے۔

عن سعيد ابن عبدالعزيز قال كان ايام الحرة لم يؤذن في المسجد النبوي ﷺ ثلاثاً ولم يقم۔ حضرت سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جب یزید نے مدینہ پر لشکر کشی کی اسکو یوم حرہ کہتے ہیں تو تین دن مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی اور نہ نماز

باجماعت ہوئی۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں ایک کونے میں چھپ کر بیٹھا ہوا اور ان کو نماز کے وقت کا پتہ نہیں چلتا تھا مگر جب نماز کا وقت ہوتا تو حضور کے روضہ اقدس سے اللہ اکبر کی آواز آتی تھی (مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۸)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ جس وقت یزید نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تو۔ نہبت مدینتہ و افتض نیہا الف غلاما۔ مدینہ پاک کو لوٹا گیا اور پاک دامن دوشیزاؤں کی عصمت دری کی گئی یہاں تک کہ ایک ہزار عورتوں نے ناجائز بچے جنے (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶)

مسلم شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ لا یرید افعل لمدينة بسوء الا اذابة الله تعالى في النار ذوہب الریاض۔ جو بھی مدینہ سے برائی کا ارادہ کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ قلعی کی طرح پگھلائے گا۔ (مسلم شریف ص ۴۴۱)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ من خاف اهل المدينة اخاف الله عليه و لعنته الله و الملائكته و الناس اجمعین۔ جس نے مدینہ پاک کے بسنے والوں کو خوفزدہ کیا قیامت کے دن اس کو خوف زدہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی تمام فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

یہ عام مقولہ ہے کہ آواز خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔ شروع سے لے کر آج تک یہ دستور چلا آیا ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک حد ہوتی ہے نیکی کے بدلے برائی۔ خیر کے بدلے شر۔ بیماری اور صحت۔ رات اور دن۔ انسان اور شیطان ایک طرف۔ کئی سو سال سے امام حسینؑ پر درود و سلام بھیجے جا رہے ہیں اور قیامت تک امام حسین کی قربانیوں کا چرچا ہوتا رہے گا۔ اور اگر ایک سر پھر انسان امام حسین کو باغی (معاذ اللہ) یا نافرمان کہہ دے امام حسین کے کردار پر فرق تو نہیں آئے گا۔ البتہ الزام لگانے والے اور یزید کو امیر المؤمنین تسلیم کرنے والوں کا کردار سامنے آجاتا ہے۔ کوئی شخص آسمان کی طرف منہ کر کے آسمان پر تھو کے گا تو سورج تک اس کی

تھوک نہیں پہنچے گی بلکہ اس کے منہ پر آ کر گرے گی ان سے کوئی پوچھے۔ اور بد بختو! بد نصیبو! تم کیوں اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو۔ اللہ ان کے دل اپنے حبیب پاک کے صدقے اہل بیت کی طرف پھیر دے اور ان کے دلوں کو نور مصطفیٰ کی روشنی سے منور کر دے تاکہ وہ مقام حسین پہچان سکیں۔

## شاعر مشرق علامہ اقبال اور بد بخت یزید

دشمن اہل بیت اور منفی سوچ رکھنے والے حضرات نے اپنی کتاب کی ابتداء علامہ اقبال کے ایک شعر سے کی ہے وہ کہتا ہے

ذره سی بات تھی اندیشہ و عجم نے اسے

بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لئے

منفی سوچ رکھنے والوں کے یہ شعر لکھ کر مسلمانوں میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامہ اقبال شہادت امام حسین اور واقعہ کربلا کو معمولی واقعہ کہتے تھے یزید کے متعلق دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے علامہ اقبال پر یہ الزام جھوٹ کی منہ بولتی تصویر ہے۔ درویش لاہوری نے ایسے ہی ملاؤں کے متعلق لکھا ہے۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے

حکیم و بوذر و دلق اویس چادر زہرا

اور وہ مرد قلندر جس نے مسلمانوں کو آزادی و حریت کا سبق دیا اور جس نے مسلمانوں کے دلوں میں خود اور خود آگاہی کی روح پھونکی اور جس نے اہل ہند کو فرنگیوں کو غلامی کے جال سے نجات حاصل کرنے کی راہ بتائی اور جس نے پاکستان کا تخیل اور تصور پیش کیا اور پھر مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کیا اور وہ مرد درویش جو سکول سے نکلا لاہور کالج پہنچا کالج سے نکلا تو لندن پہنچا اور وہاں جا کر اس نے فرنگیوں کے عشرتکدوں کو دیکھا۔ رقص و سرور کی محفلیں دیکھیں اور

شراب و کباب کے دور چلتے دیکھ لیکن جب وہ وطن واپس پہنچا تو کہتا ہے  
خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ میں خاک مدینہ و نجف

اور پھر جس مرد قلندر نے اپنی کتاب رموز بے خودی میں محبت امام حسین کے پیش نظر اپنی بے  
خودی میں مقام حسین اور فلسفہ شہادت کو بیان کر کے قلم توڑ دیا ہے اب اس کے مرنے کے بعد  
اس کو بدنام کرنا کہ وہ واقعہ کر بلا کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اسکی پاکیزہ روح کو تڑپانا اور اس کی  
قبر پر یوں پھولوں کی چادر چڑھانے کے بجائے کانٹوں کی چادر چڑھانا نہیں تو اور کیا ہے  
چنانچہ فرماتے ہیں۔

آں امام عشقاں پور بتول۔ سرو آزاد کے زبستان رسول

یہ وہ حسین ہے جو زہرا کا لخت جگر اور عاشقان الہی کا امام ہے اور جو باغ رسالت کا ایک آزادی  
کا سرو کا پودا ہے۔

اللہ۔ اللہ بائے بسم اللہ پدر۔ معنی ذبح عظیم آمد پسر

یعنی وہ حسین جس کا باپ علی کرم اللہ وجہہ بسم اللہ کی ”ب“ ہے اور وہ حسین جو ذبح عظیم کی تفسیر  
ہے۔

بعد آں شہزادہ خیل الممل۔ دوش ختم المرسلین نعم الجمل

یعنی وہ حسین جو شہزادہ کونین تھا۔ اور جس کے لئے دوش مصطفیٰ کی اچھی سواری تھی۔

زندہ حق است از قوت شبیری است۔ باطل آخرداغ حسرت میری است

یعنی وہ حسین جس کی فوت حق پرستی سے حق زندہ ہے اور جس کی وجہ سے باطل کے پاس داغ

حسرت کے سوا کچھ نہیں

سرا براہیم و اسماعیل بود۔ یعنی آں اجمال را تفصیل بود

اور وہ حسین حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کا ایک راز تھا اور وہ دونوں اجمال تھے اور حسین

اس کی تفصیل ہے یعنی وہ قربانی جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل سے رہ گئی تھی وہ قربانی امام حسین نے میدان کربلا میں پوری کر دی۔

خون او تفسیر آں اسرار کرد۔ ملت خوابیدہ را بیدار کرد

وہ حسن جس کے خون شہادت نے سوئی ہوئی ملت اسلامیہ کو بیدار کر دیا۔

تیغ او چوں از میاں بیرون کشید۔ از رگ ارباب باطل خون کشید۔

اور وہ حسین جس نے لالہ کی تلوار میان سے نکالی تو باطل پرستوں کی رگوں سے خون نچوڑ لیا۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت۔ سطر عنوان نجات مانوشت

اور وہ حسین جس نے اپنے خون کی سیاہی سے الا اللہ دشت کربلا میں لکھ دیا بلکہ ہماری رہبری کا پروانہ لکھ دیا۔ رمز قرآن از حسین آ موفیم۔

اور ہم نے قرآنی نکات اور قرآن کی تلاوت کرنی حسین سے سیکھی اور وہ مرد حق شناس جو سبب پیغمبر کی شہادت عظمیٰ کو غیر اسلامی حکومت غیر دینی معاشرت، غیر شرعی قوانین، غیر شرعی نظریات و آمریت و ملوکیت کے خلاف ایک جہاد اکبر سمجھ کر موجودہ دور کے نام نہاد پیروں، بے عمل فقیروں، اور خانقاہوں پر عمل مجاوروں سے کہتا ہے۔

یہ رسم خانقاہی سے غم اندوہ دلگیری نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری۔ اور وہ مرد درویش جو امام حسین کی شہادت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

قوت سلطان و پیر از لالہ۔ ہیبت مرد فقیرے از لالہ۔

فقر عریاں گرمی بدر و حنین۔ فقر عریاں بانگ تکبیر حسین

سید المرسلین ﷺ مکہ مکرمہ کی گلیوں میں گالیاں سن کر طائف کے بازاروں میں پتھر کھا کر اپنے پاک وطن کو چھوڑ کر اور پھر میدان احد میں اپنے خون کے فوارے بہا کر مسلمان غلاموں کی ایک ایسی مقدس جماعت تیار کی تھی جن کے دل صاف تھے اور سینے پاک۔ جن کی رو حیں پاکیزہ تھیں اور عقل سلیم۔ وہ امر بالمعروف کے صحیح تفسیر تھے اور نہی عن المنکر کی زندہ تفسیر۔ جو

خلافت الہیہ کے علمبردار تھے اور حکومت الہیہ کے محافظ۔ اور نورانی جماعت اپنے اندر ایسے ٹھوس نظریات اور مستحکم نظریات رکھتی تھیں جن سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ اس جماعت سے جو بھی نسلیں چلیں گی ان میں اس مقدس جماعت کے تمام خدو خال کے موتی اور محاسن و کمالات کے جوہر قیامت تک چمکتے رہیں گے۔ لیکن اچانک بنو امیہ کے خاندان سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام یزید تھا۔

### بچھوکازہر اور یزید

قیام پاکستان سے پہلے میں کتابیں دہلی (بھارت) سے منگوایا کرتا تھا ان میں سے آج کوئی کتاب میرے پاس نہیں عدم تحفظ اور زمانے کی دست بردار سے خرد برد ہو گئیں آج جو خفیہ گوشے ظاہر کر رہا ہوں۔ انہی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ یزید کا واقعہ بھی انہی کتابوں میں پڑھا تھا۔ چند احباب کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صرف سماعی ہے اس کی حقیقت یا دلیل نہیں ہے اگر سماعی بھی ہو تو پھر بھی اس کی بنیاد تو ضرور ہوگی پھر سماعت تک پہنچتی ہے ہو سکتا ہے یہ واقعہ اور کسی صاحب کے پاس اس کی دلیل ہو تو ضرور مطلع فرمائیں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ امیر معاویہ ایک جگہ پیشاب کرنے لگے سوئے اتفاق سے وہاں بچھو تھا اس نے امیر معاویہ کے عضو مخصوص پر ڈنگ مارا جب زہر کی تکلیف بڑھنے لگی تو حکیموں نے کہا کہ آپ کسی ایسی عورت سے مباشرت کریں جس کی کوئی اولاد نہ ہوئی ہو آپ نے اپنی منکوحہ یا کسی اور عورت سے نکاح کر لیا اور مباشرت کی تو وہ زہر وہاں سے منتقل ہو کر اس عورت کے رحم میں چلا گیا۔ اور جب مدت پوری ہوئی تو زہر خارج ہوا تو وہ یزید تھا جس نے نواسہ رسول کی عزت و احترام۔ کعبۃ اللہ کی حرمت اور مدینہ منورہ کے تقدس کو پامال کیا اور نہ ایک صحابی کا بیٹا اور اتنا زہریلا۔ واللہ اعلم بالصواب

یزید کو اپنے باپ سے بادشاہت ملی۔ دنیا کی حکومت ملی اور پھر اس نے برسراقتدار آ کر اسلام کی روح کو تبدیل کیا خلافت اسلامیہ کو برباد کیا سنت رسول کو تباہ کیا ملوکیت و امارت کو

مسلمانوں کے دل و دماغ پر مسلط کیا اس زہریلے بچے کا نام یزید تھا اور وہ امیر معاویہ کا بیٹا تھا۔ اور پھر اس کی عیش و عشرت، عیاشی و فحاشی اور اس کا فسق و فجور اور ظلم و ستم انتہا کو پہنچ گیا تو حق پرستوں کو اندیشہ ہوا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان راہ ہدایت اور مستقیم سے ہٹ کر ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں جا گریں۔ اور امام الانبیاء کی بنائی ہوئی اس مقدس جماعت کا نام و نشان مٹ جائے اور اسلام کا وہ طرز حکومت جو ہمارے رسول کریم ﷺ نے نافذ کیا تھا اور خلفائے راشدین جس پر آخر دم تک کار بند رہے کہیں برباد نہ ہو جائے تو اس وقت حق پرستوں کی جماعت اور دین کے متوالوں کا گروہ اور اسلام کے فدائیوں اور پرستاروں کا ٹولہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ خلافت الہیہ کی نگہداشت اور حکومت اسلامیہ کی حفاظت شریعت کے حقوق کی نگہبانی اور اسلامی نظام کی پاسبانی کس طرح کی جائے اور یزید کے فسق و فجور اور فتنہ و فساد کا کس طرح مقابلہ کیا جائے لیکن وہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ قدرت نے فاطمہ کے لعل حضرت امام حسین کو منتخب کیا۔ قدرت کا یہ انتخاب ہر وقت بھی تھا اور ضروری بھی تھا آخر اس وقت ایسے مشکل وقت ہی نوا سہ رسول کے سوا اور کون تھا جو باطل کے اندھیروں میں حق کی شمع روشن کرے کسی کا سر لینے کے بجائے اپنا سر دینا اور کسی کے بچے کو قتل کرنے کے بجائے اپنے بچے قربان کرتا اور کسی کا گھر جلانے کے بجائے اپنے خاندان کا گھر جلانا یہ صرف اور صرف امام حسین کا ہی کام تھا۔

قدرت کا یہ انتخاب اس لئے بھی صحیح تھا کہ قدرت جانتی تھی کہ کربلا کے میدان میں حق و باطل کے خونیں معرکہ میں پیاس کی شدت اور سوکھی زبان اور خشک ہونٹوں کے باوجود اگر اس حسین سے دین و ایمان کی حفاظت اور شریعت قرآن کے تحفظ کے لئے اس کے ننھے ننھے بچوں کا خون بھی ضرورت ہو تو دے گا اس کے جوان بیٹے کا خون بھی طلب کروں تو دے گا اور اس کا سر بھی مانگوں تب بھی یہ عذر نہیں کرے گا اور قدرت نے جو کہا حضرت حسین نے کربلا کے میدان میں کر دکھایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا



کہ حضورؐ بہت پریشان ہیں اور ہاتھوں میں یک بوتل ہے اور بوتل میں خون ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ میرے بیٹے اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے اور پھر نبی ﷺ نے اپنے نواسے کی شہادت کا وقت بھی بتا دیا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے وہ وقت یاد رکھا اور پھر حضرت امام حسین اسی وقت شہید ہوئے اور پھر جبریلؑ نے سرخ مٹی بھی کر بلا کی دکھائی اور اس عظیم قربانی، بلند پایہ ایثار اور شہادت عظمیٰ کے لئے یہ قدرت کا انتخاب اس لئے بھی درست تھا کہ خاندان نبوت کی لڑی میں حضرت امام حسین کی شہادت کا موتی بھی پرو دیا جائے کیونکہ سید المرسلین پر نبوت ختم ہو چکی تھی اور ولایت اور امامت کا مرکز اور سخاوت و شجاعت کا منبع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیا جاسکتا ہے اب شہادت کا درجہ ہی ایسا تھا جو رسالت کے گھرانے سے علیحدہ تھا اور پھر دشت کر بلا میں مظلوم کر بلا نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر کے خود بھی جام شہادت نوش فرمایا اور انسانی عظمت کے سب سے بڑے کمالات شہادت کو بھی حاصل کر کے خاندان نبوت پر معجزات، کرامات، صفات و کمالات فیوض و حسنات کی تکمیل کر گیا۔

آج کئی لوگ ایسے ہیں جو یہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ امام حسین کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا خواہ مخواہ مصیبت میں مبتلا ہوئے مگر جب کبھی اس خطہ اراضی پر کسی شخصی حکومت کے بجائے اسلامی حکومت ہوگی اور ملوکیت کی جگہ شورائی حکومت ہوگی۔ اور آمریت کے منہ پر روح جمہوریت کا تسلط ہوگا اور نسل انسانی کے مکار سیاستدانوں کی جگہ اسلامی حکومت ہوگی اور ان مکار سیاستدانوں سے نجات پا چکی ہوگی تو اس وقت زمین کا ایک ایک ذرہ پکار رہے گا کہ ہاں یہ وہی چراغ تھے جسے امام حسین نے دشت کر بلا میں اپنے بچوں کا خون دے کر جلایا تھا اسلامی حکومت کا یہ پرچم سب کچھ اسی سر اقدس کا مرہون منت ہے جو حق و باطل کے معرکے میں صحرائے کر بلا میں نیزے پر چڑھایا گیا تھا۔



## شہادت امام حسین کا پس منظر اور

### معرکہ حق و باطل

کوفہ کا گورنر مغیرہ بن شعبہ دارالحکومت کوفہ میں مسند امامت پر بیٹھا ہوا ہے پہرے دار نے امیر شام کا قاصد آنیکی اطلاع دی تو اسے اندر بلا لیا قاصد نے آداب شاہی کے ساتھ چمڑے کے تھیلے سے خط نکالا اور پیش کر دیا خط کھول کر پڑھا ہاتھ کانپنے لگے خط میں لکھا تھا۔  
منجانب امیر شام۔ گورنر کوفہ مغیرہ کے نام۔ اس خط کو معزولی کا حکم نامہ سمجھو اور فوراً دمشق پہنچو۔  
نیچے دستخط تھے۔ امیر شام۔

جناب مغیرہ بن شعبہ نے اپنے حلقے کے لوگوں کو بلایا اور رات کو ایک خفیہ میٹنگ ہوئی قاصد کو اعزاز شاہی کے ساتھ واپس کر دیا اور خود گورنری کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد دمشق پہنچا اور امیر معاویہ کے دربار میں حاضری دی امیر معاویہ نے سرزنش کے انداز سے پوچھا کہ اس قدر دیر کر کے کیوں آئے ہو بہت ضروری کام میں مصروف تھا۔ ہم اس ضروری کام کی وضاحت چاہتے ہیں۔ اس کے لئے تجلیہ کی ضرورت ہے یا امیر۔ میں دربار عام میں نہیں بتا سکتا پھر تجلیہ ہو گیا تو مغیرہ نے کہا کہ میں آپ کے بعد تخت حکومت کے لئے یزید کے حق میں لوگوں کو ہموار کر رہا تھا امیر معاویہ نے تھوڑی دیر سوچا اور کہا کہ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ مغیرہ۔ لوگ اسے آسانی سے امیر تسلیم نہیں کریں گے ہاں امیر۔ مشکل تو ضرور لیکن کوشش سے ہر مشکل کام آسان ہو جاتی ہے مغیرہ نے کہا۔ اور پھر معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ کی گورنری پر بحال کر دیا اور کام تیز کرنے کی اسے ہدایت کی اور خود بھی بیڑہ اٹھالیا۔ دمشق اور اطراف کے لوگوں نے اس کا فیصلہ اہل مجاز پر چھوڑ دیا امیر معاویہ نے گورنر مدینہ کو لکھا ہماری خواہش ہے کہ اپنے بعد یزید کو خلیفہ بنا دیا جائے اہل شام اور اہل عجم نے یہ بات قبول کر لی ہے تم مدینہ منورہ اور اطراف و جوانب کے لوگوں کو بیعت یزید کے لینے پر رضامند کرو گورنر

مدینہ نے حالات کے جائزہ لیا اور لکھا کہ یہ لوگ اس بات کو ہرگز قبول نہیں کریں گے اور پھر ان کو حج کے بہانہ سے مکہ معظمہ خود آنا پڑا حالات کی آگاہی حاصل کرنے پر پتہ چلا کہ عوام الناس متفقہ طور پر درج ذیل پانچ آدمیوں میں سے کسی ایک کے حق میں ووٹ دینا چاہتے ہیں۔ اور یزید کی بیعت کرنے کو تیار نہیں پانچ حضرات یہ ہیں جناب حسین بن علی، عبدالرحمن بن ابوبکر۔ جناب عبداللہ بن زبیر جناب عبداللہ بن عمر اور جناب عبداللہ بن عباسؓ۔

امیر معاویہ نے زیادہ زور دیا تو لوگوں نے سارا بوجھ ان پانچوں پر ڈال دیا۔ کہ اگر یہ لوگ یزید کی بیعت پر رضامندی ظاہر کریں تو ہم بھی تسلیم کریں گے۔ کیونکہ یہ بزرگ ترین صحابہ کرام کی اولاد ہونے کیساتھ خود بھی کئی اصحاب رسول ہیں امیر معاویہ کا خیال تھا کہ حج کے موقع پر حج کا اجتماع کثیر ہے تو اس وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے چنانچہ ایک کمرہ میں سوائے امام حسین کے ان سب کو جمع کیا کہ ملک فتنہ و فساد سے بچ جائیگا اس لئے میرے اس رائے کو قبول کر لو اور اس پر اتفاق کر لو۔

## وصیت امیر معاویہ

ان مقتدر حضرات نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہم یہ کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ نظام اسلام میں اس بدعت کو رواج دیا جائے خلافت اسلامیہ کو آمریت و ملوکیت میں تبدیل کرنا اسلام کی شہہ رگ پر چھری پھیر دینے کے مترادف ہے اگر کسی کو ولی بنانا جائز ہوتا تو ابوبکر صدیق اور عمر فاروقؓ اپنے اپنے بیٹوں کو ولی عہد بناتے امیر معاویہ نے ہر قسم کا لالچ دیا دھمکی بھی دی لیکن ان مقدس ہستیوں نے بیعت یزید کے لئے صاف انکار کر دیا کمرے کے باہر حرم کے سامنے دنیا بھر کے کونے کونے سے آئے ہوئے لوگوں کا جم غفیر اور اجتماع عظیم ہے اور لوگ اس اعلان کا انتظار کر رہے ہیں جو اوپر بتائے گئے ہیں چاروں حضرات نے یزید کی خلافت کے بارے میں اعلان کرنا تھا امیر معاویہ کو جب ان سے مایوسی ہوئی تو کمرے کے باہر چند سپاہیوں کو ننگی تلواریں دے کر تعین کر دیا کہ ان میں سے کوئی بھی باہر نہ آئے اور خود باہر

جا کر اعلان کر دیا کہ وہ لوگ بیعت یزید پر متفق ہیں اس لئے ہم سب لوگ بھی اس کی خلافت قبول کر لیں شام کے لوگوں نے کہا کہ اگر وہ بیعت قبول کر کے اس کا اعلان باہر آ کر نہیں کریں گے تو ہم ان لوگوں کی گردنیں اڑا دیں گے۔ اور لوگوں کو امیر معاویہ نے بڑی مشکل سے خاموش کیا۔ دنیا بھر سے آئے ہوئے لوگ مختلف قسم کے ذہن لے کر منتشر ہو گئے وقت گزرتا رہا اور امیر معاویہ کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ (1)

یزید کو بلا کر وصیت کی کہ میں نے ہر ممکن طریقہ سے تیری جانشینی کے لئے فضا کو سازگار کر دیا ہے اب تمہیں پورے عجم سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں البتہ اہل حجاز کی طرف سے خدشات ابھی باقی ہیں۔ ان خدشات اور خطرات کو دور کرنے کے لئے تمہیں ان چار اشخاص یعنی حسین ابن علی، عبداللہ بن ابوبکر، عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کے پانچویں ساتھی حضرت عبداللہ بن ابوبکر وفات پا چکے ہیں ان چاروں میں سے دو حضرات تمہارے لئے زیادہ خطرناک ہیں وہ اگرچہ لوگوں میں زیادہ بااثر ہیں لیکن وہ سیاست میں زیادہ حصہ نہیں لیتے البتہ عبداللہ بن زبیر تیرے لئے زیادہ خطرناک ہیں اور چوتھے امام حسین بن علیؑ بہت زیادہ بااثر ہیں اس لئے ان کے معاملے میں بہت غور و فکر سے قدم اٹھانا ہوگا اور پھر امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا اور ملک الموت نے انہیں دبوچ لیا۔  
رہی دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا



1- (نوٹ) امیر معاویہ کی وصیت کے متعلق مورخین اور مصنفین نے مختلف اندازن کر مختلف خیالات ظاہر کئے ہیں کسی نے نرم گوشہ اختیار کیا۔ کئی تذبذب کا شکار ہوئے اور کئی حضرات نے خاموشی اختیار کر لی وصیت معاویہ کی حقیقت کسی نے وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کی۔ راقم نے تمام وصیتوں کو نظر انداز کر کے علامہ سیوطی کی کتاب کو ترجیح دی ہے تاریخ الخلفاء ص ۴۰۸ پر موجود ہے)

## وفات امیر معاویہ اور یزید کی تخت نشینی

امیر معاویہ بن ابوسفیان کا جہنمی بیٹا یزید کو آٹھویں خلافت یا کسرائی یادگار یا جانشینی مل چکی تھی۔ تخت آمریت پر بیٹھتے ہی عامل مدینہ ولید کو لکھا کہ ان چار اشخاص سے میرے لئے بیعت طلب کرو انکار کی صورت میں تشدد کرو حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر پہلے ہی مکہ مکرمہ جا چکے تھے عبداللہ بن زبیر کو پتہ چلا کہ سپاہی مجھے تلاش کر رہے ہیں تو وہ بھی مکہ معظمہ چلے آئے۔ ان میں سے امام عالی مقام ہی مدینہ منورہ میں موجود تھے جنہیں ولید نے دارالامارت بلایا آپ تشریف لائے تو ولید نے یزید کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا آپ نے فرمایا یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی پہلی بات یہ ہے کہ یہ نظام روح اسلام کے منافی ہے یہ خالص عامتہ المسلمین کا حق ہے جسے چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کریں یزید لاکھوں مسلمانوں کا حق غصب کرنا چاہتا ہے اس لئے ہم کسی غاصب کی اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یزید فاسق، فاجر، غاصب اور تارک نماز ہے ان صورتوں میں ہمارے لئے قطعی طور پر ناممکن الامربات ہے کہ کسی فاجر، فاسق، غاصب اور ڈیکٹر کی اطاعت کریں ولید نے آخری فیصلہ سنا تو خاموش ہو گیا۔ آپ اٹھ کر جانے لگے تو مردان نے ولید کو مشورہ دیا کہ اب تو یہ تمہارے قابو میں ہے تشدد کرو اور اپنا مطلب پورا کرو امام عالی مقام ابھی دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ مردان کی گفتگو سن لی او واپس پلٹ کر آئے اور تلوار میان سے کھینچ لی گورنر ولید اہل بیعت کا محبت تھا اس نے مردان کو برا بھلا کہا اور امام عالی مقام کو جانے کی اجازت دے دی اور کہا کہ آپ اس معاملے میں ٹھنڈے دل سے غور کریں کیونکہ میں حکومت کا حکم ماننے پر مجبور ہوں امام عالی مقام گھر تشریف لائے اور اہل بیت کو فرمایا کہ حالات بے حد خطرناک ہو چکے ہیں معاویہ کا بیٹا تشدد پر اتر آیا ہے وہ ہر حالت اپنی غیر اسلامی حکومت کی جڑیں مضبوط کرنا چاہتا ہے خواہ اسے خون کی ندیاں بہانی پڑیں میرے لئے یہ انتہائی مشکل کام ہے کہ میرے ہوتے ہوئے مدینہ کی گلیوں میں خون کی نہریں جاری ہوں مجھے نانا کے روضے

کی جدائی کا بھی غم ہے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کا بھی شدید خطرہ ہے اور میرے لئے یہ امر بھی محال ہے کہ کسی غاصب ڈیکٹر اور کسی فاجر فاسق کی اطاعت کر کے نانا کے دین کے حلق پر چھری پھیر دوں اور دین کو رسوا کروں یہ نہیں ہو سکتا۔ ان حالات میں میرے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ مدینہ منورہ کی جدائی برداشت کر لوں اور اس مقدس شہر کو بے حرمتی سے بچالوں آپ سب لوگ تیار ہو جائیں آج ہی رات کو یہاں سے مکہ مکرمہ کی طرف روانگی ہو جائے گی جناب زینب سلام اللہ علیہا بھی وہاں موجود تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر جناب عبداللہ بن جعفر سے بھائی کے ساتھ جانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دے دی۔

### مدینہ منورہ کی جدائی اور امام حسین ماں کے مزار پر

اہل بیت اطہار کو تیاری کا حکم دے کر کربلا کا مسافر ماں کے مزار پر حاضری دیتا ہے۔ رات بیتی جا رہی ہے مدینہ کے لوگ چین اور آرام کی نیند سو رہے ہیں جنت البقیع کے قبرستان میں دل دہلا دینے والا ہول اور سناٹا چھایا ہوا ہے ہر طرف ہو کا عالم ہے۔ حسین آتے ہیں ماں کی قبر انور پر دیوانہ وار گر جاتے ہیں اور انتہائی کرب کی حالت میں مزار اقدس پر بازو پھیلا دیتے ہیں ہچکی بندھی ہوئی ہے اور ماں کے حضور فریاد کرتے ہیں۔

اے مسکینوں، غریبوں کے سوال پورے کرنے والی بنت رسول خود بھوکی رہ کر دوسروں کو کھانا کھلانے والی مقدس ماں۔ اپنے حسین کا آخری سلام قبول فرمادیں تیرے حسین پر امت کے شریروں نے مدینہ کی زندگی تنگ کر دی ہے میری پیاری ماں اپنے حسین کا آخری سلام قبول کر لو امی جان مجھے ایک بار الوداع کہہ دو۔

مقدس ماں! حسین بزدل نہیں حسین نے تیرا دودھ پیا ہے حسین کی رگوں میں حیدر کرار کا خون ہے میری مقدس ماں مجھے جان جانے کا خوف نہیں تیرا حسین موت سے نہیں ڈرتا میں اس لئے روتا ہوں کہ نانا کا مدینہ چھوٹ رہا ہے میری شفیق ماں میں فریادی بن کر آیا ہوں۔ میرا آخری سلام قبول کر لو ادھر عالی مقام کی یہ حالت ادھر شہزادی کو نین خاتون جنت کی

قبر کو لرزہ جاتا ہے۔ زمین کا پنے لگتی ہے آسمان پر ستارے ٹوٹنے لگتے ہیں جنت البقیع کا تمام بام و درمزار کانپ اٹھتے ہیں حوروں کی چچیں نکل جاتی ہیں شہزادی مصطفیٰ کے مزار اقدس سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز آتی ہے میرے لعل چپ ہو جاؤ اب کچھ نہ کہنا ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا اور نظام عالم تہ و بالا ہو جائے گا میرے بیٹے تیری فریاد نے ماں کے سینے پر چھریاں چلا دی ہیں میرے لعل دل یہی چاہتا ہے کہ تجھ سے باہر آ کے تجھے شہادت کا دولہا بناؤں تیری پیشانی اور تیری گردن کو چوموں تجھے سینے سے لگاؤں اور اپنے ہاتھوں تجھے شہادت کا جوڑا پہناؤں لیکن مجبوری ہے میرے چاند میں اس لئے مجبور ہوں کہ میرے اس طرح باہر آ جانے سے قیامت آ جائے گی۔ زمین شق ہو جائے گی اور آسمان ٹوٹ جائے گا۔

میرے حسین ماں کے دودھ کی لاج رکھنا۔ تمہیں ذوالفقار حیدری کی عظمت کا تحفظ کرنا ہے تمہیں نانا کی امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دے کر پار لگانا ہے۔ میرے چاند اٹھ! باطل کی ہر قوت سے ٹکرا جاؤ میرے لعل جب تیرا خون تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر گرے گا۔ تو تجھے تیرے نانا کے حضور سرخروئی حاصل ہو جائے گی میں آؤں گی میرے بیٹے میں آؤں گی میں تجھے دیکھنے آؤں گی۔ جاؤ اے چاند! میں تمہیں پورے اعتماد اور مکمل یقین کے ساتھ بھیج رہی ہوں تم یقیناً کامیاب ہو گے۔ اس کٹھن امتحان میں تیرے سوا کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا تم فاطمہ کے دودھ کی لاج ضرور رکھو گے۔ جاؤ خدا تمہاری نصرت اور حمایت فرمائے جاؤ میرے لعل تجھے الوداع کہتی ہے۔ تمہارا اسلام قبول کرتی ہے جاؤ جان دے کر نانا کے دین کو زندگی بخشو میرے لعل تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔ خدا حافظ۔

غمزدہ ساری فضا تھی فلک تھراتا رہا  
غم کے آنسو صورت شبنم میں برساتا رہا  
پوچھیے خاتون جنت کے دل دلگیر کو  
الوداع کیسے کیا تھا آپ نے شبیر کو

حسین اٹھے ماں کی قبر انور کو قدموں کی جانب بوسہ دیا اور عالم بے خودی میں اٹے پاؤں واپس آئے۔

الوداع

الوداع اے امی جان الوداع۔ الوداع اے بنت رسول الوداع  
الوداع اے مالک تطہیر الوداع۔ الوداع اے خاتون جنت الوداع  
اے غریبوں مسکینوں کی فریاد اس الوداع

الوداع اے مرکز مہر و محبت الوداع۔ الوداع بنت نبی الوداع  
میری امی جان میرے دل کی راحت الوداع۔ یاد رکھنا میرا وقت شہادت الوداع  
بھول نہ جانا کہیں میری امی میری فریاد کو  
کر بلا میں پہنچنا بہر خدا المداد کو

اس عالم میں الوداع کہتے ہوئے امہات المؤمنین کے مزارات پر آئے ان تمام مقدس مزارات کو بوسے دیئے جنت البقیع کے دیگر مکینوں کو سلام کیا اور پھر آپ نے اپنے نانا جان کے مزار پر حاضری دی۔

امام عالی مقام حضور کے مقدس آستانے پر

یہ امام الانبیاء ﷺ کا مزار اقدس ہے رات تیسرے پہر میں داخل ہو رہی ہے ملائکہ کرام آسمان سے صف بہ صف سلامی اور زیارت کے لئے نازل ہو رہے ہیں ایک فرد ہے جو زمین و آسمان کے درمیان خلاؤں اور فضاؤں کو منور کئے ہوئے ہے یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل ہے کہ یہ نور آسمان کی جانب پرواز کر رہا ہے یا آسمان سے زمین کی طرف آ رہا ہے اہل عرفان ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ یہ نور کی بات ہے اپنی نور و تجلیات کی برسات میں



امام حسین حاضر ہو کر مقدس نانا کے حضور صلوة و سلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

نانا تیرے کرم کے خزینے کی خیر ہو۔ دے بھیک مجھ کو تیرے مدینے کی خیر ہو

میں جا رہا ہوں اس سکوں کے چمن کو چھوڑ کر۔ اٹھ کر گلے لگائے اپنے حسین کو

کون اندازہ کر سکتا ہے کہ غم و الم کے اس طوفان کا جو امام عالی مقام کے سینے میں موجزن تھا۔

آپ تصویر درد بنے ہوئے فریاد پر فریاد کر رہے ہیں۔

ہاں نانا جان! حسین حاضر ہے وہی حسین جو حالت نماز میں آپ کی پشت مبارک

پر سوار ہو جاتا تھا تو آپ اس وقت تک سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے جب تک میں خود نہ اترتا۔

نانا جان! آپ کا نازوں پلا حسین آج آپ کے قدموں سے دور جا رہا ہے اس کو سہارا دیجیے

اسی طرح آہ و بکا وزاری کرتے ہوئے نانا کے مزار کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں با درحمت چلتی

ہے نیم خوابی کا عالم طاری ہے حسین دیکھتے ہیں کہ انبیاء و ملائکہ کے جھرمٹ میں شب اسری کے

دولہا امام الانبیاء ﷺ درود و الم اور حزن و ملال کی تصویر بنے ہوئے سامنے تشریف فرما ہیں نانا

بڑھتے ہیں نوا سے کا سراپنی گود میں لیتے ہیں۔ حسین نانا کی آغوش میں سمٹ جاتے ہیں اے

میرے لعل حسین تیرے نانا کا ہر منصب تمام کائنات سے بلند و بالا ہے اور یہ منصب شہادت

جو ہمیں تیری طرف سے ملے گا یہ بھی تمام کائنات سے عظیم ہوگا۔

میرے لعل اٹھو اور باطل کی سرا بھارتی ہوئی سلطنت سے ٹکرا جاؤ خود فنا ہو کر بقا حاصل کرو لیکن

باطل کے خونیں عفریت کو اس کو پنچے گاڑنے سے پہلے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دو۔

میرے حسین! میری امت کی کشتی امارت کے چڑھے ہوئے طوفانوں کے تھپڑے کھا رہی ہے

اٹھو اور اپنی جان دے کر انہیں کنارے پر لگا دو میرے مقدس دین کو ظلم و جبر کی طاقتیں ختم کر

دینا چاہتی ہیں اٹھو اور میرے دین کو ہمیشگی کی زندگی دے دو۔

حسین اس نیم بیداری میں آنکھیں کھول دیتے ہیں۔ خواب میں دیکھا کہ بلا کا

نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے آپ اٹھتے ہیں نانا کی قبر کو والہانہ طور پر بار بار چومتے ہیں

اور حجرہ رسول سے باہر آ کر حجرہ بتول میں آ جاتے ہیں۔

## آل بیت اطہار پر آزمائشوں کا دور

آمنے سامنے	حق و باطل - خیر و شر
عبداللہ بن زیاد	یزیدی لشکر کا کمانڈر اور یزید کا نائب
عمر و بن سعد	یزیدی لشکر کا سالار اعلیٰ
شمر خولی سنان وغیرہ	افسران فوج
۲۰ ہزار جنگجو	لشکر کی تعداد
۸۴ نفوس چھوٹے بڑے	امام عالی مقام
	قیامت صغریٰ سر پر کھڑی ہے

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے پر تو کر قبول  
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول



## امام عالی مقام کی مدینہ پاک سے روانگی

### اور مکہ مکرمہ میں آمد

راقم نے کربلا کے تاریخی حالات و واقعات مختصر کر کے تحریر کئے ہیں صرف اسباب شہادت کو مد نظر رکھا ہے تفصیلی حالات مرثیہ خوانی، اور شعر و شاعری سے عمداً اجتناب کیا ہے اور پہلو تہی کی ہے البتہ جو اشعار بر محل اور بزموقعہ نظر آئے وہ مختصر تحریر کر دیئے ہیں وہ شہید اعظم جن کا ذکر اس کتاب میں ہو رہا ہے اس لئے اس میں کوچہ و عشق و محبت میں قدم رکھا ہے جس کے تصور سے سینہ شق ہو جاتا ہے اور جن کے خیال سے انسانیت کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے اور جس کے بیان سے ایک مسلمان کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ جاتی ہے اور جس کے لکھنے سے صفحہ قرطاس پر خون کے سرخ دھبے نقش ہو جاتے ہیں۔

ہے کربلا کا بیان لہو لہو • صحرائے دلفکار کا داماں لہو لہو  
سب دشت کوہ و جنگل میدان لہو لہو وہ رزمگاہ شہیداں لہو لہو  
یزید نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی جو پہلا حکم جاری کیا وہ یہ تھا کہ عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابوبکر، عبداللہ بن عباس، اور حسین ابن علی سے فوراً بیعت لی جائے اگر وہ انکار کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے عامل مدینہ ولید نے امام حسین کو دارالامارت میں بلایا اور یزید کا حکم پڑھ کر سنایا یزید کا حکم سنتے ہی ہاشمی خون جوش میں آ گیا اور آتا بھی کیوں ناں بھلا جن کی رگوں میں محمد کا خون تھا جن کے بازوؤں میں علی کی قوت تھی اور جن کے خون میں فاطمہ کا پاک دودھ تھا اور جن کے دل میں عشق الہی کا دریا موجزن تھا جن کے سینے میں دین مصطفیٰ کی تڑپ تھی اور جن کی نگاہوں میں جلوہ حسن یار تھا وہ کس طرح برداشت کر لیتے کہ کوئی اسلام کے نام پر حکومت کرے اور پھر اسلام کی قدروں کو توڑ دے سیدہ کے لعل نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ایک حق پرست مسلمان کے لئے ایک باطل پرست انسان کی بیعت شجر دین اسلام کی جڑوں پر کلہاڑا مارنے کے مترادف ہے اور پھر ساتھ ہی نانا مصطفیٰ ﷺ کی

یہ آواز آئی کہ بیٹا حسین۔ لا طاعته المخلوق فی معصيته الخالق۔ ایک فاسق فاجر حکمران کی اطاعت مت کرو شہزادہ کونین کی بیعت سے انکار حق و صداقت اور دین و مذہب کی حفاظت کے لئے پہلی شہادت تھی اور یزید کی باطل قوتوں کے خلاف ایک اعلان جنگ تھا اور پھر یزید کو یہ اطلاع ملی کہ حسین ابن علی نے میری بیعت سے انکار کر دیا ہے تو اس کی آتش غضبناک پھڑک اٹھی اور پھر وہ تدبیریں سوچنے لگا کہ کس طرح حسین ابن علی سے بیعت لی جائے یا اسے قتل کر دیا جائے اور ادھر کوفہ والوں نے یزید کے فسق و فجور، غیر اسلامی روش اور غیر اسلامی طرز زندگی سے تنگ آ کر امام حسین کو خط لکھنے شروع کئے اور ساتھ قاصد پر قاصد بھیجنے شروع کئے کہ اے نواسہ رسول جگر گوشہ بتول ہم کوفہ والے آل بیت اطہار کے پرانے اور سچے غلام ہیں اور ہم وہی ہیں جو جنگ صفین میں آپ کے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ کا ساتھ دیا تھا اور اب یزید ہم پر حاکم مسلط ہو گیا ہے اور ہم اسکے فسق و فجور اور غیر اسلامی حکومت اور غیر دینی روش کے پیش نظر اس کو خلیفہ ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہیں خلافت آپ کا حق ہے اور ہم آپ کے غلام ہیں اس لئے ہمیں یزید کے فسق و فجور اور ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لئے فوراً کوفہ تشریف لے آئیں یہاں ایک لاکھ مسلمان آپ کے مقدس ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جب کوفہ والوں نے سلام و پیام کے ذریعہ نواسہ رسول کو اپنا خلیفہ اور پیشوا تسلیم کرنے کا وعدہ کیا تو سبٹ پیغمبر نے اس امید پر کہ باطل کے مقابلے میں حق پرستوں کا ایک لشکر تیار ہو جائے گا۔ تو بخوشی کوفہ والوں کی دعوت قبول کر لی کہ نانا مصطفیٰ ﷺ کی وہ امانت جو باطل کے ہاتھوں برباد ہو رہی ہے ہمیشہ کے لئے اس کا انتظام کیا جائے۔ ان دنوں کوفہ والوں کے خط اور قاصد آ رہے تھے امام عالی مقام ان دنوں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے اہل کوفہ کی عقیدت اور محبت کو دیکھ کر اور ان کی مجبوریوں کو سامنے رکھ کر بیعت لینے کی یقین دہانی پر زہرا کے لخت جگر نے کوفہ جانے کے لئے رخت سفر باندھا لیکن مکہ مکرمہ میں بسنے والوں نے جب یہ دیکھا تو بے چین ہو گئے اور ایک جلسہ مقرر کر کے حضرت امام کو سمجھایا کہ کوفہ جانے کا ارادہ

ملتوی کر دیں اس لئے کہ کوفہ والوں میں وفائیں نہیں ہے اور وہ اپنی وعدہ خلافی اور عہد شکنی میں مشہور ہیں ہمیں فکر ہے کہ وہ کہیں آپ کو بھی دھوکہ نہ دیں آپ اطمینان سے یہاں تشریف رکھیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جب تک ہماری جانوں میں جان ہے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر کوئی نہیں دیکھ سکے گا اور آپ نے اگر ضروری جانا ہی ہے تو پہلے مسلم بن عقیل کو روانہ کر دیں وہ وہاں جا کر وہاں کارنگ ڈھنگ دیکھیں اور کوفہ والوں کے ارادوں کا پتہ کر کے پھر جو کچھ وہ لکھیں اس پر عمل کیا جائے اس فیصلے کے بعد حضرت مسلم بن عقیل کو مع آپ کے دو بچوں کے کوفہ روانہ کر دیا گیا۔

### امام مسلم کی مکہ مکرمہ سے کوفہ روانگی

جوں ہی حضرت مسلم اپنے دو بچوں سمیت کوفہ میں داخل ہوئے تو خوشی اور مسرت کے نعروں سے کوفہ کی فضا گونج اٹھی کوفہ والوں نے مسرت کا اظہار کیا حضرت مسلم کے قدم چومے ان کو گلے لگایا ان چالیس ہزار کوفیوں نے حضرت مسلم کے دست مبارک پر بیعت کی حضرت مسلم نے کوفہ والوں کی یہ محبت اور عقیدت دیکھی اور ان کا والہانہ جوش و خروش دیکھا تو فوراً امام حسین کو ایک خط لکھ دیا کہ کوفہ والے ہر طرح ہمارے ساتھ ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ چالیس ہزار شہ زور کوفی میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اس لئے آپ فوراً تشریف لا کر حق پرستوں کی حوصلہ افزائی کریں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنی جانیں قربان کریں گے لیکن یزید کی خلافت تسلیم نہیں کریں گے۔ اس وقت یزید کی طرف سے کوفہ میں نعمان بن بشیر گورنر تھے چونکہ وہ عاشق رسول اور محبان اہل بیعت تھے اور جانتے تھے کہ یزید کی شخصی حکومت دین و مذہب کی تباہی کا باعث ہے اس لئے سب کچھ اپنی نگاہوں سے دیکھنے اور سننے کے باوجود خاموش تھے۔

بنو امیہ کے حامیوں نے نعمان بن بشیر کو جا کر کہہ دیا کہ جو کچھ ہو رہا ہے یزید کی منشا کے خلاف ہو رہا ہے اول تو آپ امام مسلم کو قتل کر دیں یا انہیں گرفتار کریں آپ چونکہ یزید کے تنخواہ

دار ہیں اور ملازم ہیں اس لئے یہ تمام ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔ بنو امیہ کے گستاخ چیلوں کی یہ بات سن کر نعمان بن بشیر نے جواب دیا کہ ملازمت اور چیز ہے عقیدت اور چیز ہے یزید کے چند ٹکوں کے بدلے ہاشمی جوان کا خون بہا کر دین و دنیا میں رسوا نہیں ہونا چاہتا اور ایک سید کو قتل کر کے اپنی عاقبت خراب نہیں کر سکتا۔

بنو امیہ کے طرفدار نعمان بن بشیر کا یہ جواب سن کر اس کے دلی ارادوں کو سمجھ گئے اور فوراً عمار بن ولید کو یزید کے پاس بھیج کر تمام حالت کی اطلاع دی اطلاع پاتے ہی یزید نے فوراً عبداللہ بن زیاد کو جو اس وقت بصرے کا ولی تھا حکم بھیجا کہ فوراً کوفہ جاؤ اور نعمان کو معزول کر کے وہاں کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے کر مسلم بن عقیل کو فوراً قتل کر دو اور کوفہ والوں کو حسین بن علی کی بیعت سے سختی سے روکو اور جو ذرہ بھرتا مل کرے اس کا سر قلم کر دو۔

## بھیڑ یا شیر کی شکل میں کوفہ داخل ہو گیا

### اور کوفہ والے بزدل اور بے وفائے نکلے

بھیڑیے اور لومڑے سے موصوف عبداللہ بن زیاد بڑا مکار اور عیار آدمی تھا یزید کا حکم ملتے ہی حاکم کوفہ کی حیثیت میں حجازی لباس پہن کر اور چہرے پر نقاب ڈال کر مغرب اور عشاء کے درمیان رات کے اندھیرے میں اسی راستہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس راستے سے حجازی قافلے آیا کرتے تھے عبداللہ کا ان مکاریوں سے یہ مطلب تھا کہ کوفہ والے چونکہ امام عالی مقام کے منتظر تھے اسی لئے رات کے اندھیرے میں وہ مجھے پہچان نہ سکیں گے اس طرح با آسانی میں کوفہ میں داخل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کوفہ والے امام عالی مقام کے منتظر تھے حجازی لباس اور حجازی راستہ سے آتا دیکھ کر وہ ابن زیاد کو پہچان نہ سکے اور اسی خوشی میں امام حسین آگئے ہیں مسرت سے نعرے لگانے لگے مرحبا یا ابن رسول ﷺ خیر امت خیر مقدم

کہ آپ کی تشریف آوری کا شکر یہ عبداللہ بڑی خاموشی اور سکوت سے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے دارالامارت کی طرف روانہ ہوا جو حضرت ہانی جن کے گھر حضرت مسلم قیام پذیر تھے راستے میں سوچنے آئے تھے اگر یہ ہمارے آقا و مولا امام حسینؑ ہوتے تو وہ اس خاموشی اور سکون سے نہ آتے اور پھر ان کے چہرے پر نقاب نہ ہوتا اس میں کوئی ضرور راز ہے آخر انہوں نے بڑی جرات اور دلیری سے عبداللہ کے چہرے کا نقاب کھینچ لیا دیکھا تو امام عالی مقام کے بجائے عبداللہ بن زیاد تھا اور پھر پکارا کہ اے کوفہ والو! اب تمہارے امتحان کا وقت آ گیا ہے یہ تو ابن زیاد ہے۔

یہ سنتے ہی کوفہ والوں کے دل لرز گئے وہ حیران رہ گئے تھے کہ اب کیا کر سکتے تھے اور کیا ہو سکتا تھا ابن زیاد کی مکاری کام آچکی تھی او وہ کوفہ والوں کو دھوکہ دے چکا تھا اور کوفہ والے دھوکہ کھا چکے تھے ہاں اگر کوفہ والے ذرا سی جرات اور دلیری کرتے اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہتے وہ تنہا کچھ نہیں کر سکتا تھا اور اگر اس کے کچھ ساتھی تھے تو کوفہ والے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ابن زیاد کو قتل کر کے آنے والے وحشتناک واقعات کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر مبارکباد کے مستحق ہو جاتے مگر وہ ایسا نہ کر سکے کیونکہ مشیت ایزدی یہی تھی کہ اسلام کے باغ کو اہل بیعت کے خون سے سینچا جائے۔

ابن زیاد سیدھا دارالامارت پہنچا نعمان بن بشیر کو یزید کا حکم نامہ دکھایا اور اسکو کہا کہ تم نے مسلم کو کوفہ میں داخل کرنے اور بلانے میں سازش کر کے نمک حرامی کی ہے نعمان بن بشیر نے جواب دیا وہ زندگی جو باطل پرستی میں گزرے اس پر لعنت ہے اور موت جو حق پرستی میں آئے وہ رحمت ہے اور میں اپنی موت کو زندگی پر ترجیح دوں گا ابن زیاد نے نعمان بن بشیر کو گرفتار کر لیا اور رات بڑی بے قراری میں بسر کی صبح کا ستارہ لرزتا ہوا طلوع ہوا اور سورج آگ برساتا ہوا نکلا اور پھر دن نکلتے ہی ابن زیاد نے کوفہ کی جامعہ مسجد میں جلسہ منعقد کیا اور اپنی تلوار ہوا میں لہرائی (تارہ سنگھ کی طرح) اور بولا جو مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہی ہیں اور جو نہیں جانتے وہ جان لیں میں عبداللہ بن زیاد ہوں میں لومڑی کی طرح مکار اور بھیڑیے سے زیادہ

درندہ۔ یزید نے مجھے حکم دیا اور یہاں کا حاکم بنایا ہے۔ معلوم ہوا کہ تم لوگ یزید کے خلاف ہو اور حسین ابن علی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہو اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس کام کے لئے مسلم بن عقیل کو کوفہ میں بلا لیا ہے اور یہاں پہنچ چکے ہیں اور حسین ابن علی بھی آنے والے ہیں خبردار! جس کے گھر سے حسین ابن علی کی آواز آئی اس گھر کو مسمار کیا جائے گا اور جس زبان سے حسین بن علی کا نام نکلا اس کی زبان کاٹ دی جائے گی اور جو ہاتھ حسین بن علی کی بیعت کے لئے نکلیں گے وہ کاٹ دیئے جائیں گے اور آج شام تک مسلم بن عقیل کو میرے حوالے کر دو ورنہ کوفہ میں قیامت آجائے گی۔

ابن زیاد کی اس تقریر سے کوفہ والوں کے دل کانپ گئے اور پانسہ پلٹ گیا اور وہ لوگ یزید کے خلاف بغاوت کی تیاریاں کر رہے تھے اور آل محمد کے سائے تلے یزید کی غیر اسلامی حکومت کا تختہ الٹ کر خلافت الہیہ کا علم بلند کرنے کے لئے مشورے کر رہے تھے آج ابن زیاد کے قہر و غضب کے سامنے دیکے بیٹھے تھے جیسے سمندر کی جھاگ اور پانی کا بلبلا اور کوفہ کی جس جامع مسجد میں کل اہل کوفہ شمع اہل بیت پر یزید کے مرٹنے کا عہد باندھ رہے تھے آج اسی جامع مسجد میں ابن زیاد کی تقریر سن کر کانپ رہے تھے مجمع منتشر ہو گیا۔

اور کوفہ والے سینکڑوں خط اور ہزاروں قاصد بھیج کر بلائے ہوئے معزز مہمانوں کا ساتھ چھوڑ رہے تھے حضرت ہانی بھی جلسہ سے اٹھے راستے میں سوچتے رہے کہ کیا کروں کہ مسلم ابن زیاد کے حوالے کر دوں تو ایمان جاتا ہے اگر حوالے نہ کروں تو جان جاتی ہے اور ساتھ ہی چمنستان نبوت کی ایک شاخ کا ایک پھول میرے ہی ہاتھوں ٹوٹ جائے گا اور قیامت تک آنے والی نسلیں مجھ پر پھٹکار بھیجیں گی اور آخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر جان جاتی ہے تو جائے مگر ایمان نہ جائے دنیا نہیں رہتی تو نہ رہے دین رہ جائے اور میں کسی صورت بھی امام مسلم کو ابن زیاد کے حوالے نہیں کروں گا۔

ادھر صبح سے شام تک ابن زیاد نے انتظار کیا اس ظالم کا خیال تھا کہ ہانی ڈر کے مارے مسلم کو میرے حوالے کر دے گا مگر شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ ایک مسلمان جب حق کا ساتھ



دینے کا فیصلہ کر لیتا ہے پھر آگ کا دریا بھی پھلانگ جاتا ہے اور پہاڑوں سے بھی ٹکرا جاتا ہے۔ اور وہ دنیا کی ہر مصیبت قبول کر لیتا ہے مگر باطل کے آگے نہیں جھکتا اور نہ سر جھکاتا ہے۔ رات ہوئی تو ابن زیاد نے اپنے جاسوس معقل کو کچھ رقم دے کر قاصد کا لباس پہنا کر حضرت ہانی کے گھر حضرت مسلم کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا وہ سیدھا ہانی کے گھر آیا اور ہانی بھی اس فرضی قاصد کے دھوکہ میں آگئے اور اس کو حضرت مسلم کے پاس لے گئے وہ واپس آ کر ابن زیاد کو معقل نے ساری بات بتادی کہ مسلم بن عقیل کے ہانی کے گھر میں ہیں۔ ساری رات اس بد نہاد نے بے چینی میں گزاری اور پھر علی الصبح ابھی موذن نے صدائے توحید و رسالت بلند کی ہی تھی اس ظالم نے فوج کے ایک دستے کو حضرت ہانی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور ابن زیاد کے پاس لے گئے حضرت ہانی کو دیکھ کر اس ظالم کی آتش غضب پھڑک اٹھی اور کڑک کر بولا۔ اونمک حرام کیا تو نے کل کا اعلان نہیں سنا تھا جس نے مسلم کو پناہ دی اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

حضرت ہانی نے فرمایا ہاں سنا تھا۔

ابن زیاد! تو پھر تو نے خلیفہ یزید کے باغی کو ہمارے حوالے کیوں نہیں کیا۔

حضرت ہانی! اس لئے کہ میں یزید کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتا۔

ابن زیاد! تو پھر تمہارا خلیفہ کون ہے؟

ام ہانی! حضرت حسین ابن علی

ابن زیاد! وہ کیوں؟

حضرت ہانی! اس لئے کہ حسین نہ صرف یہ کہ حق کا نمونہ ہے اور برحق خلیفہ ہے اور یزید نہ صرف

باطل پرست ہے بلکہ عین باطل ہے۔

ابن زیاد! خبردار میں امیر المومنین یزید کے متعلق ایسی گستاخی نہیں سن سکتا

حضرت ہانی! یہ زبان کاٹی تو جاسکتی ہے لیکن حق گوئی کے لئے روکی نہیں جاسکتی

## حضرت ہانی کا قتل

ابن زیاد! تیری گردن اتاری جائے گی۔

حضرت ہانی! میری اس گردن کو جدا تو کیا جاسکتا ہے لیکن باطل کے آگے جھکانی نہیں جاسکتی  
ابن زیادہ! اب بھی اگر مسلم کو میرے حوالے کر دو تو تمہیں معاف کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ہانی! میں مسلم کو ایک خونخوار بھیڑیے کے حوالے کر کے آخری وقت اپنا نامہ اعمال سیاہ  
نہیں کر سکتا اور تم جیسے دنیا کے کتے کے آگے تو مسلم کو پیش کر کے قیامت کے دن دربار نبوت  
میں رسوا نہیں ہونا چاہتا۔

ابن زیادہ! تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ

حضرت ہانی! یہ موت نہیں زندگی ہے فنا نہیں بقا ہے اور تو بھی یاد رکھ کہ قیامت کے دن جب تجھ  
سے حساب لیا جائے گا تو خون مسلم کا تیرے پاس کیا جواب ہوگا اور اب بھی وقت ہے کہ اپنی  
آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھا دو اور دیکھو اور اپنے دل سے طمع اور لالچ کے غبار کو اتار اور  
سوچ اپنے سینے سے بغض و عناد کی مٹی کو جھاڑ دو اور غور کرو کہ تو کس کے خون کا پیاسا ہے اور اس  
کا جرم کیا ہے اٹھ اور حق کا دامن تھام لے چل اور مسلم کے دامن سے لپٹ جا۔  
ابن زیاد! میں نے تجھے وعظ کے لئے نہیں بلایا۔

حضرت ہانی! تو میں بھی باطل کے آگے سر جھکانے نہیں آیا۔

ابن زیاد! حضرت ہانی کی اس حق گوئی سے ابن زیاد بھڑک اٹھا اور اپنا عصا ہانی کے سر پر دے  
مارا ابن زیاد کی اس ضرب سے حضرت ہانی کا سر پھٹ گیا خون کے فوارے بہہ نکلے پھر جلاد  
نے اس ظالم کے اشارے پر تلوار کے ایک وار سے سرتن سے جدا کر دیا (انا لله وانا الیہ  
راجعون) حضرت ہانی کی شہادت کی خبر سارے کوفہ میں ہوا کی طرح پھیل گئی کوفہ والے ابن  
زیاد کے تشدد سے پہلے ہی خوفزدہ تھے اور یہ خبر ملی تو گھبرا گئے۔

حضرت ہانی کی شہادت کے بعد حضرت مسلم قیام گاہ سے نکلے اور میان سے تلوار

نکالی اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح کوفہ کے بازار میں آئے آپ کی اس جرات اور دلیری کو دیکھ کر قبیلے ہانی کے چند لوگ بھی آگئے اور آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے۔ ابن زیاد کو جب یہ اطلاع ملی تو اس مختصر دستے پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی اور اس خوفناک منظر کو دیکھ کر جو لوگ حضرت مسلم کی حمايت میں نکلے تھے تمام کے تمام بھاگ گئے اور حضرت مسلم پھر تنہا رہ گئے اور اب کوفہ کا بازار تھا یا حضرت مسلم کے دو بچے۔ تنہائی و بے بسی تھی غربت اور بے کسی تھی مظلومی و بے چارگی ہے عجیب دردناک حالت تھی جس دروازے پر جائے کوئی جواب نہ دیتا نادان اور معصوم بچے ساتھ ہیں اور خیر خواہ کوئی نہیں کوفہ کا شہر ہے پناہ گاہ کوئی نہیں۔ ہر مکان کے دروازے اندر سے بند ہیں اور کوفہ کی زمین کا چپہ چپہ آپ کے خون کا پیا سا تھا۔

دونوں بچوں کو سینے سے چمٹائے ہوئے ایک بے نوا کی طرح چھپنے کی جگہ تلاش کر رہے ہیں اچانک ایک دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا انسان جس کا نام قاضی شریح تھا باہر نکلا اندھیری رات میں قاضی شریح کو چند سائے نظر آئے قاضی شریح نے پوچھا تم کون ہو اور اس وقت بازار میں گھوم رہے ہو حضرت مسلم نے جواب دیا ہم مسافر ہیں ہمارا وطن بہت دور ہے یہاں ہمارا کوئی ہمدرد نہیں اور نہ ہی کوئی پناہ گاہ ہے اگر تم میرے ان دو معصوم بچوں کو آج رات اپنے پاس رکھو اور میں کہیں اجاڑ میں رات بسر کروں گا صبح ہوتے ہی ہم یہاں سے کسی اور جگہ چلے جائیں گے آج کی رات ہمیں پناہ دید و قیامت کے دن ہم آپ کو پناہ دیں گے حضرت مسلم کی اس دردناک گفتگو سے قاضی شریح کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دروازہ کھول کر عرض کی آپ اندر تشریف لے آئیں مدینہ کے یہ تینوں مسافر قاضی شریح کے مکان میں داخل ہو گئے اندر چراغ جل رہا تھا قاضی شریح نے دیکھا تو پہچان گئے اور حضرت مسلم کے قدموں میں گر گئے بچوں کو گلے لگایا اور ساری رات ان مسافروں کا پہرہ دیتا رہا۔ حضرت مسلم نے فجر کی نماز ادا کی اور سوچنے لگے کہ ایسی کون سی تدبیر ہو کہ حضرت امام حسین کو کوفہ والوں کی بے وفائی عہد شکنی اور دشمنی اور ابن زیاد کی ظلم و ستم کی اطلاع مل جائے مگر اب کیا کر سکتے ہیں۔ تیرکمان سے نکل چکا تھا سورج نکلتے ہی کوفہ کے کوچہ و بازار میں منادی ہونے لگی کہ مسلم جس گھر سے

پکڑے گئے اس کے بال بچوں کو ذبح کر دیا جائے گا حضرت مسلم نے یہ دلخراش آواز سنی کہ میری وجہ سے یہ شخص مبتلائے مصیبت کیوں ہو جوش میں آئے تلوار میان سے نکالی اور قاضی شریح سے فرمایا۔ آپ کی مہمان نوازی کا شکر یہ میں اس کا بدلہ قیامت کے دن ادا کروں گا۔ دیکھو یہ میرے دو بچے آپ کے پاس امانت ہیں اگر کوئی وقت ملے تو انہیں مدینے کے راستے پر ڈال دینا ٹھو کریں کھاتے گرتے پڑتے مدینے پہنچ جائیں گے یہ کہہ کر حضرت مسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور شمشیر حیدری کو ہوا میں لہراتے ہوئے میدان میں آگئے اور لاکرا کہ او کوفہ کے بے وفا لوگو! تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کی مجھے اپنے مذہبی پیشوا تسلیم کیا خود نہیں آیا تمہارے بلانے پر آیا ہوں تم نے میرے پیچھے نمازیں پڑھیں ہیں اپنے بلائے ہوئے مہمان کے پیاسے ہو گئے ہو جواب دو! کہ کل قیامت کے دن تم کیا جواب دو گے اور میرے نانا <sup>مصطفیٰ</sup> <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کو کیا جواب دو گے کس طرح منہ دکھاؤ گے جس نے فرمایا میری آل بیت کا دشمن میرا دشمن ہے اور میری آل سے لڑنے والا میرا دشمن ہے اور میری پیروی حق ہدایت کا سرچشمہ ہے مگر تم آج اہل بیت کے ایک چمن سے ایک پھول کو توڑنے کے درپے ہو اسی آل محمد کی ایک حجرے کی ایک دیوار گرانا چاہتے ہو اور اسی عزت رسول کے ایک باغ کی شاخ کاٹ رہے ہو باطل کو مغلوب کرنے کے لئے اگر اب بھی حق کا ساتھ دو تو خداوند کریم کی رحمت اور بخشش کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں ورنہ آئندہ آنے والی نسلیں تمہاری بے وفائی عہد شکنی، وعدہ خلافی اور بزدلی پر قیامت تک لعنت برساتی رہیں گی۔

ہاشمی جوان کی اس ایمان افروز تقریر نے کوفہ میں ایسی آگ لگادی اور کوفہ والوں کے دل دہلا دیئے اور ایک بار پھر ہزاروں تلواریں یزید کی غیر اسلامی حکومت کے خلاف اور خاندان نبوت کی حفاظت کے لئے حق و صداقت کی رکھوالی کے لئے میانوں سے نکل آئیں۔ ابن زیاد نے شہر کے بڑے رؤسا اور سرکردہ لوگوں میں لالچ کا ایک جال بچھا رکھا تھا اور تمام امراء اور رؤسا کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ انہوں نے اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو حضرت مسلم کا ساتھ نہ دینے پر آمادہ کیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پھر ساتھ چھوڑ گئے اور حضرت مسلم

پھر تنہا رہ گئے اور پھر ہر طرف سے مایوس ہو کر بھوکے پیاسے ایک طرف چل دیئے کوفہ کے بازاروں اور گلیوں سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ ایک طرف ایک بوڑھی عورت جس کا نام طوعہ تھا خوف و ہراس سے سہمی ہوئی مکان کے دروازے پر کھڑی تھی حضرت مسلم نے فرمایا مائی میں پیاسا ہوں دو گھونٹ پانی پلا دو۔ قیامت کے دن حوض کوثر کا جام پلاؤں گا اور تیری شفاعت کروں گا اور جنت میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا طوعہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں نواسہ رسول ہوں امام حسین کا بھائی ہوں کوفہ والوں کا بلایا ہوا مہمان ہوں اور مدینہ کا مسافر ہوں اور میرا نام مسلم ہے مسلم کا نام سنا تو طوعہ قربان ہو گئی خاک پاک کو چومنا سجدہ شکر ادا کیا کہ کہاں میرا غریب خانہ اور کہاں خاندان نبوت کا شہزادہ گھر لے گئی۔ اور خدمت میں لگ گئی آدھی رات ہوئی تو طوعہ کا لڑکا ابن زیاد کے دربار سے گھر آیا بوڑھی ماں نے بیٹے کو خوشی سے بتایا کہ بیٹا ہماری سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھی اور ہمارے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا تھا کہ حضرت مسلم میرے گھر رونق افروز ہیں ساری رات اپنے مہمان پر ماں بیٹا دونوں خوش تھے مگر دونوں کی خوشیاں مختلف تھیں ماں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتی تھی اور بیٹا حضرت مسلم کو گرفتار کر کے ابن زیاد سے انعام پانے کا خواہشمند تھا چنانچہ اس جنتی ماں کے بیٹے نے ایسے ہی کیا پچھلی رات گھر سے نکلا ابن زیاد کو حضرت مسلم کا پتہ دیا صبح کی نماز کے بعد ابھی حضرت مسلم ذکر و اذکار میں مصروف تھے کہ باہر سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی یہ محمد بن اشعث کو تو ال شہر کے گھوڑوں کی آواز تھی آپ نے فرمایا۔ مائی یہ آوازیں کیسی ہیں طوعہ نے حسرت بھی نگاہوں سے حضرت مسلم کو دیکھا اور عرض کی آقا معلوم ہوتا ہے کہ میرے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا ہے ہاشمی کچھار کا یہ شیر ایک بار پھر تکبیر کا نعرہ بلند کرتا ہوا طوعہ کے مکان سے باہر آگئے ہاتھ میں تلوار لہرائی اور سر پر مصطفیٰ کی دستار تھی ہاشمی جوان کی شمشیر حیدری کوفہ کے بد فطرت انسانوں کے سر پر چمکی اور آن کی آن میں ڈیڑھ سو دشمنوں کا صفایا کر گئی کوفہ کے عہد شکن اور اہل بیت کے دشمن اس ہاشمی شمشیر کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ محمد بن اشعث نے ابن زیاد کو لکھا کہ مسلم کا مقابلہ کرنا آسان نہیں ابن زیاد نے پانسو سوار اور بھیج دیئے مگر یہ اللہ کا شیر ذرہ بھرنے گھبرا یا تازہ

دم ہو کر پھر حملہ آور ہوا اور کوفہ کے بے وفا انسانوں کے لئے فرشتہ اجل بن گیا اور چار سو کو فیوں کو واصل جہنم کیا محمد بن اشعث نے جب یہ صورت دیکھی تو اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سب ملکر حملہ کرو اور پھر حضرت مسلم پر تیروں کی بارش ہونے لگی تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی سرسراہٹ سے کوفہ کی فضا میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ہاشمی شہزادے کی تیغ برآن کی چمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی اور قہر خداوندی بن کر سروں کو کاٹ رہی تھی صبح سے دوپہر ہو گئی حضرت مسلم لڑتے لڑتے تھک چکے تھے پیاس کی شدت نے نڈھال کر رکھا تھا جسم اقدس زخموں سے چور چور تھا بے ہوش ہو کر گر پڑے محمد بن اشعث نے آگے بڑھ کر گرفتار کر لیا۔



## آل بیت پر آزمائشوں کا دور

### پہلی آزمائش حضرت مسلم کی شہادت

زخمی شیر کی مشکیں کس کر ابن زیاد کے پاس لے چلے راستے میں دیکھا کہ ایک عورت پانی کی صراحیوں اٹھائے جا رہی ہے آپ نے فرمایا خدا کے لئے دو گھونٹ پانی پلا دو محمد بن اشعث نے یہ درخواست قبول کر لی اور پانی کا پیالہ پیش کر دیا حضرت مسلم پانی پینے لگے تو ایک ظالم نے تلوار ماردی جس پر اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور پانی کا پیالہ خون سے بھر گیا اور پھر ابن زیاد کا دربار تھا اور ہاشمی خاندان کا زخمی شیر۔ ابن زیاد نے حضرت مسلم کو دیکھا تو غضب سے بھڑک اٹھا اور کڑک کر بولا مسلم اب بھی یزید کو خلیفہ مانتے ہو کہ نہیں حضرت مسلم نے فرمایا نہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ کیوں نہیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا اسلئے کہ وہ فاسق، فاجر، زانی اور شرابی ہے دنیا کا کتا ہے وہ دین کا دشمن ہے ابن زیاد نے کہا زبان بند رکھو حضرت مسلم نے جواب دیا اس زبان کو منہ سے نکالا جاسکتا ہے لیکن کلمہ حق کہنے سے روکا نہیں جاسکتا ابن زیاد کہتا ہے تمہاری گردن کاٹ دی جائے گی حضرت مسلم فرماتے ہیں مگر باطل کے آگے جھک نہیں سکتی۔

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں  
عشق کی آگ ہے دل میں ابھی بجھی تو نہیں  
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی  
کٹی ہے ہر میدان میں مگر جھکی تو نہیں

ابن زیاد۔ اب بھی اپنی زبان سے یزید کی خلافت کا اقرار کر لو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے حضرت مسلم فرماتے ہیں قرآن کی تلاوت کرنے والی زبان یزید کی خلافت کا اعلان نہیں کر سکتی اور یہ جان میری جان نہیں ہے خدا کی امانت ہے اور حق کی حفاظت کے لئے جان دینی شان مسلم ہے اور میں مسلم ہوں اور دین و شریعت کی حفاظت کے لئے مرنا موت نہیں بلکہ زندگی

ہے اور پھر اسلام کی حدود کو قائم رکھنے کے لئے فنا ہونا فنا نہیں ہے بلکہ بقا ہے اور دیکھو مجھے میرے نانا مصطفیٰ ﷺ اور بابا علی المرتضیٰ حوض کوثر کا پیالہ لئے ہوئے مجھے بلا رہے ہیں اے ابن زیاد میں جانتا ہوں کہ میرا آخری وقت ہے میری چار وصیتیں پوری کرنا (۱) میری لاش کو برباد نہ کرنا (۲) میں نے کوفہ والوں سے کچھ قرض لیا ہوا تھا میرا گھوڑا بیچ کر ادا کرنا (۳) اور حضرت حسین کو لکھ دینا کہ کوفہ نہ آئیں میرے بچوں کا کچھ پتہ نہیں وہ کہاں ہیں وہ مسافر ہیں بے وطن ہیں ان پر ترس کھانا انہیں مدینے پہنچا دینا۔ ابھی آپ فرما ہی رہے تھے کہ ابن زیاد نے جلا دو حکم دیا کہ مسلم کوشاہی دربار سے لے جا کر اس کی گردن کاٹ دی جائے ظالم جلا دمسلم کوشاہی چھت پر لے گیا اور وہاں ہاشمی جوان کی زلفوں کو پکڑ کر تلوار ماری سر اس کے ہاتھوں میں اور جسم فرش پر جا پڑا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

بنا کر دند خوا سے کہ بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

ہاشمی شہزادے کا بے گور و کفن لاشہ کوفہ کے فرش پر پڑا ہے کوئی اٹھانے والا نہیں اور نہ کوئی رونے والا۔ ابن زیاد خوش ہو گیا اور یزیدی کتے مسکرادیئے مگر فرشتے چیخ اٹھے حوریں چلا اٹھیں اور خود روح فطرت کانپ اٹھی اور کائنات تڑپ کر رہ گئی۔

حضرت مسلم کی شہادت کے بعد ابن زیاد ایک سنہری تخت پر بڑے تکبر اور غرور کے ساتھ جھوم رہا ہے اور کوفہ کے باوفا رئیس، دعا باز چوہدری، عہد شکن اور لالچی اور چڑھتے سورج کے پجاری کتے ارد گرد بیٹھے چراغ حق بجھانے پر اپنے مذہبی پیشوا، دین کے امام اور طریقت کے پیر کو شہید کرنے پر انعام لے رہے تھے اور افسران فوج اپنی بہادری اور شجاعت کے انعام لے رہے تھے۔

ابن زیاد تکبر اور غرور کے ساتھ کہہ رہا تھا اے کوفہ والو! میں نے جو کچھ کہا تھا وہ پورا کر دیا اور آئندہ بھی یاد رکھو کہ جس نے حسین ابن علی کا نام لیا اس کا بھی یہی حشر ہوگا جو یزید



کے خلاف باغی مسلم کا ہوا بھی وہ اور کچھ کہتا مگر ایک بوڑھی عورت سر پر سیاہ چادر اوڑھے لکڑی کے سہارے ابن زیاد کے سامنے کھڑی ہو گئی اور غضبناک آواز میں بولی اے بدنہاد انسان زبان بند کر ہم نے جس شیطان کی خبر سنی تھی وہ شیطان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اسی نے حضرت آدم کی خلافت کا انکار کر کے اعلان کیا تھا اور تو امام حسین کی خلافت کا منکر ہے اس نے بھی خلیفہ برحق کی بے ادبی کی تھی تو بھی خلیفہ برحق کا دشمن ہے وہ قیامت تک ملعون ہوا اور تجھ پر بھی قیامت تک پھٹکار پڑتی رہے گی نور حق اور نور ہدایت ایک چراغ کو بجھا کر تو نے اسلام کو اندھیرے میں ڈال دیا ہے گلشن اہل بیت کے ایک پھول کو توڑ کر تو نے اس باغبان کی روح کو شرمایا ہے اور عزت پیغمبر کو پامال کر کے تو نے انسانیت کے چہرے پر سیاہ دھبہ لگایا ہے اے دنیا کے کتے۔ یاد رکھ! حشر کے دن تیرا بھی یہی حشر ہوگا جو فرعون اور نمرود کا ہوگا اور یہ ایک چھوٹی سے جمائل ہے جو ہر وقت اس مظلوم کے گلے میں رہتی تھی یہ اس کی امانت ہے سنبھال اور یہ لے اس جوان ہاشمی کی چادر جو تیرے درباری کتوں نے برسر بازار پھاڑ دی ہے۔

پہرہ دار عورت کی بے باک گفتگو سن کر ابن زیاد غصے سے لال پیلا ہو گیا اور گرج کر بولا اوگستاخ عورت تو کون ہے بڑھیا خاموش رہی ابن زیاد نے ایک فوجی افسر کو حکم دیا کہ اس کے چہرے سے نقاب کھینچ لی جائے بوڑھی عورت کڑک کر بولی۔ خبردار! ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو میرے چہرے کی طرف بڑھیں گے اور جن آنکھوں نے حضرت مسلم کی صورت دیکھی ہے وہ آنکھیں اب تم جیسے مردود کی شکل نہیں دیکھ سکتیں اور میں وہی بدنصیب طوعہ ہوں جس کے گھر سے حضرت مسلم کو نکال کر شہید کیا گیا ہے خدا جانے اس کی سزا مجھے قیامت کو کیا ملے گی خدا کے لئے مجھے حضرت مسلم کی لاش دکھا دو تا کہ میں ان کے قدموں سے لپٹ کر خون آلود ناک کو چوم کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ لوں مجھے افسوس ہے کہ میں ان کو اپنے گھر ایک مہمان کی حیثیت سے کیوں لے گئی اور پھر اس نے اپنے دعا باز اور بے ایمان بیٹے کی گرفتاری سے اس مظلوم کی شہادت کا باعث بنی۔ اے مردود تو اپنے قہر و غضب کے خوف سے ہو سکتا ہے کہ خدا کے بندوں کی زبانیں بند کر و مگر لوگوں کے دلوں سے محبت اہل بیت نہیں چھین سکتے۔

## دو مظلوم شہزادے

ابن زیاد نے کوفہ میں ہونے والی تمام کارروائی یزید کو پہنچادی جس میں امام مسلم کے بچوں کا بھی ذکر تھا یزید کی طرف سے حکم ملا کہ ان بچوں کو میرے پاس بھیج دو۔ مظلوم بچے ابھی تک قاضی شریح کے گھر تھے ابن زیاد نے اعلان کر دیا کہ جس کے پاس امام مسلم کے بچے ہوں وہ دارالامارت میں پہنچائے قاضی شریح کو حضرت مسلم سے کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا اور بے قرار ہو گیا بچوں کو مدینہ منورہ بھیجنے کی ترکیب سوچنے لگا پتہ چلا رات کو ایک قافلہ مدینہ کو جانے والا ہے رات کے وقت اپنے لڑکے کو بلا کر سمجھایا کہ تم مسلم کے بچوں کو لے کر احتیاط سے چھپتے چھپاتے شہر سے باہر نکل جانا وہاں تمہیں مدینہ منورہ کو جانے والا قافلہ ملے گا میں نے ان سے بات کر لی ہے بچوں کو ان کے حوالے کر دینا کہ ان کا خیال رکھیں۔ اور مدینہ پہنچادیں میں اس لئے نہیں جاتا کہ پہچان نہ لیا جاؤں اگر تم سپاہیوں کی نظروں میں آ گئے تو میں تمہیں بچالوں گا اپنے بیٹے کو اچھی طرح سمجھا دینے کے بعد قاضی شریح نے سوتے ہوئے بچوں کو جگایا ہاتھ منہ دھلایا تا کہ نیند کا غلبہ کم ہو جائے۔ پھر دونوں شہزادوں کو گلے لگا کر خوب پیار کیا پیار کرتے کرتے حضرت مسلم کی شہادت کی طرف خیال چلا گیا قاضی شریح کی چیخیں نکل گئیں اور زار و قطار رونے لگے ننھے شہزادے پریشان ہو گئے ننھے شہزادوں نے بے قرار ہو کر پوچھا بابا آپ روتے کیوں ہیں؟ ہمارے ابا کہاں ہیں؟ آپ کہتے تھے کہ وہ کسی دوسرے شہر گئے ہیں کیا وہ ابھی تک واپس نہیں آئے۔ ہم نے ابا سے وعدہ کیا تھا کہ ہم کبھی ضد نہیں کریں گے اور نہ ہی کوئی چیز مانگیں گے ہم نے سفر کی مصیبت اس لئے برداشت کی تھی کہ ابا کے ساتھ رہیں گے۔ شہزادوں کی دردناک اور رقت انگیز گفتگو سن کر قاضی شریح دھاڑیں مار کر رونے لگا بابا کو روتے دیکھ کر بچے بے قرار ہو گئے بچوں کی فریاد اور آہ و زاری اور قاضی شریح کا رونا فضائے عالم کو غمزہ کر چکا تھا قاضی شریح کا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ شہزادو! تمہارا باپ اب اس دنیا میں نہیں ہے تمہارے باپ کو ظالموں نے شہید کر دیا ہے اب تم یتیم ہو چکے ہو ابھی تھوڑی دیر تک ایک

قافلہ مدینے کو جانے والا ہے تمہیں اس قافلے کے ساتھ مدینے بھیج رہا ہوں میں نے اس لئے تمہیں اس وقت جگایا ہے کہ اب جلدی کرو لڑکے کے ساتھ چھپتے چھپاتے چلے جاؤ یہاں کا حاکم تمہیں تلاش کر رہا ہے تاکہ وہ تمہیں بھی شہید کر دے اب دیر نہ کرو قافلہ کہیں چلا نہ جائے اب کس طرح بتایا جائے کہ امام مسلم کے ان بچوں پر یہ خبر سن کر کیا بتی ہوگی یہ اندازہ تو صاحب اولاد ہی کر سکتے ہیں بچوں کے دل کانپ گئے لرز گئے حسرتوں کے طوفان آنکھوں سے آنسو بن کر ٹپکنے لگے سینے سے اٹھنے والے طوفان حلقوں پر آ کر پھنس گئے پھٹی آنکھوں سے قاضی شریح کو دیکھا اور آنکھوں میں ہزاروں ارمان لئے اس لڑکے کے پیچھے ہو گئے۔

جاتے ہیں چاک دامن راحت لئے ہوئے

ننھے سے پھول داغ یتیمی لئے ہوئے

ٹھوکر تو لگ ہی چکی تھی اب گرنے میں کیا دیر تھی گرتے پڑتے اٹھتے رات کا وقت اندھیرا کوفیوں کے ناہموار دلوں کی طرح راستہ گلیوں کے موڑ۔ قاضی شریح کے لڑکے کی رفتار تیز اور یہ کمزور کبھی ایک گرتا ہے۔ اور کبھی دوسرا اسی طرح شہر سے باہر آتے ہیں چاند کی چاندنی میں بہت دور جاتے ہوئے قافلے کا اڑتا ہوا غبار نظر آتا ہے قافلہ جا چکا ہے مدینہ منورہ کو جانے والا قافلہ ارمانوں کی بستی کو لے جانے والا قافلہ۔ آرزوؤں کے شہر جانے والا قافلہ

آں خنک شہرے کہ آنجا دلبراست

خاک وطن تخت سلیمان خوشراست

قاضی شریح کے لڑکے نے کہا کہ قافلے والے جا رہے ہیں تم دوڑ کر ان تک پہنچ جاؤ قافلہ ابھی دور نہیں گیا تم جلدی پہنچ جاؤ گے پس تقدیر انہیں جنہیں دوڑاتی رہی وہ دوڑتے رہے قافلے تک انہوں نے کیا پہنچنا تھا قافلے کا اڑتا ہوا غبار بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھک ہار کر بیٹھ گئے ٹانگیں جواب دے گئیں سانس پھول گئے رات کا وقت ہے ریت کے ٹیلے ہیں خوفناک جنگل اور ننھے سے پھول، غم کی تصویریں بنے ہوئے دل، سہمی ہوئی نگاہیں، نہ کوئی منزل نہ کوئی

رہبر، بے یار و مددگار ریت پر بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں لوگوں کے بچے بستروں پر خواب راحت میں پڑے سو رہے ہیں لیکن مسلم شہید کے یتیم شہزادے تھکاوٹ سے چکنا چور ریت پر لیٹے ہوئے ہیں آپس میں مشورہ کر کے اٹھتے ہیں اور آہستہ آہستہ دوڑنا شروع کر دیتے ہیں لیکن راستے کا کچھ پتہ نہیں۔ اسی طرح چلتے چلتے صبح کے آثار نمودار ہوتے ہیں سامنے دیکھتے ہیں ایک شہر ہے۔ دل کو تھوڑی سی تسلی ہوئی شاید یہاں کسی سواری کا بندوبست ہو جائے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا چند قدم پر چلنے والا آدمی نظر آ گیا وہ شخص صبح ہی صبح دو بچوں کو شہر کی طرف آتا دیکھ کر بڑا حیران ہوا اتنے میں بچے قریب پہنچ گئے بڑے شہزادے نے پوچھا اس شہر کا نام کیا ہے اس نے کہا۔ کوفہ۔ کوفہ کا نام سن کر بچوں کی جو حالت ہوئی وہ ناقابل بیان ہے اس شخص نے پوچھا تم کون ہو مسلم کے یتیم بچے۔ بے وفاؤں اور لالچیوں کا شہر وہ ان دونوں کو لے کر ابن زیاد کے پاس آ گیا اس نے کہا داروغہ جیل کے سپرد کر دو حق بیان کرنے والوں کے لئے جیل پرانی بات ہے یہی بات کہنے سے انہیں جیل بھیج دیا گیا۔

جیل کے داروغہ کا نام مشکور تھا وہ حکومت کا ملازم مگر اہل بیت سے بے حد محبت اور عقیدت رکھتا تھا اس نے شہزادوں کے ساتھ بہت پیار کیا اس عالم میں کسی کا پیار سے پوچھ لینا ہی بڑی بات ہے داروغہ جیل کی شفقت سے شہزادوں کو کچھ تسلی ہوئی داروغہ نے کھانے پینے کی چیزیں پیش کیں بادل نخواستہ تھوڑا بہت کھاپی لیا کھانا کیا تھا باپ کی یاد سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا اسی طرح دن گزر گیا رات ہو گئی رات کا اندھیرا بڑھنے لگا مشکور نے بچوں کو ساتھ لیا اور شہر کے باہر آ گیا بچوں کے سروں پر دست شفقت پھیرا بڑے شہزادے کو ایک انگٹھی دے کر کہنے لگا یہ راستہ شہر قادسیہ کا ہے دل تو نہیں چاہتا کہ رات کے وقت آپ کو سفر کی تکلیف دوں لیکن مجبوری ہے یہاں کا حاکم بڑا سخت اور بد بخت ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہیں وہ شہید نہ کر دے یہ نہایت پر امن راستہ ہے آپ بغیر کسی ڈر کے اپنا سفر جاری رکھیں جب قادسیہ پہنچ جائیں تو میرے بھائی کا پتہ پوچھ لینا اسے میری انگٹھی دینا وہ آپ کو کسی سواری کے ذریعہ مدینہ منورہ پہنچا دے گا۔

شہزادے مشکور کے جذبہ رحم سے بہت متاثر ہوئے سر پر وہی سفر کی مصیبت دیکھ کر پریشان ہو گئے تقدیر کب کسی کی پریشانی دیکھتی ہے۔ مشکور چند قدم ساتھ چلتا رہا اور پھر دونوں کو پیار کر کے واپس آ گیا صرف سات آٹھ سال کے ننھے منے مسافر رات کے اندھیرے میں چلے جا رہے ہیں پھر چاند طلوع ہو جاتا ہے شہزادے پھر چلنا شروع کر دیتے ہیں جب تھک جاتے ہیں تو بیٹھ جاتے ہیں مسلسل تین دنوں سے جاگ رہے ہیں کسی جگہ آرام کرتے ہیں تو نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے لیکن سونے کی خواہش خود بخود دم توڑ دیتی ہے جلد از جلد مدینہ پہنچ جانے کا جذبہ نیند کو بھگا دیتا ہے آنکھیں مل کر اٹھتے ہیں پھر چلنا شروع کر دیتے ہیں ساری رات مصیبت کا سفر کرتے کرتے صبح کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں پھر سامنے ایک شہر نظر آتا ہے گویا تھکے ماندے مسافر شہر کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔

چلتے چلتے پاؤں پر چھالے پڑ چکے تھے مگر شہر کو دیکھ کر ایک نیا ولولہ پیدا ہو گیا سارا جسم تھکن سے چور چور ہے لیکن اب قدم خود بخود اٹھ رہے ہیں بڑے شہزادے نے کپڑے میں بندھی ہوئی انگوٹھی کو کھول کر دیکھا مشکور کے بھائی کا نام یاد کیا اور چھوٹے بھائی کو کہا کہ مشکور بہت نیک آدمی تھا دعا کرو کہ اس کا بھائی بھی ایسا ہی ہو۔ تھکاوٹ تو بہت ہے لیکن مشکور کے بھائی کو کہنا کہ ہمیں آج ہی مدینہ منورہ پہنچا دے اسی طرح گفتگو کرتے کرتے شہر کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے اس خوشی میں دل دھڑکنے لگتا ہے جب شہر کے اور قریب ہوئے تو ایسے ہوا جیسے کسی نے بجلی کا کرنٹ لگا دیا ہو دونوں تصویر حیرت بنے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہیں دونوں نے پہچان لیا کہ یہ تو وہی شہر کوفہ ہے جہاں سے ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا ننھے مسافروں کے دل ٹوٹ گئے پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھا نزدیک ہی پانی کا ایک چشمہ تھا اس کی طرف چلے گئے چشمے کا ٹھنڈا پانی نوش کیا منہ دھویا دونوں کے جسم درد اور تھکاوٹ سے چور چور تھے کسی بھی حصے میں ہاتھ نہیں رکھا جاتا تھا۔

دل میں ہو درد تو دعا کیجیے

بن جائے دل یہی درد تو کیا کیجیے

## مشکور کی شہادت

ادھر صبح ہوتے ہی ابن زیاد کو خبر ملی کہ حضرت مسلم کے بیٹے جیل میں نہیں ہیں ابن زیاد نے داروغہ جیل مشکور کو حاضر ہونے کا حکم دیا تھوڑی دیر کے بعد مشکور ابن زیاد کے دربار میں حاضر ہو جاتا ہے۔

ابن زیاد! مسلم کے بچوں کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ وہ جیل میں نہیں ہیں کیا یہ درست ہے؟ ہاں! یہ اطلاع درست ہے۔ کیا تم نے انہیں کسی اور جگہ ٹھہرایا ہے؟ مشکور جواب دیتا ہے کہ نہیں۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر انہیں آزاد کر دیا ہے کیا تمہیں میرا ڈر نہیں تھا۔ نہیں! جو خدا سے ڈرتے ہیں وہ کسی سے نہیں ڈرتے تو بھی اللہ سے ڈرے گناہ بچوں کو بے دردی سے شہید کر کے شہداد اور نمرود کی روحوں کو بھی شرمندہ کر رہے ہو ان کی روحمیں بھی کانپ جاتی ہوں گی مشکور کی حق گوئی اور بے باکی سے ابن زیاد کے تن بدن میں آگ لگ گئی جلا دیکو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دو پہلے درے لگائے جاتے ہیں پھر تلوار سے سر قلم کر دیا جاتا ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

ہزار ہزار سلام ہو اس اہل بیت کے خادم پر کہ جس نے جان تو دے دی مگر کلمہ حق کہنے سے باز نہ آیا یہی سنت ہے یہی پیغام حسین ہے دارورسن کی پرواہ کئے بغیر کلمہ حق کہتے رہو۔

دل میں حق حریت کا جذبہ ہونا چاہیے

جذبہ مشکور کا۔ مشکور ہونا چاہیے۔

ادھر مشکور جن بچوں کو بچانے کے لئے جام شہادت نوش فرماتے ہیں وہ چشمہ کے کنارے بیٹھے ہوئے چھپنے کی کوشش کر رہے ہیں دیکھتے ہیں کہ چشمہ کے کنارے والے موٹے تنے میں کافی خلا ہے معصومانہ سوچ تھی جو بھی آیا کیا دونوں بچے اس تنے کی کھوہ میں دبک کر بیٹھ گئے۔

## حشیہ کنیر کا آنا

تھوڑا ہی وقت گزرا ایک عورت ہاتھ میں برتن لئے ہوئے چشمے پر آتی ہے جب اس نے چشمے سے پانی لینا چاہا تو درخت کے عکس کے ساتھ شہزادوں کا عکس نظر آیا یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دو چاند پانی سے طلوع ہو رہے ہیں جو نور کی تصویریں ہیں گلاب کے پھولوں جیسے چہرے خون کے آنسو میں بھیگ کر گل لالہ بن چکے ہیں وہ عورت ایک حارث نامی شخص کی کنیر تھی اس نے اوپر نظر اٹھائی مسلم کے دونوں یتیم سراپا درد کی تصویریں اس کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ کنیر نے شہزادوں کی حالت دیکھی تو تڑپ اٹھی وہ سوچنے لگی اتنے خوبصورت بچے اس قدر غم و الم کی تصویر کیوں بنے ہیں ان پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے جو یہاں چھپے ہوئے ہیں آنکھیں سرخ ہیں بال بکھرے ہوئے ہیں اور بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

کنیر اپنے آپ کو سنبھال کر عرض کرتی ہے۔ اچھے بچو! تم کون ہو تمہیں کس کا ڈر ہے کہ اس طرح چھپے بیٹھے ہو تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔ بچوں نے جواب دیا۔ بی بی! ہم سے یہ نہ پوچھو کہ ہم کس لئے یہاں بیٹھے ہیں باپ کا نام بتاتے وقت ہمارے سینے پھٹ جاتے ہیں بس یوں سمجھ لیں کہ ہم دونوں یتیم ہیں۔

کنیر کے دل میں اچانک خیال آیا کہ یہ بچے کوفیوں کے معلوم نہیں ہوتے یقیناً یہ حضرت مسلم کے شہزادے ہیں پھر ٹھنڈی آہ بھر کر بچوں سے مخاطب ہوتی ہے اگر میرا خیال غلط نہیں تو آپ حضرت مسلم کے فرزند دلہند ہیں شہزادوں نے تڑپ کر کہا کہ ہاں بی بی! تم ٹھیک کہتی ہو مگر اب ہمیں مسلم کے دلہند نہ کہو بلکہ مسلم کے یتیم کہو غریب الوطن پر دیسی کہو۔

طور جن کا چھپ گیا ہم وہ کلیم ہیں  
دلہند کس کے رہ گئے اب تو یتیم ہیں  
بی بی ہمیں یاد کے تحفے نہ دیجیے  
ہم بے وطن ہیں مسافروں پر رحم کیجیے

کنیز یہ درد بھری داستان سن کر تڑپ کر رہ گئی پھر عرض کرتی ہے اچھے شہزادو! اللہ تمہیں صبر دے اور تم پر رحم فرمائے میں ایک بی بی کی کنیز ہوں میں بھی خاندان اہل بیت کی غلام ہوں اور میری مالکہ کو بھی اہل بیت سے محبت ہے میں ابھی جا کر تمہارے متعلق بتاتی ہوں تم کسی قسم کا فکر نہ کرنا میں ابھی آتی ہوں کنیز چلی گئی تو بڑے شہزادے محمد نے چھوٹے بھائی کو مخاطب کیا کہیں ہم پھر کسی جال میں نہ پھنس جائیں۔ بھائی جان! اب جو بھی تقدیر میں ہو گا وہ ہو کر رہے گا مجھے تو اس حبشی کنیزہ میں سچائی معلوم ہوتی ہے۔ ہاں بھائی جان سیاہ فام حبشیہ کے چہرے پر عقیدت اور سچائی نظر آتی تھی خدا کرے اس کے دل میں بھی سچائی اور ہمدردی ہو۔

ادھر شہزادے اپنی سوچ اور فکر میں تھے ادھر اس کنیز نے جا کر مالکہ کو سب حالات سے آگاہ کیا مالکہ نے جب حضرت مسلم کے یتیم شہزادوں کا حال سنا تو تڑپ کر رہ گئی اور پھر والہانہ انداز میں باہر کو دوڑ پڑی کنیز بھی ساتھ تھی دروازے کے پاس پہنچ کر رک گئی کنیز بھی رک گئی مالکہ نے اپنے سر کا دوپٹہ اتارا اور کنیز کے سر پر دے کر کہنے لگی آج سے تو میری لونڈی نہیں بہن ہو۔ تو نے مجھے بڑی خوشخبری سنائی ہے میں نے اس کے صلے میں اپنے مال کے حصے سے آزاد کرتی ہوں پھر ننگے سر ہی والہانہ دوڑتی ہوئی چشمے پر پہنچتی ہے شہزادے اسی طرح درخت کی کھوہ میں دیکے بیٹھے تھے حالات دیکھ کر بی بی کی چیخ نکل گئی قریب پہنچ کر نہایت شفقت سے بولی۔ گلستان اہل بیت کے نونہالو۔ نیچے تشریف لے آؤ ڈرو نہیں۔ پیارے شہزادو! میں آپ کی خادم ہوں اہل بیت کی غلام ہوں خاندان نبوت کی لونڈی ہوں مجھے اپنی سمجھو دونوں بھائی ڈرے ہوئے نیچے اتر آئے آخر انہوں نے درخت سے باہر آنا ہی تھا مگر وہ بی بی جو کچھ کہہ رہی تھی دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی تھی۔ آخر شہزادے درخت سے نیچے اتر آئے شہزادوں کو گود میں لے کر بے اختیار روتی ہوئی کبھی ایک کا منہ چومتی کبھی دوسرے کا۔ کبھی دونوں کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر روتی اور پھر ایک بھائی کو اپنی گود میں اٹھالیا اور دوسرے کو کنیز نے اٹھالیا اور گھر کے اندر لے آئی جلدی جلدی پانی گرم کیا بچوں کو نہلایا کپڑے پہنائے اور کھانا آگے رکھ دیا بچوں نے کھانا کھایا بی بی نے بستر لگا دیا کہ بچے آرام سے سو جائیں۔



بچے سو رہے ہیں۔ بی بی سرہانے بیٹھی بچوں کا نظارہ کر رہی ہے رحم کا جذبہ تھا اسلام کی چاشنی تھی اسلام کا نور تھا انسانیت کی عظمت تھی ایمان کی حرارت تھی صداقت کی روشنی تھی شرافت کی حیا تھی اہل بیت کی عقیدت تھی خاندان نبوت کی محبت تھی بہنوں کا پیار تھا ماں کی مامتا تھی۔

اس کے دل میں خلوص و پیار کی تنویر تھی

اس کے دل میں الفت آل نبی تحریر تھی

پیکر مہر و وفا آل محمد کی غلام

چلتی ہوئی مامتا کے پیار کی تصویر تھی

رات ہو جاتی ہے کئیر کو بلایا اور کہا تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑی دولت سے نوازا ہے کئیر نے مالکہ کی باتیں سنیں تو دل بھر آیا بی بی دعا کرو اللہ تعالیٰ ایسا بندو بست کرے کہ یہ شہزادے بخیریت اپنے گھر مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ (تقدیر مسکرا رہی تھی) اسی لئے تمہیں بلایا ہے کہ تم نے ایک کام کرنا ہے کام یہ ہے کہ تم میرے شوہر حارث کو جانتی ہو کہ وہ حکومت کا ملازم ہے اور لالچی بھی ہے میں نے سنا ہے کہ حکومت نے شہزادوں کو پیش کرنے کے لئے انعام مقرر کر رکھا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرا شوہر حارث انعام کے لالچ میں آ کر بچوں کو حوالے نہ کر دے تو پھر کیا کیا جائے کئیر مالکہ سے پوچھتی ہے بی بی اب یہ کرنا ہے کہ انتہائی رازداری سے کام لیا جائے اس کو بالکل پتہ نہ لگ سکے کہ شہزادے یہاں ہیں سوائے تمہارے اور میرے اس راز سے کوئی واقف نہ ہو۔ کافی رات گزر جانے کے بعد حارث گھر آتا ہے اور کھانا کھا کر لیٹ جاتا ہے اور اسی سوچ میں سو جاتا ہے کہ ایسی قسمت کہاں کہ مجھے بچے مل جائیں تو انہیں ابن زیاد کے حوالے کر کے انعام حاصل کروں سارا دن تلاش کرتے کرتے تھک کر چور ہو گیا ہوں۔

یا اللہ! حضرت مسلم کے بچوں کی حفاظت کرنا۔ یا اللہ! بچوں نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے ان کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ یا اللہ! حارث کو ہدایت دے اس کے دل میں رحم ڈال دے وہ صبح

ہی چلا جائے اور بچوں کو یہاں سے نکالنے کا بندوبست کر لوں گی۔ یا اللہ! حارث بڑا خود غرض ہے تو اس کا دل پھیر دے تو ہی غریبوں کا فریاد رس ہے الہی میری لاج رکھ لینا۔

الہی لاج رکھ لینا میری ان التجاؤں کی

حفاظت آپ فرماتی ہیں بے نواؤں کی

نیک بی بی سوچ رہی تھی اے اللہ اہل بیت کے ساتھ میری محبت داغدار نہ ہونے پائے یا اللہ! اپنی اپنی سوچ ہے اپنا اپنا راستہ ہے یہ فطرت کی نیرنگیاں ہیں ایک ہی گھر میں نور بھی ہے اور نار بھی۔ پھول بھی ہیں اور خار بھی۔ پیار بھی ہے اور ظلم بھی شرافت بھی ہے اور شرارت بھی۔ ہدایت بھی ہے اور گمراہی بھی۔ روشنی بھی ہے اور اندھیرا بھی۔ محبت بھی ہے اور عداوت بھی۔ بیوی بچانا چاہتی ہے شوہر مارنا چاہتا ہے ایک طرف حیات ہے دوسری طرف موت۔ ایک طرف پیکر انسانیت ہے دوسری طرف شیطانت ایک ہی گھر میں ایک ہی کمرہ میں عقیدت بھی ہے اور بغض بھی۔ یہی تو خدا کی شان ہے یہی تو مصلحت الہی ہے یہی تو قدرت کے راز ہیں یہی تو خالق اکبر کے بھید ہیں جس کی تک عقل و خرد کی رسائی نہیں۔ دونوں بچے خواب دیکھتے ہیں پھر رو پڑتے ہیں ڈوبی ہوئی رونے کی آواز حارث کے کانوں میں پڑتی ہے حارث پوچھتا ہے یہ رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے بی بی روتے ہوئے جواب دیتی ہے معلوم نہیں۔ حارث۔ مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز ہمارے ہی گھر میں سے آ رہی ہے۔

حارث خاموشی سے اٹھ کر اس کمرے میں جاتا ہے جہاں شہزادوں کے رونے کی آواز آ رہی تھی بیوی بے قرار ہو کر اس کے پیچھے دوڑتی ہے حارث کو دیکھ کر بچے سہم جاتے ہیں۔ لڑکو! تم کون ہو حارث نے پوچھا بچوں کے بجائے بیوی نے جواب دیا کہ یہ حضرت مسلم کے شہزادے ہیں میں نے کہا سور ہے ہوں گے تمہیں صبح بتاؤں گی۔ حارث جی ہم پر خدا نے فضل کیا ہے کہ اہل مصطفیٰ کے شہزادے ہمارے مہمان ہیں ایک دو روز ان کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں گے پھر ان کو کسی طرح مدینہ منورہ

پہنچادیں گے۔

وہیں کھڑے کھڑے حارث نے کہا سو جاؤ اس کی بیوی تسلی دینے کے لئے آگے بڑھی تو اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے آیا کمرے میں آ کر حارث نے بیوی سے پوچھا کہ تم نے جان بوجھ کی پردہ رکھنے کی کوشش کی ہے پھر بھی میں تجھے معاف کرتا ہوں کہ تم نے واقعی سچ کہا کہ ان بچوں کے ذریعے ہمارے دن پھر جائیں گے میں صبح ان کے سرکاٹ کر ابن زیاد کے دربار میں لے جاؤں گا پھر مجھے اتنا انعام ملے گا کہ ہماری ساری زندگی آرام سے گزر جائے گی بس یہی رحمت خداوندی ہے۔ شوہر کی وحشتناک اور خوفناک گفتگو سن کر بی بی کا کلیجہ دہل گیا رات کا باقی حصہ ہر طرح منت اور خوشامد میں گذرا کہ کسی طرح یہ ظالم راہ راست پر آ جائے اور بچوں پر ظلم نہ کرے لیکن حارث پر دولت کا بھوت سوار تھا خدا ہی جانتا ہے دوسری طرف مسلم کے معصوم بچوں نے کس طرح رات بسر کی۔

### حضرت مسلم کے بچوں کی شہادت دوسری آزمائش

صبح ہوتے ہی حارث نے بچوں کو بازوؤں سے پکڑا اور باہر کی طرف لے جانے لگا اس کو شہزادوں کو پکڑنے کا انداز ایسا تھا جیسے قصاب دو بکروں کو کانوں سے پکڑ کر ذبح خانے کی طرف لے جاتا ہے اور کانوں کو زور سے پکڑے رکھتا ہے تاکہ یہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ حارث کی عورت بچوں کو بچانے کے لئے جو کچھ بھی کر سکتی تھی اس نے ہر طرح اس خونی درندے سے بچوں کو چھڑانے اور بچانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی آخر اس نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو بچانے کے لئے جان کی بازی لگا دے گی یہ سوچ کر آگے بڑھی اور حارث کو روک کر کہنے لگی کہ ظالم تو اگر ان بچوں کو قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے میں دنیا میں اپنے ساتھ اہل بیت مصطفیٰ کے ساتھ غداری کا داغ نہیں لگانا چاہتی حارث پر لالچ اور دنیا کا بھوت سوار تھا اس پر کوئی حربہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔

لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور پاگل بنا دیتا ہے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت

بے کار ہو جاتی ہے وہ اپنے برائے اور نیکی بدی کی تمیز کرنے سے عاری ہو جاتا ہے اس نے شدت غضب سے تلووار کھینچی اور اس دنیا کی پاکباز عورت اور نیک فطرت بی بی پروار کیا تلووار سر پر پڑی بی بی کا سر زخمی ہو گیا خون کا فوارہ پھوٹ پڑا چکرا کر گری دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے سر کو تھام کر بچوں سے کہا شہزادو! مجھے معاف کر دینا میں بے قصور ہوں تم سے شرمندہ ہوں تم میرے گھر سے مقتل کی طرف جا رہے ہو کاش میں تمہیں گھر نہ لاتی سر سے خون کے فوارے بہتے رہے حارث نے اسے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور بے کس یتیموں کو زلفوں سے پکڑ کر کھینچتا ہوا آگے بڑھ گیا اس پاکباز اور درد میں ڈوبی ہوئی آواز آتی رہی محمد عربی کے شہزادو مجھے معاف کر دینا قیامت کے دن میری شکایت نہ کرنا میں بے قصور ہوں مگر نام ہوں بچوں کے سامنے حارث کی بیوی پروار ہوا تھا اس وار نے ان کے دل چیر دیئے ان کے دلوں سے ایک ہوک اٹھی اور اس ہوک کے ساتھ ایک خیال آیا کہ کاش یہ ظالم ہمیں قتل کر دیتا اور اس پاکباز بی بی کو کچھ نہ کہتا ہم نے تو قتل ہونا ہی تھا وہ بے چاری بھی ہماری تقدیر کی لپیٹ میں آ گئی ابھی ان خیالوں میں ہی تھے کہ نہر کا کنارہ آ گیا حارث نے بڑے شہزادے کو لیٹ جانے کو کہا بڑا ابھی لیٹنے والا تھا کہ پہلے چھوٹا لیٹ گیا کہ اس سے پہلے مجھے قتل کرو میں بھائی کو قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتا بڑے نے کہا کہ رک جاؤ پہلے مجھے قتل کرو۔

معصوم محبت کا یہ انداز دیکھ کر حوروں کی چینیں نکل گئیں آسمان کا کلیجہ پھٹ گیا عرش خداوندی لرز کر رہ گیا فرشتے تلملا کر رہ گئے زمین کو زلزلہ آ گیا کائنات عالم کانپ اٹھی لیکن بے رحم حارث کو رحم نہ آیا۔ نبی کے تارے، علی کے دلارے، حسین کے سہارے مسلم کے یتیم عقیل کے پوتے، محبت کے شاہکار، اہل بیت کی بہار، ایک دوسرے کو سینے سے لگا کر ایسے لیٹ گئے جس طرح بستر پر آرام کرنے کے لئے لیٹے ہوں ابا جان سے ملاقات کا شوق، شہادت کا ذوق، غم سے بے نیاز کر دیتا ہے سینے ملے ہوئے ہیں بازو ایک دوسرے میں جمائل ہیں سونے کے انداز میں آنکھیں بند کر دیتے ہیں حارث کی تلووار نکلتی ہے چمکتی ہے دونوں یتیموں کے سرتن سے جدا کر دیتی ہے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔



اس پر خونخوار کتے چھوڑ دو یہی اس کی سزا ہے۔

ابن زیاد کو بچوں کے قتل کا غم نہیں تھا اسے یزید کی جلی کا ڈر تھا جو کچھ بھی تھا قدرت کا انتقام تھا فطرت خاموش کا انتقام معصوم بچوں کے معصوم روحوں کا انتقام، قاتل کو قتل ہونا ہی تھا ظالم کو اپنے ظلم کا بدلہ وصول کرنا ہی تھا نظام قدرت ہے اسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا ظالم کو ظلم کرنے کے لئے وقت دیا جاتا ہے لیکن اس پر گرفت بھی قائم رہتی ہے اس کے لئے قدرت کا شکنجہ ہر وقت تیار رہتا ہے سر لینے کے بدلے سر دینا بھی پڑتا ہے کسی کے ارمانوں کا خون کر کے اپنے ارمانوں کا لاشہ اٹھانا ہی پڑتا ہے یہ قانون فطرت یہ قضا و قدر کا اصول ہے قدرت کا اٹل دستور ہے۔ اس کی گرفت سے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا قانون قدرت کو توڑا نہیں جاسکتا یہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا دنیا کے بعد آخرت کا حصہ باقی ہے جہاں ذرے ذرے کا حساب ہو گا حارث کو کوفہ کے چوراہے میں سینے تک گاڑ دیا گیا اور اس پر وہی ڈال کر خونخوار کتوں کو چھوڑ دیا گیا خونخوار کتوں نے انسان نما کتے کے جسم کی تکابوٹی کر دی ظالم کو ظلم کی سزا مل گئی فطرت خاموش کو سکون حاصل ہو گیا قضا و قدر نے اپنا انتقام لے لیا ابھی یوم حساب باقی ہے۔

عبرت ہے اہل بصیرت کے لئے

### امام حسین کی مکہ مکرمہ سے روانگی

حضرت عبداللہ بن زبیر یزید کے بد ارادوں اور پھر حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کا ان کو یزید کی بیعت کی کہنے کے بعد مدینہ منورہ سے پہلے ہی مکہ مکرمہ آگئے تھے اور جب ان کو اور دوسرے مسلمانوں کو امام حسین کی کوفہ کو روانگی کا پتہ چلا تو فوراً حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اے نواسہ رسول اور جگر گوشہ رسول کوفہ والے اپنی بد عہدی اور بے وفائی میں مشہور ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ کے ساتھ بھی کوئی دھوکہ نہ ہو اس لئے آپ کوفہ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جب تک ہماری زندگی ہے آپ کی طرف کوئی آنکھ بھی اٹھا کر نہیں

دیکھے گا مگر عبد اللہ بن زبیر اور دوسرے اکابرین کی درخواست امام پاک نے قبول نہ کی اور فرمایا کہ نانا پاک کا وہ فرمان مجھے یاد ہے کہ ایک دنبہ حرم کعبہ میں ذبح کیا جائے گا جس سے کعبتہ اللہ کی بے حرمتی ہوگی اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ دنبہ میں ہی نہ ہوں اور کہیں میری وجہ سے کعبتہ اللہ کی بے حرمتی نہ ہو جب امام حسین اپنے ارادے سے کسی طرح باز نہ آئے تو عرض کی کہ اگر آپ نے جانا ہی ہے تو جائیں مگر ان پردہ دار بیبیوں اور معصوم بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں مگر سیدہ کے لعل نے ان کی یہ تجویز بھی مسترد کر دی اور فرمایا میں آخری وقت اپنے بچوں کو جدا نہیں کر سکتا۔

ہلال عید نے نمودار ہو کر لوگوں کو عید الاضحیٰ کی مسرتوں کی مبارکباد دی اور دنیائے اسلام کی سنت ابراہیمی زندہ کرنے کا پیغام دیا اور تو حید و رسالت کے پرستاروں کو حج بیت اللہ کی راہ دکھائی اور طواف کعبہ کے لئے اپنا چراغ جلایا اور پھر عید الاضحیٰ کا چاند مسلمانوں میں ایثار و قربانی کے جذبے کو زندہ کر کے ڈوب چکا تھا اور صبح کے چہرے پر شام کی زلف سیاہ بکھیر چکی تھی اور دن کی روشنی پر رات کے اندھیرے پوری طرح مسلط ہو چکے تھے اور صفا و مروہ کی پہاڑیاں حضرت ہاجرہ کے شعائر کو دیکھنے کے لئے دور دور سے آنے والے مسلمانوں کی راہ دیکھ رہی تھیں اور کھجوروں کے گچھے یاد الہیٰ میں جھوم رہے تھے اور آب زمزم مسلمانوں کی پیاس بجھانے کے لئے موجزن ہو چکا تھا اور رات نصف بیت چکی تھی کہ دوش رسول کا سوار چپکے سے خانہ کعبہ میں داخل ہوا و نفل ادا کئے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ پھیلا کر دعا کی کہ اے میرے معبود حقیقی عین اس وقت جب عید الاضحیٰ قریب آ رہی ہے اور مسلمان تیرے گھر کا طواف کرنے کے لئے دور دور سے چلے آ رہے ہیں تیرا حسین اور تیرے محبوب کا حسین تیرے گھر کو چھوڑ کر پردیس جا رہا ہے اور تیرے گھر کی درود یوار میرے لئے سایہ رحمت ہیں آج میں ان سے رخصت ہو رہا ہوں اور تیرے گھر کی عزت اور صحن کعبہ کی حرمت کی خاطر تیرے گھر کو چھوڑ رہا ہوں اے پروردگار عالم میری خطائیں بخش دے اے خالق کائنات میری غلطیاں معاف کر دے۔ رب ذوالجلال اپنے پیارے محبوب کا صدقہ توفیق عطا کر۔ تیرے اور تیرے

دشمنوں کے ظلم و ستم بخوشی برداشت کروں اور مجھے ایسا حوصلہ بخش کہ پیش آنے والی مصیبتوں میں ثابت قدم رہوں۔

اور مجھے اتنی ہمت عطا فرما کہ کربلا کے حق و باطل کے معرکے میں میرے قدم ڈگمگانہ جائیں اے اللہ کے گھر کی مقدس دیوار و سلام، اے مکہ کی پہاڑیو الوداع، اے صحن کعبہ الوداع، اور جب موزن کی صدائے توحید و رسالت نے دامن شب کو چاک کیا تو سیدہ کالخت جگر فجر کی نماز حرم خداوندی میں ادا کر کے گھر تشریف لائے اپنے عزیز واقارب اور ساتھیوں کو روانگی کا حکم دیا اور پھر گلشن اسلام کو اپنے خون سے سینچنے کے لئے کشتی دین و اسلام کو کنارے پر لگانے کے لئے اور یزید کے ہاتھوں لٹتی ہوئی سنت الہیہ کو بچانے کے لئے عترت پیغمبر کا یہ خدائی گھرانہ اور خاندان نبوت کا یہ مقدس قافلہ صرف ۸۴ جانثاروں پر مشتمل تھا ۳ ذوالحجہ ۶۰ ہجری کو نعمت الامن کو چھوڑ کر صحرائے حزن کی طرف روانہ ہوئے دنیا والو دیکھو اور غور سے دیکھو طاہری آنکھوں سے نہیں دل کی آنکھوں سے دیکھو نگاہوں سے تعصب کے پردے اٹھا کر دیکھو اور نظروں سے بغض و عناد کی پٹیاں اتار کر دیکھو یہ کون جارہا ہے کہاں جارہا ہے اور کیوں جارہا ہے سنو اور غور سے سنو یہ قافلہ سالار عشق امام حسینؑ کا ہے جو مرکز عشق سے شہادت گاہ حسین اپنا سر کٹوانے جارہا ہے یہ دوش مصطفیٰ کا سوار ہے جو آرام گاہ مصطفیٰ سے نکل کر دین مصطفیٰ کے دشمنوں کے مقابلہ میں شریعت مصطفیٰ کی حفاظت کے لئے اپنے مقتل کی طرف قربان ہونے کو جارہا ہے یہ فاطمہ کاعل ہے جو آغوش فاطمہ کو چھوڑ کر فاطمہ کے دودھ کی لاج رکھنے کے لئے سر کو نیزے پر چڑھانے کے لئے کربلا کے خونیں میدان کی طرف جارہا ہے اور یہ حیدر کالا ڈلا ہے۔ جو شان حیدری دکھانے کے لئے کوفہ کے ریگستان کی طرف جارہا ہے اور یہ ناطق قرآن ہے جو آئین قرآن کو زندہ رکھنے کے لئے دشت کربلا میں نیزے پہ چڑھ کر قرآن سنانے جارہا ہے۔

میرے آقا حسینؑ پر جنگ کرنے سے ارادے سے جانے کا الزام لگانے والو خارجو اور حصول خلافت کی خاطر لڑنے کا بہتان باندھنے والو یزید یو اور یزید کے خلاف علم



بغاوت بلند کرنے کا شور مچانے والو یزید کے حامیو بتاؤ کہ کیا کسی دشمن کے مقابلے میں لڑنے کے لئے جانے والا اس بے سروسامانی کے ساتھ جاتا ہے بے کسی بے بسی اور تنہائی میں جاتا ہے چھ سال کی معصوم بچی کو ساتھ لے کر جاتا ہے کیا وہ چھ ماہ کے شیرخوار بچے کو اپنے دامن میں چھپا کر جاتا ہے اور کیا وہ بیس ہزار کے لشکر کے مقابلے میں صرف ۸۴ انسانوں کا قافلہ لے کر جاتا ہے اگر یہ درست ہے تو ثابت کرو اور اگر نہیں تو پھر اپنے ہی گمراہ کن عقیدے سے باز آ جاؤ۔ ناموس رسالت کا یہ نورانی قافلہ مقام حدیبیہ میں پہنچ گیا خیمے نصب کر دیئے گئے اور پھر ظہر کی نماز کے لئے وضو کر کے قافلہ سالار کی امامت میں سر بسجود ہو گئے۔

امام عالی مقام نماز سے فارغ ہوئے تو فرزوق شاعر سے ملاقات ہو گئی جو کوفہ سے آ رہا تھا اور محبت اہل بیت تھا آپ نے فرزوق سے کوفہ والوں کا حال دریافت کیا تو فرزوق نے جواب دیا۔ آقا! کوفہ والوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنو امیہ کے ساتھ۔ اس لئے میں التجا کرتا ہوں کہ آپ کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں اور واپس چلے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی دکھ پہنچے۔ آپ نے فرمایا فرزوق تمہارے اس مشورے کا شکریہ مگر میرے وہ قدم جو اللہ کی راہ میں آگے بڑھ چکے ہیں اب پیچھے نہیں ہٹ سکتے میرے کاروان عشق نے اپنے جانثاروں کو کوچ کا حکم دیا اور اہل بیت کا یہ قافلہ مقام صفاح سے بھی آگے گوراوانہ ہو گیا۔

توحید و رسالت کی صدا میں بلند کرتا ہوا یہ قافلہ آگے ہی بڑھتا گیا کہ راستے میں طرح بن عدی سے ملاقات ہو گئی وہ بھی کوفہ سے آ رہا تھا اس نے گھوڑے سے اتر کر نواسہ رسول کے قدموں کو بوسہ دیا امام عالی مقام نے اس سے بھی عراق والوں کے ارادوں کا حال معلوم کیا اس نے بھی یہی جواب دیا اے سیدہ کے لعل میں نے قادسیہ کے مقام پر ایک بہت بڑا لشکر جرار دیکھا ہے جو صرف آپ سے لڑنے کے لئے تیار کھڑا ہے آپ کے ساتھ تو پردہ دار خواتین ہیں اور شیرخوار بچے بھی ہیں خدا کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں یہاں سے ایک قدم بھی آگے نہ جائیں ورنہ ڈر ہے کہ آپ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

سب نے عرض کی شہزادہ حیدر نہ جا  
 اے حسین ابن علی سبط پیغمبر نہ جا  
 صدے پہنچے ہیں وہاں تو حسن کو تو کیا کہا  
 چلنا کوفے کا ہرگز نہیں بہتر ہے نہ جا  
 روئے انور ہے تیرا آئینہ اندھے ہیں وہ  
 دے کے اندھوں میں یہ آئینہ سکندر نہ جا  
 سنگ باراں سے بچا جام بلوریں اپنا  
 ایسے لوگوں سے ہیں جو پتھر سے ہیں بدتر نہ جا  
 گلشن شاداب بنی اپنے چمن سے نہ نکل  
 نازنین پھول ہے تو کانٹوں کے اندر نہ جا

سیدنا امام حسین جواب دیتے ہیں

اے میرے غمگسارو مہربانو مجھے جانے دو  
 مجھے نانا کے دین کی ڈوبتی کشتی بچانے دو  
 کسی کے روکنے سے ابن حیدر رک نہیں سکتا  
 یہ سرکٹ سکتا ہے باطل کے آگے جھک نہیں سکتا  
 مجھے نانا کے حکم خاص کی تعمیل کرنے دو  
 مجھے تم کیا سناتے ہو مجھے حکم پورا کرنے دو  
 خدا کی راہ میں گھر سے خدا کا مہمان نکلا  
 شہیدان محبت کا امیر کارواں نکلا

اور اگر آپ اور کسی جگہ جانا چاہتے ہیں کہ جہاں دشمنوں کا خوف نہ ہو تو میرے ساتھ چلے

آئیں آپ کو کسی محفوظ مقام پر لے چلتا ہوں پھر ایک دو دن میں قبیلہ کے بیس ہزار بہادروں کی تلواریں آپ کی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں مگر اس اللہ کے شیر نے طرح بن عدی کی درخواست بھی رد کر دی اللہ کی راہ میں جان دینے سے ڈرنا کفر ہے اور پھر امیر کاروان نے قافلے کو آگے چلنے کا حکم دیا اور پھر عترت پیغمبر کا یہ مقدس قافلہ بڑی ہی انکساری کے ساتھ تصور یار میں گردنیں جھکائے ہوئے آگے روانہ ہو گیا یہاں تک کہ ثعلبہ کے مقام پر خیمہ زن ہو گیا یہاں پر بکر اسعدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ بھی کوفہ سے آ رہا تھا اس نے امام عالی مقام کے قدم چومے۔ علی کے نور نظر نے اس سے بھی کوفہ والوں کے حالات پوچھے اس نے بھی عرض کی یا حضرت ابن زیاد نے عمر و سعد کو آپ کو قتل کرنے کیلئے روانہ کر دیا ہے اور وہ بھاری لشکر لے کر قادیسیہ میں اتر چکا ہے اور آپ کا منتظر ہے اس لئے خدا کے لئے کوفہ جانے سے باز آ جائیے اور اپنے بال بچوں پر رحم کیجیے اپنے خویش و اقارب پر ترس کیجیے اور پردہ نشین عورتوں پر رحم کیجیے اور آگے نہ جائیے کوفہ والوں نے امام مسلم اور ان کے دونوں بچوں کو شہید کر دیا ہے اگر آپ وہاں گئے تو آپ کی جان کا بھی خطرہ ہے۔ امام عالی مقام نے اس کے حق میں دعا کی اور اس کی التجا بھی یہ کہہ کر قبول نہ کی کہ آپ واپس ہو کر علی کی شجاعت کو دھبہ نہیں لگائیں گے۔

حضرت مسلم اور ان کے دونوں بچوں کی شہادت سن کر امام عالی مقام کو ایسا صدمہ ہوا کہ رات اسی مقام پر بسر کی حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت کا خیال بار بار امام عالی مقام کو پریشان کر رہا تھا کہ بھائی مسلم نے اپنی جان بھی دے دی اور اپنی عمر بھر کی کمائی دونوں بچوں کو بھی مجھ پر قربان کر دیا حضرت مسلم کی یتیم بچی اس سفر حق و صداقت میں امام عالی مقام کے ساتھ تھی اس کو بار بار دیکھتے اور اسکی یتیمی کا احساس کر کے آہیں بھرتے سیدہ کے لعل نے بہت کوشش کی کہ باپ اور بھائیوں کی شہادت کی خبر اس تک نہ پہنچے مگر ضبط نہ ہو سکا اور بے اختیار اس کو گلے لگا لیا بار بار اپنے دست شفقت اس کے سر پر پھیرتے وہ نو سال کی بچی نہ سمجھ سکی کہ آج بے پناہ شفقت کا کیا راز ہے بچی نے کئی بار چچا حسین کے چہرے پاک کو دیکھا تو

نو اسہ رسول نے سر کو بوسہ دیا تو معصوم بچی نے عرض کی چچا جان میرے ابا جان کی خیر تو ہے آج آپ مجھ سے ایسا پیار کر رہے ہیں جیسے یتیموں سے کیا جاتا ہے چچا جان بتائیے تو سہی۔ آپ کیوں رورہے ہیں میرے ابا جان خیریت سے ہیں بیٹی آج کے بعد میں تیرا ابا ہوں اور تیری ماں شہر بانو ہے اور تیرے بھائی اکبر اور اصغر ہیں حضرت مسلم کی بیٹی اگر انجان تھی مگر امام پاک کی اس گفتگو سے سمجھ گئی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہے بھائی ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں اور میں یتیم ہو گئی ہوں لیکن تسلی کے لئے پوچھا۔ چچا جان! کیا میرے ابا اور بھائی شہید ہو گئے ہیں سیدہ کے لعل نے مسلم کی اس بیٹی کو گود میں اٹھالیا اور فرمایا ہاں بیٹی تیرے ابا شہید ہونے کا حق ادا کر گئے ہیں اور انہوں نے خاندان کی لاج رکھ لی اور دنیا کو بتا گئے ہیں کہ دین کے معاملے میں جان کچھ چیز نہیں ہے۔ وہ خود بھی شہید ہو گئے ہیں اور تمہارے دونوں بھائی بھی دین پر قربان ہو گئے ہیں جو خدا کو منظور تھا وہ ہو گیا اب صبر کرو قافلہ والوں نے یہ رات انتہائی بے چینی اور بے قراری میں گزاری صبح ہوئی تو نماز فجر سے فارغ ہو کر قافلہ چلنے ہی والا تھا کہ حربن ریاحی فوج کے ایک دستے کے ساتھ سامنے آتا دکھائی دیا۔ پھر اس نے فوج سے علیحدہ ہو کر امام پاک کی طرف قاصد بھیجا اور حاضر ہونے کی اجازت چاہی شہزادہ کونین نے اجازت دے دی کرتہا ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کیوں آئے ہو حرنے عرض کی آقا مجھے عمر و سعد نے آپ کی گرفتاری کے لئے بھیجا ہے مگر خدا وہ دن اور وہ وقت نہ لائے کہ کہیں میں ایسی گستاخی کر بیٹھوں اور میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ بال بچوں سمیت اور کسی طرف نکل جائیں میری فوج آپ کا راستہ نہیں روکے گی۔ آپ نے حر کے لئے دعائے خیر فرمائی نماز فجر کا وقت آ گیا شہزادہ علی اکبر نے اذان کہی حضرت امام خیمے سے باہر آئے اور حر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ حر۔ اذان ہو چکی ہے جماعت تیار ہے نماز میرے پیچھے پڑھو گے یا اکیلے امام عالی مقام کی اس آواز نے حر کو سوچنے پر مجبور کر دیا اگر نماز الگ پڑھی تو ہوگی نہیں اس لئے کہ امام برحق موجود ہے اور اگر پیچھے پڑھ لی تو پھر مقتدی ہونے کا حق ادا کرنا پڑے گا ادھر حر سوچ رہا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں ادھر امام برحق نے

نماز شروع کر دی ابھی امام عالی مقام نے رکوع نہیں کیا تھا تو حرنے آ کر پیچھے اس امام کے اللہ اکبر کہہ دیا۔

عشا کی نماز کے بعد حرنے پھر ملاقات کی حرنے ابن زیاد کا ایک خط اور پیش کر دیا جس میں لکھا تھا کہ حسین ابن علی کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے میں ذرہ بھرتا مل نہ کیا جائے خط پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا تو اب کیا چاہتے ہو عرض کی آقا! میں خاندان نبوت کا غلام ہوں آپ مجھ سے بے فکر رہیں۔ اور میں پھر التجا کرتا ہوں کہ آگے نہ جائیے اور آپ ایسا کریں کہ آپ ہمارے ساتھ ساتھ چلیں تھوڑی دور منزل سترہ ہے وہاں میں آپ کو اتار دوں گا اور آپ میری فوج کے دستے سے دور اتریں اس طرح آپ کو نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔

لیکن فاطمہ کے لعل نے حرکی یہ تجویز بھی مسترد کر دی کہ حق و صداقت کی راہ سے جان بچا کر بھاگ جانا خاندان نبوت کی توہین ہے۔ حر! نا امید ہو کر چلا گیا تو مظلوم کربلانے قافلے کو آگے چلنے کا حکم دیا اور ابھی رات کا تھوڑا ہی حصہ گزرا تھا کہ ناموس رسالت کا یہ نورانی قافلہ یہاں سے بھی آگے کو روانہ ہو گیا۔ حرنے جان بوجھ کر اپنے دستے کو آہستہ آہستہ اپنے پیچھے چلنے کا حکم دیا تا کہ امام حسین کو کسی طرف نکل جانے کا موقع مل جائے یہاں تک کہ رات کے اندھیرے میں یہ قافلہ حرکی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

حضرت امام حسین کو کچھ پتہ نہیں کہ کہاں جا رہے ہیں اور کس طرف جا رہے ہیں یہاں تک کہ ساری رات چلتے رہے صبح ہوئی تو امام عالی مقام ایک مقام پر رک گئے امام حسین نے اپنے گھوڑے کو آگے چلانے کی بہت کوشش کی مگر اس نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا اور پھر آپ نے ساتھیوں سے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے۔ تو جواب ملا۔ کربلا۔ کربلا کا نام سن کر مظلوم کربلانے قافلہ ٹھہرانے کا حکم دیا اور فرمایا یہی ہماری آخری منزل ہے اور یہی میری شہادت گاہ ہے اور یہی وہ زمین ہے جو آل بیت کے لہو سے سیراب ہوگی اور یہی وہ خاک کربلا ہے جو اہل بیت کے خون سے رنگین ہوگی پھر محرم الحرام کی نویں تاریخ ۶۱ ہجری خاندان نبوت کا یہ نورانی گھرانہ اور آل بیت اطہار کا یہ مقدس قافلہ خونیں میدان میں نہر فرات کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔

## کربلا کا خونیں میدان شہادت گاہ اہل بیت

محرم کی نویں رات ہے شمر نے نے ابن سعد سے کہا جلدی جلدی نماز عصر ادا کرو اور بھر پور حملہ کرو ادھر امام عالی مقام نماز عصر کی تیاری کر رہے تھے ادھر یزیدی فوج نماز عصر سے فارغ ہو کر روح نماز کو جلد از جلد قتل کرنا چاہتی ہے صلوٰۃ الوسطیٰ کی حفاظت کی جا رہی ہے مگر جس کے باپ کی اسی نماز کی ادائیگی کے لئے سورج کو پلٹنا پڑا اس کی لاش پر گھوڑے دوڑانے کے مشورے کئے جا رہے ہیں۔

اہل عرفان حیران ہیں کہ یزیدیوں کی اس نماز کا کیا نام دیا جائے بہر حال نماز عصر سے فارغ ہو کر امام عصر کو قتل کرنے کے لئے یزیدی فوج حرکت میں آ جاتی ہے حضرت عباس علمدار بیس سواروں کے ساتھ سامنے آئے اور عمرو سعد سے پوچھتے ہیں تمہاری فوج کیوں آگے بڑھ رہی ہے ابن سعد نے بتایا کہ ابن زیاد کا لکھا ہوا خط اس قسم کا شمر لایا ہے اب بتاؤ کیا ارادہ ہے حضرت عباس نے فرمایا کہ میں امام عالی مقام سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔

حضرت عباس امام عالی مقام کے خیمے میں گئے دونوں طرف کے لوگوں نے آپس میں بحث شروع کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بدترین لوگ وہ ہوں گے جو اس کے حضور اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے ہاتھ تہجد گزار عابدوں اور اسکی نبی کی اولاد کے خون سے رنگین ہوں گے۔ یزیدی فوج کے عزہ بن قیس نے کہا بہت خوب۔ اپنی عظمت اور بڑائی بیان کرنے کا اچھا طریقہ نکالا ہے جی بھر کے اپنی پاکیزگی اور شان بیان کرو۔ عزہ کا یہ تمسخر سنا تو حضرت مظاہر نے فرمایا۔ عزہ! تم ایک واضح حقیقت کا مذاق اڑا رہے ہو۔ سنو! خدا تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھا کر ہمارے نفوس کو پاک کر دیا ہے خدا سے ڈرو اور آخرت کا خوف کھاؤ اور ان لوگوں کو جن کے نفوس پاک کئے جا چکے ہیں نشانہ نہ بناؤ ظلم و ستم بننے والوں کا ساتھی نہ بنو۔ عزہ نے جواب دیا کیا تم وہی مظاہر ہو جو حضرت عثمان کے حامیوں میں اور حضرت علی کے محافظوں کے ساتھ تھے مظاہر نے کہا۔ ہاں! یہ درست ہے یہی وجہ ہے کہ میں

نے امام حسین کو بیعت کر لینے کا خط نہیں لکھا لیکن جب میں نے ان کے ساتھ سفر کیا تو میری آنکھوں سے پردے اٹھ گئے۔ میں نے ان کے تقویٰ اور ورع کا عالم اور چلنا پھرنا دیکھا تو مجھے رسول خدا یاد آگئے رسول اللہ کی محبت یاد آگئی۔

میں نے دیکھا کہ یہ کتنے عظیم لوگ ہیں جو محض تحفظ حق و صداقت کے لئے ایک زبردست طاقت اور جابر حکومت سے ٹکرانے کے لئے جا رہے ہیں حالانکہ بے سرو ساماں ہیں۔ خداوند عالم نے میرے دل میں محبت ڈال دی میرے ضمیر نے مجھے بار بار کہا کہ حسین کا ساتھ دینا چاہیے اپنی جان کی قربانی دینی چاہیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اس حق کی حفاظت کرنی چاہیے جس کو یزید کے حواری ضائع کر رہے ہیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عباس امام عالی مقام کا پیغام لے کر آگئے آپ نے عمرو سعد کو فرمایا کہ امام عالی مقام فرماتے ہیں بس آج کی رات ہمیں رب کی عبادت کر لینے دیں ہم زندگی کی آخری شب میں آخری بار تلاوت قرآن پاک کرنا چاہتے ہیں۔ عمرو سعد کے ساتھیوں نے کہا ٹھیک ہے اب شام ہو رہی ہے اگر تم سے مہلت مانگتے ہیں تو تم کو مہلت دینی چاہیے چنانچہ یزیدی لشکر پھر اپنے مقام پر واپس آ گیا۔

## محرم کی دسویں رات

صبح کو یوم عاشورہ ہے یہ تاریخی دن ہے کائنات ارضی و سماوی کے ظہور میں آنے کا دن چاند، سورج اور ستاروں کی پیدائش کا دن۔ جنت اور دوزخ کے بننے کا دن ابتلاؤں اور آزمائشوں کا دن۔ حق کی فتح اور باطل کی موت کا دن، ملائکہ مقربین کی تخلیق کا دن، لوح و قلم کے نقوش ترتیب دینے کا دن، ارادہ و علم کے بطون سے ظہور میں آنے کا دن، حضرت ابراہیمؑ کے نار کو گلزار بنانے کا دن، قیام عرش اور قیامت برپا ہونے کا دن حضرت آدم و حوا کی توبہ قبول ہونے کا دن، فرعون کا دریائے نیل میں غرق ہونے کا دن، حضرت ادریس کو بلندی درجات پر جانے کا دن، حضرت نوحؑ کی کشتی کنارے پر لگنے کا دن اسی دن یوسفؑ نے قید سے نجات

حاصل کی اسی دن حضرت یعقوب سے ملاقات ہوئی اسی دن یعقوب کی بینائی واپس آئی۔ دنیائے اسلام میں تاریخی اعتبار سے یہ دن انتہائی عظیم دن ہے اسی لئے تو امام عالی مقام اس دن کا انتظار کر رہے تھے وہ دن تھا جس دن شہزادہ کونین نے اپنے نانا کے دین کو ظلم و استبداد کے پنجے سے چھڑانا تھا نانا کے امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل آشنا کرنا تھا اور جان دے کر یہ واضح کرنا تھا کہ

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہی وہ مقدس اور عظیم دن تھا جس کو خون حسین کی قربانیوں نے اور ابھی مقدس بنا دیا تھا اور اور بھی درخشاں کر کے اور بھی با عظمت کر دیا تھا اس میں شک نہیں کہ یہ دن پہلے ہی ہزاروں سعادتیں اور لاکھوں رحمتیں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھا لیکن جو سر بلندی اور شہرت نامہ اس خون حسین کی برکت سے ملی بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ گلگوں قبائے اس دن کو اپنے لئے منتخب فرما کر پھر اپنے ہی لئے مخصوص فرمایا اس کی تاریخی عظمتوں کو اگر یاد کیا جاتا ہے تو محض ذکر حسین ہی کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ اے یوم عاشورہ تیری عظمتوں کو سلام تجھے خون حسین کی سرخی نے درخشندہ و تابندہ کر دیا ہے تو جب بھی آئے گا اہل ایمان تجھے سلامی پیش کرتے رہیں گے۔

اس عاشورہ محرم کی صبح ہونے میں کچھ ساعتیں باقی ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قیامت برپا ہونے میں چند گھنٹیاں باقی ہیں قیامت بھی اسی روز قائم ہوگی لیکن اس کی آمد معلوم نہیں کربلا کی زمین ہر تھوڑے عرصے کے بعد اس قیامت کا منظر سامنے آ جائے گا۔



## کربلا کی خونیں داستان

### قیامت سے پہلے قیامت

میدان کربلا میں صبح کی اذان کے لئے شہزادہ علی اکبر کی صدائے توحید و رسالت بلند ہوئی آپ کے جاں نثاروں نے امام برحق کے پیچھے فجر کی نماز ادا کی نماز کے بعد امام حسین نے ایک بار پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آپ لوگوں نے جس خلوص اور عقیدت سے اس وقت تک میرا ساتھ دیا میں اس کا شکر گزار ہوں مگر میں پھر آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ مجھے اللہ کے آسرے پر چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ لوگ موت کے منہ میں چلے جائیں آپ کی بیویاں بیوہ ہو جائیں گی آپ کے بچے یتیم ہو جائیں گے مگر اس آخری وقت بھی کہ لشکر یزید جنگ کے لئے لگا رہا ہے اور ہر ایک کو اپنی موت نظر آ رہی تھی اور تین دن کے بھوکے پیاسے بھی تھے تمام ساتھیوں نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ اے امام عالی مقام ہم بھی مسلمان ہیں اور ہم بھی آپ کے نانا ﷺ کی شفاعت کے امیدوار ہیں اور ہم بھی ایک فاسق فاجر کی بیعت نہیں کریں گے صرف آپ کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ اسلام کی عزت اور دین کی آبرو اور حق و صداقت کے پرچم کو بلند رکھنے کے لیے ہمیں بھی اپنی قربانی پیش کرنے کی اجازت دیں۔

ایک انسان کے لئے خوف و ہراس، بھوک پیاس، اور بال بچوں کی محبت، اور اپنی جان کا خطرہ اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں اور اللہ پاک نے بھی ان چیزوں کو راہ حق و صداقت کے لئے آزمائش قرار دیا ہے مگر اس انسانیت کے پیکر مظلوم کربلا کے سامنے یہ تمام چیزیں ایک ایک کر کے موجود تھیں مگر وہ بھی راہ حق و صداقت کی روگردانی کرنے یا کسی مصلحت وقت کی تاویل پر عمل کرتے ہوئے ایک فاسق فاجر اور ایک شریعت کے باغی کی اطاعت کر لیتے ایک شخصی حکمران کے آگے سر جھکا لیتے تو وہ ان تمام مصائب سے نجات پا کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور کیوں نہیں کیا اس

لئے کہ یزید کی حکومت غیر اسلامی تھی اور یزید خود اسلامی حدوں کو توڑتا تھا اور فاطمہ کے لعل کے لئے ایک غیر اسلامی حکومت کو تسلیم کرنا اور اسلام کے باغی کے آگے سر جھکا دینا خاندان نبوت کی توہین تھی شیر خدا کی توہین تھی اور فاطمہ کے دودھ کی توہین تھی۔ امام حسینؑ پر اعتراض کرنے والوں سے ایک بار پھر کہتا ہوں کہ میدان کربلا میں جو کچھ ہوا ہونا تھا اور ضرور ہونا تھا اس لئے کہ اسکی اطلاع زبان مصطفیٰ ﷺ سے نکل چکی تھی۔ نوشتہ تقدیر تھا جو نواسہ رسول کے لئے روز ازل سے ہی لکھا جا چکا تھا ورنہ جس خدا نے پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑنے پر آب زمزم کا چشمہ جاری کر دیا تھا میدان کربلا میں بھی وہی خدا تھا اور آج اس میدان میں پیاس سے تڑپنے والے بوڑھے اور نوجوان اور بلکنے والے بچے اسی خلیل اللہ کی نسل پاک تھی اور شدت پیاس سے ایڑیاں رگڑتے علی اصغر اسی اسماعیل کی اولاد تھا اور نیزے پر قرآن پڑھنے والا حسین بھی ملت ابراہیمی کا امام تھا یہ بھی اگر چاہتا تو آسمان سے فرشتوں کی فوج آسکتی تھی تسنیم و کوثر کی نہریں زمین کربلا کے ذرے ذرے سے پانی کے چشمے پھوٹ سکتے تھے اور لشکر یزید کو ایک نیزے کی جنبش فنا کر سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیوں نہیں کیا اس لئے فرمان مصطفیٰ ﷺ جھوٹا نہ ہو جائے اور نوشتہ تقدیر غلط نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ جب میدان کربلا میں زعفر جن نے عرض کی کہ آقا اگر حکم ہو تو لشکر یزید کو ایک دم میں تباہ کر دوں تو صابر امام نے جواب دیا کہ اے زعفر تمہاری اس ہمدردی اور غمگساری کا شکریہ مگر تمہارے ہاتھوں نانا کی امت نہیں مروا سکتا شیر خدا کا شیر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد میدان کربلا میں آیا آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ آواز آئی حسین بچے جا! میں تقدیر ہوں حسین نے کہا آ جا میں شبیر ہوں۔ پھر آواز آئی حسین مجھے خدا نے بھیجا ہے۔ حسین نے فرمایا مجھے مصطفیٰ نے بھیجا ہے پھر آواز آئی حسین میرا نام قضا ہے حسین نے جواب دیا میرا باپ مرتضیٰ ہے پھر عقل بولی حسین یزید کی بیعت کرنے سے شان و شوکت ملے گی تحت و تاج ملے گا دنیا کے خزانے ملیں گے اور آرام بھی ہاتھ آئے گا اور راحت بھی ملے گی دولت بھی ملے گی اور مدینے کی حکومت بھی ملے گی عشق نے پکارا یہ تو ٹھیک ہے لیکن تو نے آج اگر صبر دکھایا تو کوثر بھی ملے گا اور جنت بھی ملے گی عقل نے

پھر کہا حسین دیکھنا گھر کا نظام نہ بگڑے عشق نے آواز دی حسین محمد کا اسلام اور کام نہ بگڑے عقل پھر بولی اکبر کی لاش پر گھوڑے دوڑیں گے اصغر کے حلق پر تیر پیوست ہوگا عباس کے بازو قلم ہوں گے عابد کے پاؤں میں بیڑیاں پہنائی جائیں گی بی بی زینب کے خیمے جلائے جائیں گے اور تمہارا سر بھی نیزے پر چڑھایا جائے گا اب بھی وقت ہے پیچھے ہٹ جا عشق نے پکارا حسین یہ سب کچھ ہوگا مگر تو ایک روش مصطفیٰ ہے لخت جگر زہرا ہے فاطمہ کا دودھ پیا ہے اس لئے حسین:

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا تو نیزے پہ کر قبول

لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

لشکر یزید سے آواز آئی۔ حسین! دیر کیوں کر رہے ہو یزید کے بیعت کے متعلق سوچ رہے ہو عمر و سعد کی اس بدزبانی سے حیدری خون جوش میں آ گیا گھوڑے کو ایٹر لگائی اور تنہا ہی لشکر یزید کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ایک ایمان افروز خطبہ دیا ارشاد فرمایا:-

اوباطل پرستو اور دین کے دشمنو! سنو اور غور سے سنو کہ یہ جو کچھ کر رہے ہو وہ کون ہے جس کے خون کے تم پیاسے ہو اور اس کی شان کیا ہے اس کے حسب و نسب کو یاد کرو میں اس رسول کا نواسہ ہوں جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو میں اس باپ کا بیٹا ہوں جو تمہارا خلیفہ اور امام تھا اور میں اس کا فرزند ہوں جس سے فرشتوں کو بھی شرم آتی تھی میرا خاندان! خاندان نبوت ہے میرا خاندان نورانی اور پاک ہے آیت تطہیر ہماری شان میں نازل ہوئی میں امام الانبیا کے دوش پر سوار ہونے والا حسین ہوں میں محبوب خدا کی زلفوں کے ساتھ کھیلنے والا حسین ہوں میرا کوئی قصور ہے تو بتاؤ۔ میرا کوئی جرم ہے تو ثابت کرو اگر کوئی گناہ ہے تو بتاؤ اور میں خود نہیں آیا تمہارے بلاوے پر آیا ہوں تمہارے سینکڑوں خطوط میرے پاس موجود ہیں اور پھر آپ نے ایک ایک کا نام لے کر مخاطب کیا فرمایا دنیا کے لالچ میں آ کر اور یزید کی غیر اسلامی دربار سے انعام و اکرام کے لالچ میں عزت پیغمبر کو ہلاک کرنے کا ارادہ اب بھی چھوڑ دو اور اپنی عاقبت

برباد نہ کرو خدا تمہیں معاف کر دے گا ہاں تمہاری نظر میں میرا قصور یہ ہے کہ میں یزید کی بیعت نہیں کرتا اور ایک فاسق فاجر کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ سن لو۔ میں اپنا سب کچھ قربان کر دوں گا اور خود بھی نیزے پہ چڑھ جاؤں گا مگر فاطمہ کے لال سے یہ توقع نہ رکھو کہ وہ بھوک اور پیاس، خوف و ہراس اور قتل اولاد کے ڈر سے یزید کی بیعت کر لے گا۔

میرے آقا پر اعتراض کرنے والو جانتے ہو میدان کر بلا میں محرم کی دس تاریخ کو کون کھڑا ہے اور کہاں کھڑا ہے کس کے سامنے کھڑا ہے اور کس لئے کھڑا ہے تو سمجھ جاؤ اگر نہیں جانتے تو سنو اور غور سے سنو ظاہری کانوں سے سنو اور دل کے کانوں سے بھی سنو یہ راکب دوش مصطفیٰ ہے یہ راحت جاں مرتضیٰ ہے اور یہ لخت جگر زہرا ہے یہ محبوب خدا ہے اور خدا کا پیارا حسین ہے یہ علی کے دل کا سہارا حسین ہے اور فاطمہ کی آنکھوں کا تارا حسین ہے۔

یہ مصر کے شام کے محلوں میں نہیں روم اور ایران کے سنہری تختوں پر نہیں بلکہ عراق کے بیابان میں کھڑا ہے کوفہ کے ریگستان میں کھڑا ہے اور کر بلا کے میدان میں کھڑا ہے اور ان کے سامنے کھڑا ہے جو اس کے نانے کا کلمہ پڑھتے ہیں اور عراق میں کھڑا ہے جو اس کے باپ کا دار الحکومت تھا۔ اور اس کوفہ میں کھڑا ہے جس کی جامع مسجد کا امام اس کا باپ تھا اور ان کے سامنے کھڑا ہے جہاں نمرود نے خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا تھا جہاں ہاروت اور ماروت کو ایک اندھے کنویں میں لٹکایا گیا تھا اور جہاں سے طوفان نوح کے دریا ابلے تھے۔ اور آج بچوں کے خون سے اہل و ایمان کی شمع جلانے کے لئے کھڑا ہے باطل کے مقابلے میں دین کا پرچم لہرانے کے لئے کھڑا ہے اور نیزے پر چڑھ کر قرآن سنانے کے لئے کھڑا ہے۔

لشکر یزید پر ایک سکوت طاری تھا ہر طرف خاموشی چھا گئی تھی کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ تھی امام عالی مقام کی اس ایمان افروز تقریر نے حرکی آنکھوں سے غفلت کے تمام پردے اٹھا دیئے۔ اس نے محبت کی نظروں سے امام حسین کی طرف دیکھا حیا آگئی اور سر جھکا لیا پھر نگاہ اٹھائی شرم آگئی اور گردن جھکالی تیسری بار دیکھا تو شمر نے پوچھا۔ حر۔ تم حسین کی طرف بار بار کیوں دیکھ رہے ہو۔ فرمایا۔ ظالمو! مجھے حسین کی پیشانی سے محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور

نظر آ رہا ہے اور پھر گھوڑے کو دوڑا کر امام حسین کے قدموں میں آگرا۔ نواسہ رسول نے اٹھایا اور فرمایا۔ حرا! کیوں آئے ہو؟ عرض کی آقا اپنے مقتدی ہونے کا حق ادا کرنے آیا ہوں اور گناہ کی معافی لینے آیا ہوں اور اپنے جرم سے توبہ کرنے آیا ہوں اور آپ کے قدموں میں جان دینے آیا ہوں اور عرض کی اے امام عالی مقام قصور وار میں ہوں کہ آپ کو گھیر کر یہاں لایا گنہگار ہوں کہ آپ کو یہاں اتارا۔ مگر واللہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ان کے دل اتنے سیاہ ہو چکے ہیں کہ آپ کو قتل کرنے کے درپے ہو جائیں گے اور آل رسول پر پانی بند کر دیں گے۔

مظلوم کر بلانے حر کو گلے لگایا اور فرمایا خدا تیری توبہ قبول کرے پھر حضرت حر نے یزیدی لشکر کی طرف منہ کیا اور عمر و سعد کو مخاطب کر کے فرمایا لعنت ہے تجھ پر کہ تو دنیا کے لالچ کے بدلے اپنے دین کو بدنام کر رہا ہے اور یزید سے انعام پانے کی خاطر باطل کی حمایت کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہا ہے اور اہل بیت کی دشمنی میں اپنا نامہ اعمال سیاہ کر رہا ہے۔ آ۔ باز آ جا۔ اب بھی وقت ہے اٹھ۔ دوڑ۔ اور امام حسین کے پاؤں پکڑ لے اور اے یزید کی باطل پرستی کا ساتھ دینے والے بے دینو جس فاطمہ کے لال کو تم نے سینکڑوں خطوط اور قاصد بھیج کر اس لئے بلایا کہ ہم آپ کی بیعت کریں گے اور جب وہ آگئے تو ان کو یزید کی بیعت کے لئے مجبور کر رہے ہیں تمہاری بد عہدی ہے عہد شکنی ہے بے وفائی ہے اب بھی وقت ہے اپنی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھاؤ اور اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے باطل کا ساتھ چھوڑ کر حق کی حمایت کرو واللہ تمہیں معاف کر دے گا۔

صبح کی نماز کا وقت ہے امام عالی مقام نے پہلے نوافل ادا فرمائے ذکر و اذکار کے بعد حضرت علی اکبر کو اذان دینے کا حکم دیا شبیہ مصطفیٰ نے اذان کہی امام وقت امام حسین نے فرائض امامت ادا کئے اور اللہ والی جماعت نے امام کے پیچھے نماز پڑھی سامنے یزیدی فوج کی تلواریں چمک رہی ہیں نماز محبت ادا ہو رہی ہے فرشتے جھوم اٹھتے ہیں اور اس عظیم نماز کا اجر جمع کرنے کے لئے جھولیاں پھیلا دیں۔ آواز آرہی ہے۔

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کے دیواروں کے سائے میں

نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواریں کے سائے میں

امام عالی مقام کے ساتھی حاضر خدمت ہیں آپ نے خیموں کا مشاہدہ فرمایا حسب الحکم سب کچھ درست کر دیا گیا خیمے ساتھ ساتھ کر کے طنابوں میں طنابیں ملا دی ہیں اور خیموں کے ساتھ خندق کھود کر خشک لکڑیوں سے بھردی گئیں۔ اب سپہ سالار اعظم نواسہ رسول اور فاتح خیبر کا بیٹا اپنی عسکری صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتا ہے آپ کے ساتھ اگرچہ گنتی کے چند ساتھی تھے لیکن آپ نے ان چند افراد پر مشتمل چھوٹے سے لشکر کو بڑی اچھی طرح ترتیب دیا جس کی مثال پوری تاریخ عالم میں نہیں ملتی آپ کے ساتھ بہتر جان باز تھے جن میں بتیس سوار تھے باقی پیدل آپ نے ایک جانب حبیب بن مظاہر اور دوسری جانب زہیر بن قیس کو سالار لشکر مقرر کیا اور حق و صداقت کا حسین پرچم حضرت عباس بن علی المرتضیٰ کو عنایت فرمایا جب ملکوتی لشکر ترتیب دیا جا چکا تو آپ نے تحت شہادت کے لئے تیمم فرمایا اور خود بھی میدان میں تشریف لے آئے

## تاریخ رقم ہو رہی ہے بذبح عظیم کی

امام عالی مقام نے میدان کر بلا کو دور تک دیکھا تو حدنگاہ یزیدی فوج کا سیلاب نظر آیا پھر اپنے چند ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھا دیئے اور عرض کی کہ اے خداوند قدوس۔ حسین اپنے بے بضاعتی اور بے سرو سامانی کے ساتھ حاضر ہے اسے استقامت عطا فرمایا اللہ۔ یہ تیرے غلام تیرے نام کی عظمت کے پرچم کو بلند کرنے کے لئے اٹھے ہیں انہیں صبر کی توفیق دے۔ اے میرے خالق و مالک حسین اس زبردست امتحان میں تیرے فضل و رحمت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یا اللہ مجھ پر اپنا فضل و رحمت فرما۔ الہی میں تیرے محبوب کی زلف عنبرین کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے دنیا کے ان ظلمت کدوں میں روشنی کا مینار بنا دے۔

خدا وندا تیرے دربار میں شبیر حاضر ہے  
 میری گردن برائے خنجر و شمشیر حاضر ہے  
 تیرے دربار میں اک التجا شبیر کرتا ہے  
 الہی استقامت کی دعا شبیر کرتا ہے  
 خدا وندا مجھے اس امتحاں میں کامیابی دے  
 حضورِ سرورِ عالم میں شرف بازیابی دے

اس دعا کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی  
 کم من فتنہ قلیلته غلبت فتنہ کثیرة باذن اللہ واللہ مع الصابرين . (التوبہ)  
 کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ  
 ہے اور پھر فرمایا غالب آنے کا انحصار زندگی اور موت پر نہیں غلبہ یہ ہے کہ گردن کٹتی ہے تو کٹ  
 جائے مگر حق و صداقت کے پرچم کو سرنگوں نہ ہونے دیا جائے چند لمحوں کی عارضی زندگی کو راہ  
 خدا پر قربان کر کے ابدی حیات کے مالک بننے کا نام ہے غالب وہی ہے جو ظلم و ستم کے ہروار کو  
 اپنے سینے پر روکے۔ غالب وہی ہے جو میدان جہاد سے پشت پھیر کر نہ جائے غالب وہی ہے  
 جو حق و صداقت کے تحفظ کے لئے قلت و کثرت کی پرواہ کئے بغیر اپنی جان کی بازی لگا دے  
 غالب وہی ہے جو حق و صداقت کا پیکر بن کر باطل کے سامنے ڈٹ جائے غالب وہی ہے جو  
 ہر مصیبت کو پوری رضا مندی سے قبول کرے غالب وہی ہے جو ظلم و ستم کے طوفانوں کے  
 سامنے صبر و شکر کی چٹان بن جائے غالب وہی ہے جس کا سینہ زخموں سے چور ہو مگر حرف  
 شکایت زبان پر نہ لائے اور انشاء اللہ ہم غالب رہیں گے فتح ہمیشہ حق کی ہوئی ہے ہم جانیں  
 دے کر بھی انشاء اللہ فاتح کہلائیں گے ہر حالت میں فتح ہماری ہوگی اس لئے ہم حق پر ہیں اور  
 حق ہمارے ساتھ ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خیموں کے پیچھے خندق کی لکڑیوں کو آگ دے دو تاکہ  
 عقب سے حملہ کی بھی روک ہو جائے اور خیموں کی بھی حفاظت ہو جائے چنانچہ امام عالی مقام

کے حکم سے لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی۔

## حسینی لشکر اور یزیدی فوج آمنے سامنے

جنگ بدر ہوئی تو لشکر کفار کی تعداد ایک ہزار تھی اور اسلامی لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی تین گنا فوج سے ٹکرانا بھی بہت بڑی بات تھی لیکن کربلا کے میدان میں شہزاد امام عالی مقام کے مقابلے میں آنے والے شیران امت کی تعداد تین سو گنا زیادہ تھی بہتر کے مقابلے میں بائیس ہزار۔ ایک کے مقابلے میں تین سو۔ تاریخ عالم میں ایک بھی مثال ایسی موجود نہیں کہ فوجوں کی تعداد کی اس نسبت سے باقاعدہ جنگ لڑی گئی ہو شاعر مشرق اقبال تعداد کی اس کثرت و قلت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

دشمنان چوں ریگ صحرا لا تعدد

دوستان او بیزداں ہم عدد

بحساب اجد بیزداں کے عدد بھی بہتر ہیں اور امام عالی مقام کے ساتھیوں کی تعداد بھی بہتر تھی معتبر روایات کے مطابق امام عالی مقام کے جسم اطہر پر تیروں اور تلواروں کے زخموں کی تعداد بھی بہتر تھی اور ان کی یہ تعداد دل کے زخموں کے برابر تھی ہر ساتھی کی شہادت کا ایک ایک زخم قلب حزیں کو مجروح کر رہا تھا۔ بہتر زخم جوانوں کے ذبح ہونے کے تھے اور ایک تہتر واں زخم معصوم بچے کی شہادت کا تھا وہ معصوم بچہ جو پانی کے چند قطرے چاہتا تھا مگر اسے زہر میں بجھا ہوا تیر ملا۔ یزداں کے عدد بہتر ہیں قوت یزداں کا ظہور حسین کی طرف تھا یہی وجہ تھی کہ حق و باطل کا یہ معرکہ باقاعدہ طور پر قائم ہوا اور اتنی کثیر تعداد تو چند لمحوں میں اتنے آدمیوں کو کاٹ کر پھینک دیتی ہے ان حالات میں باقاعدہ جنگ اور مقابلہ تھیں خیز اور حیرت انگیز ہے۔ مورخ انگشت بدنداں ہیں اور اس کو یکطرفہ کاروائی قرار دینے پر مجبور ہو جاتا ہے مگر اس یکطرفہ کاروائی میں بھی ابن حیدر کرار نے قوت خیر شکن کا پورا پورا مظاہرہ فرمایا ہے۔ اور کوئی ہوتا تو ان مایوس کن حالات میں دم گھٹ کر مر جاتا مقابلہ کسی اور شخص سے ہوتا تو یزیدی کی اتنی فوج اپنا ایک شخص



بھی مروائے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا مگر ان کا مقابلہ حسین سے تھا اس امام حسین سے جس کے سینے میں محمد کا نور تھا جس کی رگوں میں حیدر کرار کا خون تھا اور جس کے خون میں فاطمہ کے دودھ کی غیرت اور طہارت رچی بسی ہوئی تھی۔

کون حسین۔

خون سے جس کے بہائے شرح محکم ہو گئی  
جس کی قربانی سے تنظیم دو عالم ہو گئی  
بزم باطل جس کا نعرہ سن کے برہم ہو گئی  
جس کی خونیں آستیں ملت کا پرچم ہو گئی  
جس کی قربانی سے باطل کا کلیجہ پھٹ گیا  
سامنے تھے جو ہزاروں ان میں اکیلا ڈٹ گیا

کون امام حسین۔ جس نے تلواروں کی جھنکار میں پس پردہ مسکراتی ہوئی ابدی زندگی کا پردہ اٹھایا جس نے عروسہ شہادت کے حسن و جمال جہاں آرا کو بے نقاب کیا جس کی موت کے گھونگھٹ میں چھپی ہوئی حیات سرمدی کے رخ سے آنچل اٹھایا جس نے دنیا والوں کو ہمیشہ زندہ رہنے کا سلیقہ سکھایا اور آشکار کر دیا۔

لاکھ ابھرے پر کبھی باطل ابھر سکتا نہیں

موت سے بھی زندہ و جاوید رہ سکتا نہیں

کون امام حسین۔ جن کا دعویٰ تھا کہ حکومت کی پائنداری کا راز روحوں پر حکومت کرنے میں ہے جسموں پر نہیں اور پھر اس نے اس عظیم دعوے کی دلیل بن کر دنیا والوں کو کربلا کے میدان میں دکھا دیا۔ یزید نے حکومت کرنے کے لئے جسموں کا سہارا لیا تھا یزید مر گیا اور اس کی حکومت بھی مر گئی حسین ملک روحانیت کے تاجدار تھے آپ کی سلطنت کا دار و مدار مملکت ارواح پر تھا اور پھر آپ کا جسم نازنین کٹ جانے پر بھی ان کی حکومت مومنوں کے قلب اور ارواح پر تھا اور

ابدالاً باد تک رہے گا۔ یزید کا خیال تھا میرے ظلم و ستم کی تلوار انسان کامل کا گلا کاٹ دے گی تو انسانیت مر جائے گی مگر خون حسین کا پیغام تھا۔

علم سے انسانیت مجروح ہو سکتی نہیں  
جسم ہو سکتا ہے فانی روح مر سکتی نہیں

( نصرت آفریدی )

کون امام حسین جو مینارہ نور اور پیکر استقلال ہے مجسمہ استقامت اور شان رب ذوالجلال ہے  
کون حسین۔ جس کا عشق بھی بے مثال اور حسن بھی بے مثال جس کی قربانی بھی بے مثال اور  
عزم بھی بے مثال جسکی قوت۔ قوت لایزال ہے اور جس کا کارنامہ بھی لاثانی اور لازوال ہے

ہاں اب بھی جو مینارہ عظمت ہے وہ حسین  
اب بھی جو محورِ درس شہادت ہے وہ حسین  
جس کی نگاہ مرگِ عداوت ہے وہ حسین  
آدم کی جو دلیل شرافت ہے وہ حسین  
واحد جو نمونہ ہے۔ بذخِ عظیم کا  
اللہ کے انتخاب۔ خدائے عظیم کا

کون حسین۔ جو تین دن سے بھوکا پیاسا ہے مگر ساقی تسنیم و کوثر ہے جو ریگ زار کر بلا میں ذبح  
ہو رہا ہے مگر وارثِ خلدِ نعیم ہے جس کی قربانی تفسیرِ ذبحِ عظیم ہے جو خاکِ خون میں لتھڑا ہوا بھی  
لائقِ تعظیم ہے جس کا احترام۔ احترام رسول کریم ہے جس کی شان۔ شان رؤف و رحیم ہے اور  
جنت و کوثر کا نسیم ہے اور کر بلا کے محور کا کلیم ہے۔

خون سے جس نے کیا تحریر اس عنوان کو

جان دے کر بھی بچایا۔ دولت ایمان کو

کون حسین۔ جس کے خون کا ہر قطرہ یہ اعلان کر رہا تھا

جان دیتا ہے مسلمان وعدہ دیدار پر  
رقص کرتا ہے مجاہد تیغ کی جھنکار پر

کون حسین۔۔ جو معلم انسانیت ہے اور روح انسانیت ہے جو شان انسانیت ہے اور فخر  
انسانیت ہے۔

کون حسین۔۔ جو مرکز ہدایت اور پیغمبر عشق ہے جو مزاج شناس قدرت اور راز دار مشیت ہے  
جس کا ضمیر۔ ضمیر نبوت اور جس کا ضمیر۔ ضمیر رسالت ہے جو صاحب معراج نبوت ہے جو  
وارث تعمیر رسالت ہے جو واقف اشارہ قدرت ہے

غازہ ہے جس کا خون رخ کائنات کا  
یہ قطرہ کوہ نور ہے تاج حیات کا

۔ (جوش ملیح آبادی)

کون حسین۔ جو شرافت کی جان اور امامت کا نور ہے جس کا نقش قدم عاشقوں کا طور ہے۔  
کون حسین۔ جس کے سر اقدس پر امامت کا تاج ہے زیر خنجر جس کی نماز ہے۔ زمانہ جس کا  
محتاج ہے اشکوں کے موتی جس کا خراج ہے روحوں پر جس کا راج ہے غریبوں کی جس کو لاج  
ہے جو معرفت کا سراج ہے اور معراج کی امت کا سراج ہے  
کون حسین۔۔ جس کا ضمیر غیور تھا اور قلب بھی غیور جس کی روح بھی غیور تھی اور جسم بھی غیور  
جس کی نگاہوں میں غیرت کی بجلیاں تھیں جس کے سینے میں غیرت کا بحر بیکراں تھا۔  
کون حسین۔

عزت پہ جس نے سر کو فدا کر کے دم لیا  
حق کو ابد کا تاج عطا کر کے دم لیا  
صدق و منافقت کو جدا کر کے دم لیا  
جس نے یزید کو فنا کر کے دم لیا

ضو کے جس کے خون سے ذرے دمک گئے

ظلمت کا حلقہ توڑ کے ایمان چمک گئے

کون حسین۔ جس نے روح اسلام کو کفر والحاد کے شکنجے میں جکڑا ہوا دیکھا تو اسے آزاد کرانے کے لئے حجرہ بتول سے نکل کر میدان کربلا میں آ گیا جس نے معبودان برحق کے حضور میں شب و روز سجدے کئے اور اب ان لاکھوں سجدوں کا حاصل وہ سجدہ کرنے کے لئے بے قرار ہو گیا جو تلوار کے نیچے گردن رکھ کر پورا ہو سکتا تھا ہاں ہاں۔ وہی سجدہ عشق و محبت جس میں کیف دیدار بھی ہے اور لذت وصال بھی وہی سجدہ شوق ہے جس سے لطف اندوز ہونے کے لئے گرمیوں میں آگ برستی دوپہر میں جاتے آب خشک کے آب تیغ سے اپنے ہی خون میں لتھڑی ہوئی گرم گرم ریت سے تیمم کرتا ہے۔

سرکٹا کے سجدے میں کی شرح و اسجد واقرب

کتنی ہی ارفع ہے جناب ابن حیدر کی نماز (نور۔ ایم۔ اے)

کون حسین۔ جس کا بھائی عباس علمدار کے کٹے ہوئے بازو تلوار بن کر امت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے پر لے آئے۔ کون حسین۔ جو کل بھی زندہ تھا اور آج بھی زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔

کون حسین۔ جس کے سامنے دشمن کے ہزاروں سپاہی صف بستہ کھڑے ہیں لیکن وہ بغیر اضطراب و اضطراب کے اپنے چند ساتھیوں کی صفیں آراستہ کر چکا ہے۔ اور خیموں کے پیچھے کھوئی ہوئی خندق میں لکڑیوں کو آگ دے چکا ہے۔

جنگ شروع ہو جاتی ہے

حضرت حر کی جان نثاری

پھر ابن زیاد کا غلام سالم، گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان میں آیا۔ تلوار چمکائی۔ لہرائی،

شہزادہ عالم کو جنگ کے لئے پکارا۔ سیدہ کالال اٹھا مگر حضرت حر نے پاؤں پکڑ لئے اور عرض کی آقا۔ جان نثار غلام کے ہوتے ہوئے آقا میدان میں نہیں جاسکتا مظلوم کو بلانے فرمایا، حر۔ یہ ٹھیک ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی اپنی جان ضائع کرے حر نے پھر عرض کی مجھے اپنی جان پیاری نہیں۔ ایمان پیارا ہے اور زندگی عزیز نہیں بلکہ دین عزیز ہے اگر دین و ایمان کی خاطر یہ جان جاتی ہے تو جائے مگر ناموس رسالت اور اہل بیت کی حفاظت کے لئے موت آتی ہے تو آئے۔ دشمن جنگ کے لئے لکارا رہا ہے اجازت دیجئے امام عالی مقام نے اجازت دے دی اور فرمایا۔ جاؤ خدا تمہاری یہ قربانی قبول فرمائے پہلے تو تمہارا نام ہی حر ہے اب تمہیں دوزخ کی آگ سے بھی آزاد کر دیا۔

حر۔ شوق شہادت میں سرشار جھومتا ہوا آگے نکلا اور عمر و سعد کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اودنیا کے ذلیل انسان اب میں وہ حر نہیں ہوں جو امام حسین کو گرفتار کرنے پر مامور تھا اب میں وہ حر نہیں ہوں جو اہل بیت کو گھیر کر لایا تھا اور اب میں راہ حق و صداقت پر قربان ہونے والا حر ہوں۔ دین و ایمان پر جان دینے والا حر ہوں اور امام کے قدموں میں جان نثار کرنے والا حر ہوں اور جہنم کی آگ سے آزاد ہونے والا حر ہوں۔ اور اے بد فطرت کو فیو۔ تم نے نواسہ رسول کو اپنا مذہبی پیشوا بنانے کے لئے بلایا اپنے دین کا امام تسلیم کرنے کے لئے بلایا اور اپنی طریقت پر پیر ماننے کے لئے بلایا اور جب وہ تمہارے وعدوں پر اعتبار کر کے اور تمہاری قسموں پر یقین کر کے آ گیا ہے تو اب اس کو مجبور کرتے ہو کہ وہ ایک فاسق فاجر کو اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کرے اب اس کو کہتے ہیں کہ وہ ایک بے دین کو امام بنائے اور اب اس کو تنگ کرتے ہو کہ وہ ایک عیاش اور بد قماش کو اپنی طریقت کا پیر مان لے۔ حالانکہ مذہب ان کے گھر کا ہے اور طریقت ان کے گھر کی ہے۔

نبوت ان کے گھر کی ہے۔ رسالت ان کے گھر کی ہے

شجاعت ان کے گھر کی ہے۔ امامت ان کے گھر کی ہے

نیابت ان کے گھر کی ہے۔ سیادت ان کے گھر کی ہے

سخاوت ان کے گھر کی ہے۔ شہادت ان کے گھر کی ہے

گنہگارو نہ گھبراؤ شفاعت ان کے گھر کی ہے

بروں کو بخشوا لینا یہ عادت ان کے گھر کی ہے

اس لئے خبردار اب بھی وقت ہے آنکھیں کھولو اور حضرت امام حسین کے چہرے پر حسن مصطفیٰ کے جلوے دیکھو، حق کا ساتھ دو اور ساتھ دے کر جنت کا سودا کر لو آگے بڑھو اور امام حق کے پاؤں پکڑ لو۔ خدا تمہیں معاف کرے گا۔

حرم کی اس حقیقت افروز تقریر نے عمر سعد اور کوفیوں کے دل دہلا دیئے کسی کو جواب دینے کی ہمت اور جرات نہ ہوئی جھوٹے تھے بے وفا تھے کیا جواب دیتے لیکن عمر و سعد پکارا سا تھیو۔ کیا دیکھتے ہواٹھو اور اس نمک حرام کا منہ بند کر دو چنانچہ سالم آگے بڑھا اور سرسراتا ہو تیر حر کے کانوں کے قریب سے گزر گیا حر۔ جوش میں آ گیا اور لاکارا۔ او ابن زیاد کے غلام۔ میرا اور تیرا کوئی مقابلہ نہیں تو ابن زیاد کا غلام ہے اور میری ماں نے میرا نام۔ حر۔ آزاد رکھا ہے میں پہلے بھی دنیا کے غم و فکر سے آزاد تھا تو اب تو فاطمہ کے لال نے مجھے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے تو ابن زیاد کا غلام ہے جا اور جا کر عمر و سعد کو کہہ دے کہ وہ خود مقابلے میں آئے اور میری تلوار کی کاٹ دیکھے دشمن نے آواز دی یہ ٹھیک ہے کہ میں غلام ہوں مگر بہادر ہوں آگے آ اور میری شمشیر کے جوہر دیکھ لے حر نے جوش میں آ کر گھوڑے کو آگے بڑھایا اور ہوا کی طرح سالم کے سر پر پہنچا تلوار بجلی کی طرح چمکی اور پھر سالم کی لاش زمین پر پڑنے لگی عمرو سعد اس ناکامی کو دیکھ کر پکارا اٹھا کہ اے یزید کے نمک حرام خور اور تم میں سے کون بہادر ہے جو حر کو قتل کرے یزید کے دربار سے سونے اور چاندی کے خزانے حاصل کر لے۔

اس لالچ نے حسین بن نمیرا کو اندھا کر دیا اور بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ تلوار ہاتھ میں لہراتا ہوا مقابلے پر آیا لیکن وہ بھی ابھی سنبھلنے نہ پایا تھا کہ حر نے اس کے بھی دو ٹکڑے کر

دیئے اور پھر شوق شہادت میں خود بھی یزیدی لشکر پر جا پڑا۔ یزیدی لشکر میں ہلچل مچ گئی اور حر کے ایک ایک حملے سے کئی یزیدی مرنے لگے اور پھر دشمنوں نے یکبارگی ملکر حملہ کیا تیروں کی بارش اور تلواروں کی بوچھاڑ سے حر زخموں کی تاب سے نہ گھبرایا اور زخم پہ زخم کھاتا رہا تھا مگر لڑتا جا رہا تھا آخر بے ہوش ہو کر گر پڑا عمر و سعد پکارا حسین اپنے نئے غلام کی لاش لے جاؤ۔ حضرت حسین حر کے پاس پہنچے اور فرمایا مرحبا۔ حر نے آنکھیں کھولیں پھر آخری بار اپنے آقا کو دیکھا اور قدموں میں جان دے دی۔ انا لله وانا اليه راجعون

بنا کر دند خوش رسے کہ بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کندا یں عاشقان پاک طینت را

پاکستان کے مسلمانو! غور کرو۔ مسجدوں میں اپنے اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھنے والو مقتدیو۔ کہ کسی امام کا مقتدی بن کر اس کا حق ادا کرنے کا طریقہ۔ حر سے سیکھو۔ جس نے امام حسین کے پیچھے صرف ایک نماز پڑھی اور آپ ہیں کہ کسی امام کے پیچھے ساری عمر نمازیں پڑھنے کے بعد اس کی عزت اور آبرو کی خاطر جان دینی تو درکنار اس کا ساتھ دینے کو تیار نہیں۔

## حضرت وہب بن عبد اللہ کلبی کی شہادت

حضرت حر کی شہادت کے بعد حضرت وہب بن عبد اللہ کلبی نے امام حسین سے میدان میں جانے کی اجازت مانگی یہ اپنے قبیلے کا خوبصورت جوان تھا جس کی شادی کو ابھی صرف پندرہ دن ہوئے تھے اپنی تمام امنگوں سے منہ موڑ کر اپنی تمام تمنائوں اور ارمانوں سے منہ موڑ کر اور اپنی تمام خواہشات کو خاک میں ملا کر اور دنیا کی ہر خواہش کو پس پشت ڈال کر اور اپنی نئی دلہن کے سہاگ کا خیال نہ کرتے ہوئے ناموس اسلام کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار ہو گیا شائد یہ جوان دلہن کے سہاگ کو قائم رکھنے کے لئے اس کی بوڑھی ماں نے فرمایا بیٹا میں نے تمہیں جنا ہے میں نے تمہیں پالا ہے میں نے تمہارے لاڈ دیکھے اور مجھے ایک لمحے کے لئے بھی تمہیں آنکھوں سے دور نہ کیا اور میں یہ جانتی ہوں کہ تم میرے دل کا چین ہو میرے

سینے کا قرار ہو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور میرے بڑھاپے کا سہارا ہو اور فرمایا ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اولاد ساری زندگی میں بھی اپنی ماں کا حق ادا نہیں کر سکتی مگر آج تم دین پر قربان ہو جاؤ تو میں سمجھوں گی کہ تم نے ماں کا حق ادا کر دیا ہے بیٹا۔ دیکھتے کیا ہوا ٹھو اور میرے سفید بالوں کی لاج رکھ لو اور جاؤ اور میرے دودھ کی لاج رکھ لو بیٹا۔ میں بوڑھی عورت ہو کر بھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ ہمارا آقا حسین۔ ایک بہت بڑی مصیبت اور ایک سخت امتحان میں مبتلا ہوں اور میں دیکھتی ہوں تو تم نو جوان ہو کر بہادر ہو کر اور شاہ سوار ہو کر یہ سب کچھ دیکھ رہے ہو تم نے اگر میرا حکم نہ مانا تو پھر تجھے نہ اپنا دودھ بخشوں گی اور نہ ہی قیامت کے دن یہ جرم تمہارا معاف کروں گی اور اگر تم نے انکار کر دیا تو میں خود تلوار لیکر میدان میں جاؤں گی اور عمرو سعد کو بتا دوں گی اور دین و ایمان کی حفاظت کے لئے خداوند عالم نے صرف مردوں کو ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی ہمت دی ہے۔ بوڑھی ماں کی اس دل دہلا دینے والی گفتگو نے حضرت وہب کے سینے میں ایک طوفان برپا کر دیا اور دل میں آگ بھڑک اٹھی جوش میں اٹھے اور بیوی کے پاس گئے اور فرمایا اے رفیقہ حیات میں تمہاری امنگوں کو جانتا ہوں اور سخت مصیبت میں مبتلا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تمہارا سہاگ خدا سلامت رکھے لیکن تمہارے سہاگ کی قیمت بھی میں جانتا ہوں مگر آج دین رسول اور جگر گوشہ بتول پر مصیبت آئی ہوئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ فاطمہ کے لال کی حمایت میں اور ان کی آن پر اپنی جان قربان کر دوں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ اپنا حق مہر معاف کر دو۔ وفادار بیوی دست بستہ کھڑی ہو گئی اور جواب دیا میرے سر تاج۔ اگرچہ میں جانتی ہوں کہ تمہاری موت سے میرا سہاگ لٹ جائے گا لیکن اگر میرا سہاگ لٹ کر بھی دین و حق کا علم بلند رہ سکتا ہے۔ تو مجھے منظور ہے اور اگر میرا سہاگ لٹتا ہے تو لٹے مگر عروس ایمان کا سہاگ نہ لٹے اگر اسلام عورتوں کو بھی میدان جنگ میں جانے کی اجازت دیتا تو میں بھی تمہارے شانہ بشانہ ہو کر لڑتی اور یزیدیوں کو بتاتی کہ تمہاری غیر اسلامی حکومت اور شخصی بادشاہت کسی کو بھی منظور نہیں یہ تینوں ماں بیٹا اور نئی دلہن امام مظلوم کی خدمت میں حاضر ہوئے ماں نے پاؤں کی خاک چومی بیٹے نے قدموں کا بوسہ لیا اور دلہن نے سر جھکا دیا



وہب کی ماں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ۔ وہب میرا ایک ہی بیٹا ہے اور زندگی کا سہارا ہے اور بڑھاپے کا بھی سہارا ہے یہی میری دولت ہے یہی میری کمائی ہے یا امام حسین میری حقیر سی قربانی قبول فرما لو میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ عترت پیغمبر مصیبت میں مبتلا ہو اور میرا جوان بیٹا دیکھتا رہے اس لئے میرے اس بیٹے کو نثار ہونے کی اجازت دیجئے۔ نئی دلہن نے عرض کی اے سیدہ کے لال میں جانتی ہوں کہ وہب کی موت سے میرا سہاگ اجڑ جائے گا اور میں اپنے سر کے والی سے محروم ہو جاؤں گی مگر میرے آقا مجھے یہ سب کچھ منظور ہے مگر آپ کی مصیبت دیکھی نہیں جاتی۔ میرے سر تاج کو جہاد میں جانے کی اجازت دیجئے۔ اور اسکے عوض میں اپنا حق مہر معاف کرتی ہوں حضرت وہب حال تک صف بستہ کھڑے تھے بول اٹھے کہ اے ہمارے امام! وہ موت جو اسلام کی سر بلندی کے لئے آئے وہ موت نہیں بلکہ وہ زندگی ہے اور جو وہ سر جو ناموس دین کی خاطر کٹے وہ بلند ہے یا امام اجازت دیجئے کہ میں میدان میں جاؤں اور دین کے دشمنوں کو بتاؤں کہ ابھی حق کی حمایت کرنے والے موجود ہیں تینوں کی اس گفتگو سے اہل خیمہ رونے لگے اور حضرت امام حسین جانتے تھے کہ جو بھی میدان جنگ میں گیا وہ زندہ واپس نہیں آیا اور وہب کی موت سے اس کی بوڑھی ماں کی لاٹھی ٹوٹ جائے گی اور اس کی بیوی کا سہاگ خاک میں مل جائے گا اس لئے فرمایا وہب تمہاری اس عقیدت اور محبت کا بہت بہت شکر یہ۔ مگر میں نہیں چاہتا۔ کہ تمہیں موت کے حوالے کر کے تمہاری ماں کا سہارا چھین لوں اور تمہاری بیوی کا سہاگ خاک میں ملا دوں مگر تینوں میں سے کوئی بھی اس بات پر راضی نہیں ہوا اور پھر تینوں نے پاؤں پکڑ کر کہا اور وہب کی ماں نے عرض کی اے امام عالی مقام میرے سہارے آپ ہیں بیوی نے کہا میرے والی آپ ہیں وہب نے کہا کہ میرے امام آپ ہیں اپنے نانا کا واسطہ مجھے نثار ہونے کا حکم دیجئے۔

شہزادہ کونین نے جب وہب کا شوق شہادت دیکھا تو اجازت دیدی اور پھر حضرت وہب نے امام کے قدم چومے اور ماں کے پاؤں کو بوسہ دیا اور بیوی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور گھوڑے کو اشارہ کیا اور پھر دشمنوں کے سامنے ڈٹ گئے سر پر لوہے کا خود تھا اور ہاتھ میں

فولادی تلوار پشت پر ڈھال تھی اور دوسرے ہاتھ میں نیزہ محکم بن طفیل ایک شامی سوار تھا مقابلے پر آیا اور پھر دو تلواریں لہرائیں ٹکرائیں نیزے ابھرے چمکے وہ بھی شاہ سوار تھا یہ بھی تجربہ کار تھا وہ یزیدی کتا تھا یہ حسینی شیر تھا وہب نے گھوڑے کو ایڑ لگائی بجلی کے طرح سر پر پہنچے اور پھر فولادی شمشیر اٹھی اور محکم کے سر پر گری وہ خاک میں تڑپنے لگا۔ یزیدی لشکر میں خاموشی چھا گئی اور حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ کون مقابلے میں جائے اور جب وہب نیزہ ہلا ہلا کر لگا رہے تھے اور یزیدی کتو آؤ اور حسینی شیر کا پنجہ دیکھو جب کوئی بھی مقابلے میں نہ آیا تو شوق شہادت میں خود ہی بھوکے شیر کی طرح یزیدی لشکر میں جا پہنچے یزیدی بھیڑیوں میں کھلبلی مچ گئی عمرو سعد پکارا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم حسین ابن علی کے ایک ساتھی کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور پھر تمام یزیدیوں نے ملکر حضرت وہب پر حملہ کیا ایک تیر آپ کے گھوڑے کی پیشانی پر لگا گھوڑا گر پڑا اور حضرت وہب پا پیادہ ہو گئے زخموں پر زخم کھا رہے تھے مگر ثابت قدم تھے اور اس حالت میں بھی چالیس یزیدیوں کو قتل کر دیا آخر ایک تیر آپ کے سینے میں لگا بے ہوش ہو کر گر پڑے اور دشمنوں نے موقعہ دیکھ کے آپ کا سرتن سے جدا کر دیا۔ انا للہ وانا

الیہ راجعون

عمرو سعد نے آواز دی حسین اپنے دوسرے ساتھی کی لاش لے جاؤ۔ وہب کی ماں دیکھ رہی تھی اس نظارہ کی تاب نہ لاسکی دوڑی اور اپنے بیٹے کا سر جھولی میں اٹھا لیا۔ سینے سے لگایا اور پھر دلہن کی گود میں ڈال دیا دلہن نے اپنے سرتاج کا سراپنی گود میں دیکھا تو ایک چیخ ماری اور اپنی جان اپنے سرتاج کے حوالے کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت وہب کی شہادت کے بعد نواسہ رسول کے جانثار ساتھی اور وفادار غلام کی شہادت تھی اور وفادار غلام اور وفادار خادم یکے بعد دیگرے ناموس اسلام کی حفاظت اور حق و صداقت کی رکھوالی کے لئے اپنے اپنے جوہر دیکھاتے رہے اور قربان ہوتے گئے۔ علی شیر خدا کے نور نظر کے ان وفاداروں اور غلاموں پر ہزار بار سلام ہو۔ جو دین و ایمان کی آبرو بچانے کی خاطر جان کا نذرانہ دے گئے فاطمہؓ کے لال کے جان نثار ساتھیوں پر صدقے۔ جو

حق و صداقت کا علم بلند رکھنے کے لئے قربان ہو گئے۔ نواسہ رسول کے ان وفاداروں کے خون کے ایک ایک قطرے پر فدا۔ جو میدان کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر شریعت مصطفیٰ کی پاسبانی کی خاطر مظلوم کربلا کے قدموں میں شہادت پا گئے ان کی پاک روحوں کو سلام اور ان کی قبروں پر رحمت اور تحسین اب خاندان نبوت کے مقدس قدموں میں صرف اہل بیت اطہار کے چند بوڑھے اور چار جوان اور ایک دو بچے ہی رہ گئے تھے جو نوشتہ تقدیر کو پورا کر کے اور قدرت کے عطا کئے ہوئے مرتبہ شہادت کے ازلی عطیے کو حاصل کر کے کفر و باطل کے اندھیروں سے اپنے خون سے حق و صداقت کی شمع جلا کر وہ دنیاہ بذبح عظیم کی تفسیر بننے والے تھے جو دنیا کے باطل پرست انسانوں کو یہ بتا کر کہ حکومت صرف اللہ کی ہے قرآن خدا کا ہے اور اطاعت صرف خدا کی ہے اور اس کے رسول کی ہے جو مرتبہ شہادت پر فائز ہونے والے تھے جو یزیدیت کی فسق و فجور کے اندھیروں میں اپنے خون سے شمع حسینیت جلانے کے لئے تیار کھڑے تھے۔

## دو ننھے شہزادے عون و محمد کی شہادت

حضرت وہب کی شہادت کے بعد حضرت امام حسینؑ اپنے خیمے میں واپس آئے بی بی شیربانو اپنی چادر کے دامن سے علی اصغر کو ہوا دے رہی تھیں فاطمہ کے لال نے اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ بہن زینب اٹھو اور بھائی حسن کی کمان دو اور نانا مصطفیٰ کی دستار اور بابا علی کی تلوار اور جی بھر کے اپنے بھائی کی صورت دیکھ لو پھر نظر نہیں آؤں گا بہن روتی ہوئی اٹھی اور بھائی کے قدموں پر گر پڑی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ میرے پیارے بھائی حسین اس نازک وقت اور شدید امتحان کے وقت جبکہ ہماری مظلومی پر آسمان والے بھی رورہے ہیں بہن اپنے بھائی کے آگے ایک درخواست پیش کرتی ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ کا شیر علی کا فرزند اور سخی ماں کا جایا اپنی بہن کی درخواست قبول کر لے گا۔ نواسہ رسول نے فرمایا۔ زینب کہو کیا کہنا چاہتی ہو بی بی سیدہ نے عرض کی سیدنا پاک کی حدیث ہے الصدقة رد البلاد کہ مصیبت کے وقت کوئی صدقہ کرو تو رب کریم اس مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ اور اس سے بڑھکر

اور کیا مصیبت آئیگی کہ دشمنوں نے ہم پر پانی بھی بند کر دیا ہے۔ اور ہمارے بچے پیاسے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ کسی چیز کا صدقہ دیا جائے امام عالی مقام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا میری بہن نانا پاک کی یہ حدیث بالکل درست ہے مگر اس مظلومی اور غریب الوطنی میں میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسکا مس صدقہ دون ہمارے پاس تو اس وقت پانی کی چند بوندیں بھی نہیں ہیں۔ پھر صدقہ کس چیز کا دوں بہن زینب نے عرض کی بھائی حسین آج صدقہ کیلئے پانی کے مشکیزوں کی ضرورت نہیں ہے آج صدقہ دینے کے لئے اپنے دونوں بچے عون و محمد حاضر ہیں اور دونوں ناموس اسلام کی خاطر قربان ہونے کو تیار ہیں اور بے قرار ہیں اور میں جدھر جاتی ہوں میرے پیچھے پیچھے جاتے ہیں۔ امی جان۔ ماموں جان سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت لے دو۔ شہزادہ کونین کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ فرمایا۔ کس منہ سے بچوں کو اجازت دوں میں اپنی خاطر اپنی بہن کو بے اولاد نہیں کر سکتا سیدہ زینب نے پھر دامن پھیلا دیا اور عرض کی۔ آقا۔ میں کتنی خوش نصیب ہوں جسکی اولاد بھائی پر قربان ہو جائے گی۔ مجھے تو افسوس ہے کہ میرے دو ہی بچے ہیں اگر ہزار بھی ہوتے تو آج نانا پاک کی شریعت کی لاج رکھنے کی خاطر قربان کر کے میں فخر محسوس کرتی۔ یا حسین۔ بہن کے سوال کو رد نہ کرو وہ دیکھو دونوں شہادت کیلئے بے قرار ہیں۔

یا حسین۔ آج اگر ان کا باپ ہوتا تو سفارش کرنا ماں ہوتی تو حمایت کرتی بھائی ہوتا تو مدد کرتا کروں تو کس کی مدد تلاش کروں فاطمہ کی چار تپہیر کا صدقہ میرے بچوں کو میدان جہاد میں جانے کی اجازت دیں۔ مظلوم کر بلانے ایک بار پھر اپنی بہن کو کہا کہ بہن زینب اس ارادے سے باز آ جاؤ اور اپنے بچوں سے کہو کہ وہ خیمے میں جا کر آرام کریں آج ماموں کے پاس سوائے موت کے اور کچھ نہیں اور میں اپنی بہن کی عمر بھر کی کمائی لٹانا نہیں چاہتا۔ بہن زینب نے پاؤں پکڑ لئے اور پھر دست سوال بڑھایا۔ بھائی حسین۔ سخی باپ کے بیٹے ہو اور سخی ماں کے لخت جگر ہو اور سخی نانا کے نواسے ہو۔ بہن کے کاسے گدائی میں خیرات ڈال دو ورنہ میں قیامت کے دن نانا مصطفیٰ کو کیا جواب دوں گی۔ باپ علی کو کیا منہ دکھاؤنگی اور ماں فاطمہ کے

پاس کس طرح جاؤ گی۔ آپ فکر نہ کریں اگرچہ یہ میرے بچے کمسن ہیں۔ نو اور دس سال کے ہیں علی کی شجاعت پر حرف نہیں آنے دیں گے۔ اور کمائی اگر نیک کام کیلئے اور نیک مقصد کے لئے لگتی ہے تو لگنے دو سیدہ نے اپنے بچوں کو اشارہ کیا تو عون و محمد نے ماموں کے پاؤں پکڑ لئے اور پھر التجا کی۔ ماموں جان آپ ہماری کمسنی پر نہ جائیں ہماری رگوں میں بھی شیر خدا کا خون ہے۔ انشاء اللہ ہم اپنے اپنے چھوٹے تیروں اور چھوٹی چھوٹی تلواروں سے دشمنوں کی صفیں الٹ دیں گے اور یزیدی لشکر کو بتا دیں گے۔ کہ

علی کا گھر کیا گھر ہے جس گھر کا ہر اک بچہ

جسے دیکھو وہی شیر خدا معلوم ہوتا ہے

امام عالی مقام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بچوں کی اس دلیرانہ گفتگو سے خوش ہو کر فرمایا بہن زینب۔ میری طرف سے اجازت ہے جاؤ اور بچوں کو تیار کرو سیدہ زینب نے بچوں سے کہا کہ ماموں جان کے قدموں میں گر کر شکر یہ ادا کرو کہ تمہاری قربانی قبول کر لی گئی۔

سیدہ دونوں بچوں کو خیمے میں لے آئی اپنے ہاتھوں سے کپڑے بدلے آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ زلفیں سنواریں۔ بی بی شیر بانو نے پوچھا زینب کیا کر رہی ہو بچوں کو دولاہا بنا رہی ہو۔ سیدہ زینب نے کہا کہ کب کا ارمان تھا پورا ہو گیا پھر چھوٹے چھوٹے ہتھیار جسم پر لگائے اور فرمایا۔ بیٹو۔ جس سینے سے دودھ پیا ہے ایک بار اس سینے سے لگ جاؤ عون و محمد ماں کے کلیجے کے ساتھ لپٹ گئے آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان خاموش۔ فرشتے تڑپ اٹھے حوریں مچل اٹھیں اور خدا نے فرمایا۔ جبریل۔ زینب کے حوصلے کو دیکھو سیدہ کا صبر دیکھو اور ماں کا عزم دیکھو اگر مجھے سیدوں کا امتحان مقصود نہ ہوتا تو قیامت تک زینب کا کلا وہ نہ کھلتا سیدہ نے فرمایا بیٹو میں خوش ہوں کہ تم جیسے فرمانبردار، غازی اور جان نثار بچے میرے پیٹ سے پیدا ہوئے اور یاد رکھو اگر عمر و سعد پوچھے کہ کون ہو تو یہ نہ کہنا کہ ہم زینب کے بیٹے ہیں بلکہ یہ کہنا کہ ہم امام حسین کے غلام ہیں میرا نام زبان پر نہ آئے اور علی کی شجاعت کو دھبہ نہ لگے فاطمہ کی

چادر کو داغدار نہ کرنا نانا مصطفیٰ کی آن کو رسوانہ کرنا بیٹو۔ تمہاری اس اطاعت گزاری پر زمانہ فخر کرے گا اور تمہاری ماں اس جان نثاری پر ناز کرے گی اور تمہاری اس قربانی پر مسلمان جھوم اٹھیں گے حضرت علی خوش ہوں گے نانا فخر کریں گے اور فاطمہ صدقے جائیں گی۔ اور نانا مصطفیٰ ﷺ سے حوض کوثر سے پانی پیو گئے جس وقت بچوں نے خیمے پر آخری سلام کے لئے سروں کو جھکایا تو اس وقت خدا ہی جانتا ہے سیدہ زینب کے دل پر کیا گزری ہوگی اور بیٹوں کو یہ کہتے ہوئے رخصت کیا کہ دنیا کی مائیں بچوں کو رخصت کرتے وقت دعائیں دیتی ہیں کہ زندہ جاؤ اور واپس آؤ مگر تمہاری ماں یہ دعا کرتی ہے کہ زندہ جاؤ اور شہید ہو کر آؤ اور پھر یہ کہہ کر الوداع کیا۔

جاؤ بیٹو اللہ حافظ میرا نام نہ لینا

تیرو جن تے آہ نہیں کرنی ظلم شمر دا سہنا

حضرت ہاجرہ نے بھی اسماعیل کو قربان ہونے کے لئے رخصت کیا تھا مگر وہ انجام سے بے خبر تھیں لیکن واہ رے سیدہ زینب تیرے حوصلے پر قربان تیرے صبر پر فدا۔ تیرے عزم پر نثار۔ تیرے مضبوط دل پر صدقے۔ کہ بچوں کی موت سامنے نظر آ رہی ہے بیس ہزار تلواریں منتظر ہیں۔ اور اپنے بیٹوں کے انجام سے بھی باخبر ہیں اور اپنے ہاتھوں سے رضا اور صبر کا دامن نہیں چھوڑتیں۔ اور پھر دو چھوٹی چھوٹی تلواریں فضائے کربلا میں چمکیں اور چوٹے چھوٹے نیزے ہو میں لہرائے فرشتوں نے کہا۔ مرحبا۔ حوریں بولیں آفرین ہے اور روح فطرت جھوم اٹھتی ہے عمر و سعد دیکھتے ہی پکارا کہ یہ تو میں جانتا ہی ہوں کہ تم زینب کے بیٹے ہو اور حسین کے بھانجے ہو مگر خدا معلوم تمہاری بھولی بھالی صورتیں دیکھ کر مجھے تم پر رحم کیوں آ گیا ہے آؤ اب بھی میری طرف آ جاؤ تمہیں پانی کے مشکیزے بھی مل سکتے ہیں اور دنیا کی ہر نعمت بھی مل سکتی ہے۔

عمر و سعد کی اس گستاخی سے عون و محمد تڑپ اٹھے اور جواب دیا کہ او ظالم۔ جھوٹ نہ

بک ہم ہرگز زینب کے بیٹے نہیں ہیں اور نہ ہم حسین کے بھانجے ہیں ہم تو امام حسین کے غلام ہیں اور ہماری ماں فاطمہ کی کنیز ہے اور علی کی خادمہ ہے اور اے ملعون جب تجھے نواسہ رسول جگر گوشہ بتول پر رحم نہیں آیا تو ہم پر کیا رحم کرے گا اور ہم تیرے پانی کے مشکیزوں کے محتاج نہیں ہیں ہم تو حوض کوثر کے مالک ہیں اور ہماری ماں نے ہمیں اندر واپس جانے کے لئے نہیں بھیجا ہم تو اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لئے آئے ہیں یہ کفن دیکھو ہمارے سروں پر باندھے ہیں اور ہمیں پانی کے مشکیزوں اور دنیا کی نعمتوں کا لالچ دے کر باطل کی طرف بلانے والے کمینے انسان باطل پرستی کو چھوڑ کر اور یزید کی غیر اسلامی حکومت کے جال سے نکل کر ہماری طرف آ جاؤ تو ہم تیری شفاعت کریں گے اور تجھے جنت میں لے جائیں گے اور آب کوثر کے جام پلائیں گے اور پھر عون و محمد کے نعروں سے زمین کر بلاہل گئی عون نے دائیں جانب سے اور محمد نے بائیں جانب سے حملہ کیا چھوٹی چھوٹی دو تلواریں لشکر یزیدی پر چمکیں اور ہلکے ہلکے نیزے ہوا میں لہرائے اور نو دس سال کے بچوں نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا جدھر رخ کرتے دشمن گاجرمولی کی طرح کٹ کٹ کر گرتے کسی کا سر نہیں کسی کا بازو نہیں کسی کی لاش تڑپتی ہے اور کون بھاگ رہا ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا نواسہ رسول کے بھانجے تھے دودھ زینب کا تھا اور خون علی کا۔ عمرو سعد نے عون و محمد کے اس انداز کو دیکھا تو پکارا اٹھا اوسا تھیوا گرچہ یہ نو دس سال کے بچے ہیں لیکن ان کی رگوں میں شیر خدا کا خون ہے اگر تم ان کو اس طرح قتل نہیں کر سکتے تو سب ملکر کرو یہ کیا بزدلی ہے تین دن کے بھوکے پیاسوں کو تم ابھی تک ختم نہیں کر سکتے۔

اس بد بخت کی گفتگو ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ دونوں لشکر میں پہنچے دشمنوں کے سر تیغ کرتے ہوئے عمرو سعد کے سر پر پہنچ گئے اور کہا کہ ہم نے جو ماں سے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ قریب تھا کہ عمرو سعد کا خاتمہ کر دیتے کہ تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ نے زخمی کر دیا چھوٹے کے سینے میں تیر پیوست ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گیا اور گر پڑا اس کے سینے سے تیر نکالنے کے لئے بڑا بھائی جھکا تو دشمن نے تلوار ماری تو دونوں بھائی تڑپنے لگے عمرو سعد نے آواز دی حسین

اپنے بھانجوں کی لاش لے جاؤ سیدہ زینب نے آواز سنی تو سجدے میں گر گئیں اور بارگاہ رب العزت میں عرض کی یا اللہ تیرا شکر کہ تو نے میرے بچوں کی قربانی قبول کر لی اور پھر سیدہ نے سجدے سے سر اٹھایا اور ادھر امام پاک نے عون و محمد کی لاشوں کو بہن کی جھولی میں ڈال دیا اور فرمایا بہن تیرے بیٹے قربان ہو گئے۔

حضرت سیدہ زینب نے بچوں کی لاشوں کو دیکھا خون میں ڈوبی ہوئی تھیں سنہری زلفوں میں گرد و غبار اٹا ہوا تھا چہروں پر مٹی جم گئی تھی اپنی چادر سے مٹی جھاڑی گرد و غبار صاف کیا آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا اے خالق کائنات یہ ہے میری کمائی جو تیری راہ میں لٹا دی۔ یہ ہے میرا سہارا جو دین کے راہ پر قربان ہو گیا۔ یہ ہے میری دولت جو تیرے محبوب کی شریعت پر قربان کر دی۔ اے رب ذوالجلال یہ دیکھ جن کو میں آغوش میں لے کر قرآن کی لوریاں سنایا کرتی تھی آج ان کی لاشیں میری گود میں ہیں آج ان کے خون سے میری آغوش رنگین ہو گئی ہے آج ان کے لہو سے میرا دامن سرخ ہو گیا ہے۔

پرودگار عالم۔ میں نے اپنی عمر بھر کی کمائی تیری راہ میں لٹا دی ہے میں نے اپنا چین تیرے دین کی آن پر قربان کر دیا اور میں نے نانا مصطفیٰ ﷺ کی شریعت پر اپنے بچوں کو قربان کر دیا اور اب فریاد سن میری التجا قبول کر میری درخواست منظور فرما۔ میرے بچوں کے خون کا صدقہ قیامت کے دن میرے نانا کی گنہگار امت کو بخش دینا۔

ادھر سیدہ اپنے بچوں کی لاشوں کے ساتھ لپٹ کر زار و قطار رونے لگیں اور کہا اے میرے بیٹو تم میرے دل کا چین تھے میرے سینے کا قرار تھے میری آنکھوں کا نور تھے عون اور محمد خوش قسمت ہو کہ اللہ کی راہ میں قربان ہو گئے اور راہ حق میں شہادت پا گئے ہو اور میں بھی خوش نصیب ہوں کہ تم جیسے نیک بہادر اور جان نثار بیٹے میرے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں اور آج میں خوش ہوں کہ تم نے مجھے دو جہانوں میں خوش کر دیا ہے۔ مگر یہ افسوس بھی ہے کہ مدینہ پاک کی مقدس گلیوں میں کھیلنے والو! اور نانا پاک کے روضے کی جالی چومنے والو اور باغ مدینہ کے پر کیف بہاروں میں بلبوں کی طرح پھولوں کی شاخوں پر مہکنے والو آج میں تمہیں بے گورو



کفن کوفہ کے ریگستان کے حوالے کر رہی ہوں اور کربلا کی تپتی ہوئی ریت میں دفن کر رہی ہوں  
اٹھو میرے بچو! ماں کے کلیجے سے لگ جاؤ اٹھو میرے لال ماں کا سینہ ٹھنڈا کر دو اٹھو میرے بچو  
ماں سے کوئی بات کرو آنکھیں کھولو دیکھو میں تمہاری ماں ہوں زینب تمہیں بلا رہی ہے بولتے  
کیوں نہیں۔

اور پھر حضرت امام حسین اور حضرت عباس نے دونوں بچوں کی لاشوں کو اٹھایا نہ  
غسل نہ کفن۔ نہ کوئی چار پائی اور نہ کوئی ساتھ جانے والا۔ عون کو عباس نے اٹھایا اور محمد کو امام  
حسین ہاتھوں پر اٹھایا اور انہیں لتھڑے ہوئے کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کرنے کے لئے  
اپنے خیموں میں لے آئے وہاں خیموں میں کھرام مچ گیا تمام کی چیخیں نکل گئیں سیدہ نے عرض  
کی یا حسین ذرا ٹھہر جاؤ میں ایک بار پھر اپنے جگر گوشوں کی صورت دیکھ لوں منہ سے خون آلود  
کپڑے ہٹائیے اور لاشوں سے لپیٹ گئیں۔ زلفوں کو چوما لہو کے قطرے اپنی چادر پر ملے اور  
ایک آہ سرد بھری اور کہا۔ میرے عون و محمد ماں کو اکیلے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو ماں کی آغوش کو  
بے اولاد کر کے کہاں جا رہے ہو سیدہ زینب کے ساتھ سب بیبیاں رو رہی تھیں اور کائنات کا  
ذره ذره رو رہا تھا امام عالی مقام نے بہن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب  
صبر کرو۔ تم خوش قسمت ہو کہ تمہارے لال علی کی شجاعت دکھا گئے فاطمہ کی آن بچا گئے اور نانا  
کی شان دکھا گئے اور تمہارے دودھ کی لاج رکھ لی۔ اور اس بہادری سے لڑے کہ اپنے تو اپنے  
دشمن بھی عیش عیش کراٹھے بچوں کو رخصت کرو وہ دیکھو نانا جان کوثر کا پیالہ لئے کھڑے ہیں وہ  
دیکھو شیر خدا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ دیکھو حضرت فاطمہ دامن پھیلائے کھڑی ہیں سیدہ زینب  
نے یہ کہتے ہوئے رخصت کیا عون و محمد جاؤ نانا جان کو بصد سلام کہو نانا اور شیر خدا اور ماں فاطمہ  
کو اور پھر اور پھر یزید کی طرف منہ کر کے عمر و سعد کو مخاطب کر کے فرمایا قیامت کے دن حساب  
کتاب ہوگا۔

## حضرت عباس علمدار کی شہادت

سیدہ زینب کے دونوں بچوں کو دفن کرنے کے بعد حضرت امام حسین اور حضرت عباسؓ خیموں میں آئے تو پیاس کی شدت سے بچے رو رہے تھے نبوت کا گھرانہ پیاس کی شدت سے تڑپ رہا تھا ایک دردناک منظر اور پرسوز سماں تھا کہ حشر کی گرمی بھی گنہگاروں کو حوض و کوثر سے جام پلانے والے سید اپنے نانا کی امت کا کلمہ پڑھنے والوں کے ہاتھوں پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے تھے اور قیامت کے دن جنت کی نہر نسیم سے عاصیوں کی پیاس بجھانے والی آل رسول آج کربلا کے میدان میں نہر فرات کے کنارے پیاس سے تڑپ رہی ہے۔ بی بی سکینہ حضرت عباس کے قدموں میں گر پڑی حضرت عباس نے فرمایا بیٹی سکینہ کیوں عرض کی چچا جان میں نے سنا ہے کہ ہم حوض کوثر کے مالک ہیں مگر یہ کیا ظلم ہے کہ آج ہمارے لئے نہر فرات کا پانی بند ہے چچا جان کیا ہم اسی طرح پیاس سے ایڑیاں رگڑتے مرجائیں گے اب زیادہ دیر تک پیاس برداشت نہیں کر سکتی ذرا دیکھو تو سہی میرا حلق کس طرح خشک ہو گیا ہے خدا کے لئے کہیں سے دو گھونٹ پانی پلا دو۔

حضرت عباس نے بی بی سکینہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بیٹی گھبرانا نہیں میں ابھی پانی لاتا ہوں حضرت عباس نے تلوار ہاتھ میں لی سر پر خود پہنا۔ مشکیزہ کندھوں پر رکھا اور گھوڑے کی زین پر سوار ہونے ہی والے تھے کہ امام حسین نے راہ روک لی اور فرمایا کہاں جا رہے ہو عرض کی آقا اب بچوں کی حالت دیکھی نہیں جاتی اور سکینہ کی بے قراری برداشت نہیں ہو سکتی مظلوم کربلا نے فرمایا۔ مجھ پر رحم کرو میری اس چھوٹی سی جماعت کے علمدار ہو اور تمہارے بعد یہ علم کون اٹھائے گا اور تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کسی کی پرواہ نہیں تمہارا موجود ہونا میرے لئے حوصلہ کا باعث ہے اس لئے بڑے بھائی پر ترس کھاؤ اور نہ جاؤ نہر فرات پر پہرہ لگا ہوا ہے اب وہاں موت کے سوا کچھ نہیں۔

جناب عباس نے نواسہ رسول کے قدم چومے اور کہا کہ یا حسین میں بھی جانتا ہوں

کہ اس میدان میں ہمارے لئے موت کے سوا کچھ نہیں مگر وہ موت جو اللہ کی راہ میں آئے وہ موت نہیں زندگی ہے فنا نہیں بقا ہے مرتا نہیں زندہ ہوتا ہے اور ایسی موت پر لاکھوں زندگیاں قربان اور آپ بے فکر رہیں جب تک عباس کے جسم میں جان ہے حق و صداقت کے اس علم کو گرنے نہیں دوں گا مرنے کے بعد بھی اسلام کا یہ علم قیامت تک بلند رہے گا یا امام وہ دیکھو شیر خدا انتظار کر رہے ہیں کہ بیٹا عباس آج اگر تو نے جان بچائی تو کل قیامت کے دن میرے قریب نہ آنا۔ امام مظلوم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا اچھا عباس جاؤ اور پہلے دشمنوں سے پانی طلب کرو شاید کسی اولاد والے کے دل میں رحم آ جائے تو تھوڑا سا پانی دے دے اور بچوں کی جان بچ جائے اجازت ملتے ہی عباس علمدار مرکب تیز پر سوار ہوئے پشت پر ڈھال لٹکائی اور سر پر رومی خود پہنا ہاتھ میں مصری تلوار پکڑی اور کندھوں پر وزنی مشکیزہ اٹھایا گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ایک آن میں لشکر اعدا کے سامنے آ گیا۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

ہاشمی خاندان کے شہزادے نے گھوڑے کی ٹاپوں سے کربلا کی زمین ہل گئی۔ تلوار کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں نیزے کی جنبش سے دشمنوں کے دل کانپ رہے تھے اور شمشیر حیدری کی آب و تاب سے لشکر یزید کے سینے دھڑک رہے تھے۔ عمرو سعد نے عباس کا یہ رعب و دبدبہ اور جاہ و جلال دیکھا تو پکارا اٹھا سا تھیو خبردار اب عباس علمدار ہو شیار خبردار۔

اے صل علی کیا سپر شیر خدا ہے

یہ شیر خدا نہیں شمشیر خدا ہے

ہاشمی شہزادے نے یزیدی لشکر کے سامنے ہو کر فرمایا۔ اے باطل پرستو تم جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو اسی نبی کی اولاد سے برسر پیکار ہو اور جس نبی کی شفاعت کے امیدوار ہو اسی رسول کے

نواسے کے خون کے پیاسے ہو اور تم جس گھرانے سے حوض کوثر کے جام پینے کی تمنا رکھتے ہو اسی گھرانے پر پانی بند کر کے ان کے بچوں کو تڑپا رہے ہو اور امام حسین آل محمد پر تم نماز میں درود پڑھ کر اپنی نماز قبول کروا تے ہو اسی آل محمد کو وضو کے لئے پانی نہیں دیتے۔

میں تم سے ڈر کر نہیں اور اپنی جان بچانے کی خاطر نہیں بلکہ اتمام حجت کے لئے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے بچوں پر رحم کرو اور ان کے لئے تھوڑا سا پانی دے دو اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری اس خدا ترسی کے بدلے میدان حشر کی گرمی میں میں تمہیں آب کوثر کے جام پلاؤں گا حضرت عباس کی اس ایمان افروز تقریر کے بعد بھی پتھر دل انسانوں کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا اور حریصہ بن زید لشکر سے نکلا اور بولا جو کچھ بھی تم نے کہا ہے ٹھیک ہے مگر آج پانی ملنے کی ایک یہی صورت ہے کہ یزید کی بیعت کا اقرار کر لو حریصہ بن زید کی اس بے حیائی سے ہاشمی خون جوش میں آ گیا اور فرمایا اے لعین اگر ہم نے یزید جیسے فاسق فاجر اور دین کے باغی کی بیعت کرنی ہوتی تو ہم نانا مصطفیٰ کا روضہ چھوڑ کر بلا کے میدان میں آ کر ڈیرے نہ لگاتے اور تم نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ پانی کے چند قطروں کے لالچ میں ہاشمی شہزادوں کی گردنیں باطل کے آگے جھک جائیں گی اور بچوں کی پیاس کو دیکھ کر فاطمی اولاد کے نیزے سرنگوں ہو جائیں گے یاد رکھو ہم اپنی گردنیں حق کی خاطر کٹوا سکتے ہیں مگر باطل کے آگے جھکا نہیں سکتے اور اپنی جانیں دین کی خاطر قربان تو کر سکتے ہیں مگر ایک بے دین کی بیعت نہیں کر سکتے۔

ظالمو! ہم تو اپنے خون سے دین کی شمع جلانے کے لئے آئے ہیں اپنے لہو سے گلشن اسلام کی آبیاری کرنے کے لئے آئے ہیں اور قرآن کے دشمنوں کو نیزے پر چڑھ کر قرآن سنانے آئے ہیں جاؤ۔ پانی دو۔ نہ دو مگر ہم سے یزید کی بیعت کی توقع نہ رکھو۔ حضرت عباس علمدار کی اس حقیقت افروز گفتگو سے لشکر یزید میں سناٹا چھا گیا کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ رہی۔ شمر بولا اے ہمارے سردار، آپ فکر نہ کریں میں جانتا ہوں اور ابھی عباس کو ساتھ لاتا ہوں اس لئے کہ عباس میرا بھائی ہے اور اس طرح کہ ام البنین بنت خرام جو حضرت علی کے

نکاح میں تھیں شمر کی حقیقی پھوپھی تھیں اور عباس انہی کے لطن سے پیدا ہوئے اتنا کہہ کر شمر آگے بڑھا اور عباس کے آگے آ کر کھڑا ہو گیا کہنے لگا اے عباس میں عمرو سعد کی طرف سے ایلیٰ بن کر تمہارے پاس آیا ہوں تم میرے بھائی ہو اس لئے میں نے تمہارے لئے امان مانگی ہے ادھر آ جاؤ اور اپنی جان بچاؤ تمہیں پانی بھی مل سکتا ہے اور لعل و جواہرات بھی۔ شمر کی اس بے ہودگی سے حضرت عباس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ فرمایا او شمر یہ ٹھیک ہے کہ تم میرے بھائی ہو مگر دین شریعت اور حق و صداقت کے مقابلے میں ایک بھائی کی کوئی حیثیت نہیں اور پانی کا لالچ دے کر لعل و جواہر کی ہوس دلا کر مجھے ضلالت اور گمراہی کی طرف بلا رہے ہو تو ہماری طرف آ جا ہم تمہیں دین و ایمان کی دولت سے مالا مال کریں گے اور نہر فرات کے بجائے حوض کوثر تیرے سپرد کریں گے اور حضرت مسلم بھی ایلیٰ بن کر کوفہ گئے تھے مگر تم نے ان کو اور ان کے بچوں کے ساتھ جو ظلم کیا تھا قیامت تک کے مسلمان ان پر لعنت بھیجتے رہیں گے اور اسلام میں کسی ایلیٰ کو قتل کرنا جائز ہوتا تو آج تمہاری لاش بھی اسی خاک پر تڑپتی ہوتی اتنا کہہ کر حضرت عباس نے اپنے گھوڑے کو ذرا سی جنبش دی تو شمر کتے کی طرح بھاگ نکلا اس اتمام حجت کے بعد حضرت عباس علمدار نے اپنے مرکب تیز کو اشارہ کیا اور چاروں قدم اٹھا اور ہوا ہو گیا اور حضرت عباس صفوں کو چیرتے ہوئے ہر طرف قتل عام کرتے ہوئے نہر فرات کے کنارے پہنچ گئے پیاس سے نڈھال ہو چکے تھے پانی کا چلو بھر پینے لگے تو سکی نہ کی پیاس یاد آ گئی پانی پھینک دیا کہ بچے پیاس سے تڑپیں اور میں پانی پی لوں گھوڑے کا منہ پانی میں کیا کہ پی لے مگر اس نے نہ پیا اور زبان حال سے عرض کی حضور میں اگر چہ حیوان ہوں مگر اہل بیت کی صحبت کے اثر سے اتنی پہچان رکھتا ہوں کہ آل مصطفیٰ کے مقابلے میں میری پیاس کی کوئی حقیقت نہیں ہے پھر آپ نے مشکیزہ بھرا کندھوں پر رکھا اور خیموں کی طرف دوڑ پڑے پہرہ داروں نے حضرت عباس کا راستہ روکا مگر اللہ کے اس شیر نے جدھر رخ کیا دشمن کی صفیں الٹ دیں اپنے برق رفتار گھوڑے کو لگام دی پہلی ہی جست میں خیموں کے قریب پہنچے عمرو سعد چلایا کہ بنو امیہ کے بہادرو۔ تمہاری بہادری کہاں گئی۔ خبردار! اگر پانی کا یہ مشکیزہ بنو فاطمہ کے

خیموں میں پہنچ گیا تو قیامت تک جنگ ختم نہیں ہوگی اور بہت ممکن ہے کہ اولاد فاطمہ کے یہ چند سپاہی دنیا سے ہمارا نام و نشان مٹادیں ہمت کرو آگے بڑھو اور تم میں سے کون ہے جو عباس کو قتل کرے اور اور سونے چاندی کے خزانوں سے مالا مال ہو جائے۔ عمرو سعد کے اس لالچ دینے پر حریصہ بن زید اندھا ہو گیا اور اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی حضرت عباس کا راستہ روک کر تلوار کا وار کیا مگر تلوار اس ہاشمی جوان کی ڈھال سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئی اور حریصہ کا ہاتھ ہاشمی جوان کے ہاتھ میں تھا آپ نے جھٹکا دیا اور حریصہ گھوڑے سے گرنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے ایک ظالم نے برچھے کا وار کیا ہاشمی شہزادے نے پلٹ کر تلوار ماری کہ اس یزیدی کے دو ٹکڑے ہو گئے اور راستہ صاف ہو گیا اور آپ لٹکارتے ہوئے پھر خیموں کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت حسین اپنے بھائی کا جذبہ دیکھ کر خیمے سے باہر کھڑے داد دے رہے تھے سیدہ زینب پردے کے پیچھے کھڑی ہاشمی تلوار کی کاٹ دیکھ رہی تھیں اور بچی سیکینہ انتظار کر رہی تھیں کہ چچا عباس اب پانی لے کر آئے۔ اور جب عباس دشمنوں کے نرغے سے نکل کر خیموں کی طرف دوڑے تو سیکینہ خوشی سے اچھل رہی تھیں وہ دیکھو چچا جان پانی کا مشکیزہ لے کر آئے مگر سیکینہ کی خوشی فوراً ہی ختم ہو گئی جبکہ ایک شتی نے آگے بڑھ کر عباس علمدار کو تلوار ماری جس سے ان کا دایاں بازو کٹ گیا آپ نے مشکیزہ بائیں ہاتھ میں لیا اور نکلنے کی کوشش کی مگر ایک اور ظالم نے وار کیا جس سے بائیں بازو بھی کٹ گیا آپ نے مشکیزے کا تسمہ دانتوں میں پکڑ لیا۔ اور دوڑے کہ کسی طرح پانی کا یہ مشکیزہ خیموں تک پہنچ جائے مگر نوشتہ تقدیر اور منشا الہی یہی تھا کہ حوض کوثر کے مالک آج پیا سے ہی شہید ہو جائیں۔

عمرو سعد نے پھر آواز دی کہ ساتھیو مشکیزے کو چھلنی کر دو چنانچہ تیروں کی بارش ہو نے لگی۔ اور عمرو والحجاج کی مسلسل تیر اندازی سے مشکیزہ پھٹ گیا اور سارا پانی بہہ گیا۔ ایدھر عباس علمدار بازو کٹوا چکے تھے اور اودھر سیدہ زینب نے حضرت عباس پر تیروں کی بارش ہوتی دیکھی اور بازو قلم ہوتے دیکھے تو پکار اٹھیں۔ اور پھر ظالموں نے چاروں طرف عباس کو گھیر لیا اور تیروں، تلواروں، نیزوں پر وار ہونے لگے۔ علی کالال زخموں سے چور ہو کر گھوڑے کی زین

سے گرا اور آواز دی یا حسین مجھے سنبھالنا امام عالی مقام دوڑ کر پہنچے اور عباس کو جھولی میں بٹھایا ابھی کچھ سانس باقی تھے فرمایا عباس کوئی بات کرو عباس نے آنکھیں کھولیں عرض کی یا امام عالی مقام بیٹی سیکینہ سے کہنا کہ مجھے معاف کر دے کہ اس کا وعدہ پورا نہ کر سکا اور امام پاک کی گود میں جان دے دی انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

بنا کر دند خوش رُسے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

مظلوم کر بلا میدان کر بلا سے عباس علمدار کی لاش اپنے کندھوں پر رکھ کر خیموں میں لے آئے اور بچی سیکینہ کے آگے رکھ دی اور فرمایا یہ ہے تمہارا بہشتی جو تمہارے لئے پانی کا مشکیزہ لینے گیا تھا لیکن لانا نہ سکا بیٹی اسے معاف کر دو۔ خیموں میں ایک حشر برپا ہو گیا عباس علمدار کی موت نے امام عالی مقام کی کمر توڑ دی اور ان کی تمام امیدوں پہ پانی پھر گیا۔

## حضرت قاسم کی شہادت

حضرت عباس علمدار کی لاش کو دفن کرنے کے بعد امام مظلوم واپس خیموں میں آ گئے جنگ کی تیاری اور اپنے جسم پر ہتھیار لگا ہی رہے تھے کہ امام حسین کا لال شہزادہ قاسم دست بستہ کھڑا ہو گیا اور عرض کی چچا جان کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں فرمایا بیٹا کیوں نہیں ابن حسن نے پھر کہا تو پھر مجھے شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے سے محروم کیوں کیا جا رہا ہے میں اس وقت تک انتظار ہی میں ہوں کہ آپ خود مجھے جنگ میں جانے کا حکم دیں گے آپ نے مجھے بیگانہ سمجھ کر دین پر قربان ہونے کی سعادت سے محروم کیوں کیا جا رہا ہے آج میرا باپ زندہ ہوتا تو آپ ایسا نہ کرتے تو وہ خود ضرور اجازت دے دیتے مگر کیا کروں کس طرف جاؤں اور کس کو کہوں بی بی زینب سے کہتا ہوں تو وہ منہ پھیر لیتی ہیں چچی جان سے درخواست کرتا ہوں تو وہ خاموش ہو جاتی ہیں بھائی اکبر سے التجا کرتا ہوں تو وہ جواب نہیں دیتے آپ نے بھی ابھی تک کوئی خیال نہیں کیا چچا جان مجھے بھی جنگ میں جانے کی اجازت دے کر اپنے سخی ہونے کا

ثبوت دیں جگر گوشہ رسول نے حسن کے لال کو سینے سے لگایا آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا بیٹا تمہیں دیکھ کر بھائی کی صورت سامنے آ جاتی ہے تم میرے بھائی کی نشانی ہو تمہارے باپ نے آخری وقت تمہارے حق میں مجھے وصیت کی تھی کہ میرا بیٹا قاسم تمہارے پاس امانت ہے خیانت کیسے کر سکتا ہوں جاؤ بیٹا آرام کرو اور اپنے چچا جان پر رحم کرو۔ نور نظر حسن نے عرض کی قبلہ یہ تو ٹھیک ہے لیکن آج اگر میں اپنی جان بچا گیا تو کل قیامت کے دن اپنے باپ کو اپنی صورت نہ دکھا سکوں گا اور اس وقت میں دادی فاطمہ کو کیا جواب دوں گا جب انہوں نے پوچھا قاسم میدان کربلا میں جب میرا پیارا حسین مصیبت میں مبتلا تھا تو اس وقت تم نے میرے بیٹے کی کیا مدد کی تھی اور پھر جب نانا مصطفیٰ نے فرمایا کہ حسن کے بیٹے قاسم کو لاؤ جو حق و باطل کے معرکے میں اپنی جان بچا گیا تھا تو دربار مصطفیٰ میں میں کیا جواب دوں گا اور کون سامنے لے کر جاؤں گا۔

یا امام دیکھو عون و محمد قربان ہو گئے چچا عباس شہید ہو گئے حر اور وہیب جو بیگانے تھے وہ قربان ہو گئے مگر میں ابھی تک منہ دیکھ رہا ہوں چلو مجھے اپنا سمجھ کر نہ سہی بیگانہ جان کر اجازت دے دیں سیدہ زینب پاس ہی کھڑی تھیں قاسم کی اس گفتگو سے تڑپ کر رہ گئیں اور فرمایا قاسم تمہارے باپ نے آخری وقت ایک تعویذ گلے میں ڈالا تھا کہ اس کو کسی مصیبت کے وقت کھولنا اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے کہ بچے گرمی کی شدت میں پیاس سے تڑپ رہے ہیں اور دشمن اہل بیت کے خون کے پیاسے ہیں۔ لاؤ! میں اس تعویذ کو کھولوں سیدہ نے قاسم کے گلے سے تعویذ کھولا اور پڑھا اس میں ایک خط تھا جو امام حسین کے نام تھا لکھا تھا۔ بھائی حسین! میدان کربلا کے حق و باطل کے معرکے میں میرے بیٹے قاسم کو بھی شہید ہونے کی اجازت دے دینا۔ تاکہ یہ بھی دین و ایمان کی خاطر میرا خون بھی شامل ہو جائے۔ بی بی زینب دوبارہ حضرت قاسم کو امام کی خدمت میں لے آئیں اور عرض کی بھائی جان اب تو قاسم کو اجازت دینی ہی پڑے گی علی کے لاڈلے نے فرمایا اور امام حسن کا خط امام حسین کے آگے رکھ دیا خط پڑھ کر امام حسین زار و قطار رونے لگے پھر فرمایا۔ جاؤ بیٹا! اب



تمہیں اجازت ہے مگر ذرا میرے سامنے آ کر کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں آخری بار اپنے بھائی حسن کی نشانی دیکھ لوں۔

حضرت قاسم نے پھوپھی کا شکر یہ ادا کیا اور امام پاک کے قدم چومے ہتھیار پہنے آخری بار سب کو سلام کیا پھر اسلام کا نعرہ لگاتے ہوئے میدان میں جا پہنچے اور فرمایا او ظالمو عون و محمد نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ ہم کون ہیں آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں؟

امام حسن کا بیٹا ہوں پوتا مرتضیٰ کا ہوں  
 ہے۔ دادی فاطمہ میری نواسہ مصطفیٰ کا ہوں  
 یہ قاسم نام ہے میرا قاسم کوثر لقب میرا  
 جہاں میں سب سے اونچا دیکھ لو حسب و نسب میرا  
 ہمارے گھر فرشتے بھی اجازت لے کے آتے تھے  
 جو آرام کرتے تھے انہیں جھولا جھلاتے تھے  
 ہوا کیا آج جو میں تین دن سے پیاسا ہوں  
 مگر جان لو پھر بھی محمد کا نواسہ ہوں  
 میں آیا ہوں تمہارے سامنے ایمان پر مر مٹنے  
 نبی کی شان پر مرنے علی کی آن پر مرتے

پھر آپ نے یزیدی لشکر کو دعوت دی۔ عمرو سعد نے دیکھا تو بول اٹھا۔ بہادرو! خبردار! یہ علی کا پوتا اور حسن کا دلہند ہے ایک ایک کر کے اس کے مقابلے میں نہ جانا۔ آپ نے تین بار لاکار انگر کسی کو مقابلہ میں آنے کی جرات نہ ہو سکی لیکن آپ نے خود ہی میسرہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور ایسی شان حیدری دکھائی کہ فرشتے بھی مرجا پکاراٹھے اور پھر میمنہ پر بجلی کی طرح گری اور دشمن کی صفیں الٹ دیں حسن کے لال کی تلوار تھی جو بجلی کی طرح کوند رہی تھی جس طرف گرتی کوفیوں کو خاک میں ملا دیتی میمنہ سے رخ موڑا تو قلب لشکر میں جا پہنچے تازہ دم ہونے کے

لئے دشمن کی صفوں سے باہر نکل آئے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ اے ذبیح اللہ کے لئے مکہ کی پتھر لیلی زمین سے آپ زمزم کا چشمہ جاری کر دینے والے خدا اور اے میدان بدر میں توحید و رسالت کے پرستاروں کے لئے آسمان سے پانی برسانے والے مالک اگر نہ فرات کا پانی ہماری قسمت میں نہیں آسمان سے ہی دو قطرے برسا دے اور میرے حلق میں ڈال دے اور میں پھر تیری دنیا کو بتادوں کہ حق کی تلوار جب میان سے نکلتی ہے تو پھر اس وقت تک میدان میں نہیں جاتی جب تک کفر و باطل کو ختم نہ کر دے مگر ہاشمی شہزادے کی التجا قبول نہ ہو سکی اور پردہ غیب سے آواز آئی کہ اے امام حسن کے لال میں بھی اگر چاہوں تو خاک کربلا سے چشمے ابال سکتا ہوں اور کوفہ کے اس ریگستان سے بھی آب حیات پیدا کر سکتا ہوں مگر یہ تو نوشتہ تقدیر ہے جسے تم آج ادا کر رہے ہو اور یہ منشا الہیٰ جسے تم پورا کر کے باطل پرستی کی دیواریں ہلا رہے ہو اگر پیاس بجھانے کی تمنا ہے تو حوض کوثر پر پہنچ جاؤ۔

عمر و سعد نے امام حسن کے بیٹے کا یہ انداز جنگ دیکھا تو گھبرا کر چلایا اے شام و عراق کے بہادر و آج تمہاری جرات اور بہادری کہاں غائب ہو گئی اور تم میں سے کوئی اٹھے اور قاسم کو قتل کرے اس کے انداز جنگ اور اسکی جرات اور شاہ سواری سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تین دن کا بھوکا اور پیاسا نہ ہوتا تو اس کی تلوار اس وقت تک سب کا خاتمہ کر دیتی اور پھر ارزق سے کہا کہ اس لشکر یزید میں تم سب سے زیادہ بہادر اور تجربہ کار ہو اس لئے قاسم کے مقابلے میں تم جاؤ ارزق نے جواب دیا کہ اس چھوٹے سے لڑکے کے مقابلے میں جانا میری توہین ہے عمر و سعد نے کہا کہ اس کے لڑکپن کو نہ دیکھو یہ دیکھو کہ یہ حسن مجتبیٰ کا بیٹا ہے اور شیر خدا کا پوتا ہے اس کے ہاتھوں میں شمشیر حیدری ہے اور اس کی رگوں میں بھی علی کا خون ہے ارزق نے جواب دیا اچھا اگر اس کا قتل میرے ذمہ ہے تو پہلے میں اس لڑکے کے مقابلے میں اپنے لڑکے کو بھیجتا ہوں وہ بھی بڑا شاہ سوار ہے الغرض ارزق کا لڑکا بڑے ہی تکبر اور غرور کے ساتھ نیزہ ہوا میں لہراتا ہوا میدان میں آیا اور حضرت قاسم کو آواز دی کہ ہمت ہے تو میرے سامنے آ۔ تو پھر یکا یک دو تلواروں کی جھنکار سے فضائے کربلا جھوم اٹھی حضرت قاسم نے نیزہ مارا جو اس کی

ٹانگ پر لگا وہ لڑکھڑاتا ہوا گھوڑے سے گر پڑا جناب قاسم فوراً گھوڑے سے اترے اور اس کے لمبے لمبے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے لپیٹ کر دور گھما کر اس زور سے زمین پر مارا کہ اس کی ہڈیاں اور پسلیاں ٹوٹ گئیں اور اس کی قیمتی تلوار کو پکڑ لیا۔

پھر ارزق کا دوسرا لڑکا میدان میں آیا وہ بھی جناب قاسم کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا اور پھر تیسرا لڑکا آیا تو ہاشمی جوان کا نیزہ سینے سے پار ہو گیا اور پھر چوتھا لڑکا آیا تو حضرت قاسم نے اس کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے پھر ارزق کی آتش غضب پھڑک اٹھی اور پھر ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر فولادی تلوار ہاتھ میں لہراتا ہوا مقابلے پر آیا اور آتے ہی ہاشمی شہزادے کو نیزہ مارا علی کے بہادر پوتے نے وار بچا لیا ہاشمی جوان نے تلوار ماری ارزق نے روک لی ارزق نے پٹہ گھمایا قاسم نے داؤ بچایا قاسم نے تلوار ماری ارزق نے ڈھال پر رکھی ارزق نے زنجیر کی گرہ ماری قاسم نے کھول دی قاسم نے بند باندھا ارزق نے توڑ دیا۔ پھر ایک دوسرے پر تلواروں کے وار ہونے لگے ہاشمی جوان نے تلوار اٹھائی تو ارزق دیکھ کر کہنے لگا کہ قاسم یہ تلوار تو میری ہے تمہارے ہاتھ کہاں سے آگئی حضرت قاسم نے فرمایا تمہارا بیٹا پہلا دے گیا ہے پھر قاسم نے ارزق سے فرمایا تم بڑے بہادر اور شہ زور ہو اور تمہاری بہادری اور شہ زوری کی دھوم ہے اور شام و عراق تک مشہور ہے مگر اتنے بے وقوف ہو کہ گھوڑے کی تنگ کا بھی ہوش نہیں ارزق دھوکہ کھا گیا اور شرمندہ ہو کر تنگ کو دیکھنے لگا اور جھکا تو حسن کے لال نے فوراً تلوار اٹھائی اور ارزق کی گردن پر ماری اور وہ گردن اس سے جدا ہو کر زمین پر جاگری اے قاسم تیری شجاعت پر قربان، تیری ہمت اور جرات پر فدا، تیرے حوصلے پر نثار، اور تیرے انداز جنگ پہ صدقے، کاش تمہیں کہیں سے پانی کے دو قطرے مل جاتے اور پھر تیری شمشیر حیدری سے شکست خوردہ، باطل نہ اٹھ سکتا ہاشمی شہزادہ لشکر یزید کے میسرہ پر بھی عقاب کی طرح جھپٹا میمنہ پر بھی بجلی کی طرح چمکا قلب لشکر میں بھی شیر کی طرح پنچہ زن ہوا ارزق کے چاروں لڑکوں کو بھی قتل کیا اور پھر ارزق کو بھی واصل جہنم کیا مگر ابھی تک قاسم کے جسم پر خراش تک نہیں آئی اور پھر لشکر یزید کی طرف دیکھا تو سامنے عمر و سعد بیٹھا نظر آیا اس کو قتل کرنے کے ارادے سے پھر لشکر

میں گھس گئے لیکن چاروں طرف دشمنوں میں گھر گئے اور پھر تلواروں اور برچھیوں کی بوچھاڑ سے ۲۷ زخم آپ کے جسم پر آئے اور شیت بن سعد نے آپ کے سینے میں نیزہ مارا جو پار ہو گیا اور آپ اسپ تازی سے فرش زمین پر آ گئے اور گر پڑے اور پکارا یا امام مجھے سنبھالنا امام عالی مقام نے قاسم کی آواز سنی تو بے تابانہ دوڑ کر پہنچے تو خاک اور خون میں تڑپ رہا ہے لاش کو کند ہوں پراٹھایا یا خیموں میں لے آئے اور اپنی گود میں رکھ کر رونے لگے یہاں بھی دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

بنا کردند خوش رے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طنیت را۔

## شہادت

حضرت امام حسن کی امانت حضرت قاسم کو خاک کربلا میں سپرد کر کے امام پاک خیموں میں آئے تو دیکھا اپنا لخت جگر ہتھیار لگائے میدان کربلا میں جانے کے لئے تیار کھڑا ہے آپ نے فرمایا جان پدر! اپنے بوڑھے سے باپ کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو شہزادے نے عرض کی جہاں عون و محمد گئے اور قاسم و عباس گئے قبلہ حضور اجازت دیجیے مظلوم کربلا نے ایک پرسوز آہ بھری اور فرمایا بیٹا تم شبیہ مصطفیٰ ہو تمہیں دیکھ لیتا ہوں تو نانا کی پاک صورت سامنے آ جاتی ہے میں اس تنہائی کو ضائع نہیں کرنا چاہتا شہزادہ علی اکبر نے جواب دیا۔ یا حضور! جس نانا پاک کا میں ہم شکل ہوں انہوں نے بھی میدان احد میں دین حق کی سر بلندی کے لئے دانت مبارک شہید کرائے تھے ہم شکل مصطفیٰ کو اپنے نانا نے پاک کی سنت کیوں نہیں ادا کرنے دیتے اور یہ ہے وہ چادر جس سے دادی فاطمہ نے نانا پاک کے خون کو صاف کیا تھا سنو ابا جان آج دادی جان نہیں ہیں پھوپھی بھی تو انہیں کی بیٹی ہیں۔ اس وقت دادی جان نے اپنے باپ کا خون صاف کیا تھا آج ہم شکل مصطفیٰ کا خون ان کی بیٹی زینب دھوئے گی۔

نواسہ رسول اپنے لخت جگر کی یہ معنی خیز گفتگوسن کر حیران رہ گئے اور فرمایا بیٹا

تمہارے ان ارادوں پر قربان، مگر میں ان آنکھوں سے اپنے جوان بیٹے کی لاش نہیں دیکھ سکتا۔ ابا حضور! اجازت دیجیے بیٹا پہلے مجھے جانے دو شہزادہ علی اکبر نے عرض کی ابا حضور اگر آپ کی آنکھیں جوان بیٹے کی لاش نہیں دیکھ سکتے تو اٹھارہ سال کا جوان بیٹا بھی اپنے بوڑھے باپ کے سر کو نیزے پر نہیں دیکھ سکتا۔ ابا حضور! اجازت دیجیے کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن نانا جان اپنے دربار سے دھکا دے کر نکال دیں دادی اماں دیکھ کر منہ پھیر لیں اور شیر خدا بزدلی کا طعنہ دیں اور آج آپ نے مجھے حق و صداقت کی حفاظت کی خاطر شہید ہونے کی اجازت نہ دی تو بہت ممکن ہے کہ کہیں آئندہ آنے والی نسلیں آپ پر یہ الزام نہ لگائیں کہ حسین نے اپنی بہن کے بچوں کو شہید کر دیا اور بھائی حسن کے بیٹے کی قربانی تو دے دی لیکن جب اپنے لخت جگر کی باری آئی تو گھبرا گئے سیدہ کے لال کی آنکھیں پر نم ہو گئیں اور فرمایا تجھے اجازت دینے کا حق مجھے نہیں ہے تیری پھوپھی زینب کو ہے جس نے اپنے دنوں کا چین اور راتوں کی نیند حرام کر کے پالا ہے۔

علی اکبر آگے بڑھے اور پھوپھی زینب کے پاؤں پکڑ لئے اور عرض کی پھوپھی جان میں جانتا ہوں کہ آپ نے مجھے نہایت محبت سے پالا ہے مگر آپ نے اپنے بچوں کو خوشی سے قربان کر دیا اور ان کے لئے آپ نے اجازت بھی لے لی مگر میرا کیا قصور ہے کہ مجھے اس مرتبہ شہادت سے محروم کیا جا رہا ہے خدا کے لئے میری بھی سفارش کریں سیدہ نے کلیجہ تھام لیا اور فرمایا علی اکبر! میں نے آج تک ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے تجھے اوجھل نہیں ہونے دیا مگر میں آج ہمیشہ کے لئے تجھے اپنی آنکھوں سے کس طرح دور کروں۔ اتنا کہا اور ایک آہ بھری اور زہرا کی جائی بے ہوش ہو گئی حضرت شیر بانو پاس کھڑی تھیں بار بار اپنے دامن سے اپنے آنسو صاف کر رہی تھیں فرمایا پھوپھی جان کے منہ پر اپنا منہ رکھ دو تا کہ اس کی خوشبو سے انہیں ہوش آجائے عرض کی۔ امی جان! علی اکبر کا منہ اس قابل نہیں کہ سیدہ پاک کے منہ پر رکھوں اور شہزادے نے اپنا سر پھوپھی کے قدموں میں رکھ دیا سیدہ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا علی اکبر جاؤ مگر باطل کو حق پرستی کے معنی سمجھ میں آجائیں اور لشکر یزید پر علی اکبر کی شجاعت

کار از کھل جائے۔

شہر بانو نے لباس بدلا لباس کیا تھا بھائی حسن کا پڑکا تھانا <sup>مصطفیٰ</sup> کا عمامہ تھا اور حضرت زہرا کی چادر تھی امام عالی مقام نے ہتھیار لگائے ہتھیار کیا تھے امیر حمزہ کا نیزہ تھا حضرت جعفر کی کمان تھی اور بابا علی کی تلوار۔ ہاشمی شہزادہ جب اپنے جسم پر ہتھیار لگا کر اپنے بھائی زین العابدین کو ملنے کے لئے خیمے میں گئے تو ایک حشر برپا ہو گیا پاک دامن بیبیوں کی چیخیں نکل گئیں شہر بانو بے ہوش ہو گئی اور امام پاک تڑپ کر رہ گئے۔

اک حشر تھا بپا عابد جو ہوتے تھے

جھولے میں پھوٹ پھوٹ کر اصغر بھی روتے تھے

حضرت عابد فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور شیر خوار اصغر ایک ٹوٹے ہوئے جھولے میں پڑا ہوا اپنی خشک زبان نکال کر پانی کی اک اک بوند کو ترس رہا تھا۔ علی اکبر! بھائی عابد کے پاس گئے عابد نے اٹھ کر گلے لگنے کی بہت کوشش کی مگر کمزوری کی وجہ سے نہ اٹھ سکے اٹھتے پھر گر پڑتے ایک تو بیمار تھے دوسرے تین دن سے پیاسے تھے بولے بھائی معاف کرنا میں اٹھ نہیں سکتا علی اکبر کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور خود ہی عابد کے ساتھ لیٹ گئے دونوں بھائی دل کھول کر روئے دونوں کا دل چاہتا تھا کہ قیامت تک اسی طرح رہیں اتنے میں عمر و سعد پکارا۔ حسین! اہل بیت کی غیرت کہاں گئی نواسہ رسول نے علی اکبر کو اٹھایا اور فرمایا بیٹے جاؤ یزیدی لشکر ہماری غیرت کو لگا رہا ہے عرض کی ابا جان! جو اب دو کہ اہل بیت کی غیرت ابھی زندہ ہے علی اکبر! عابد کو چھوڑ کر اٹھے اور معصوم اصغر کے پاس گئے جھولے کو جھلایا اور پھر اصغر کو گود میں اٹھایا اور پھر سینے سے لگا کر رونے لگے شیر خوار اصغر نے اپنی زبان خشک نکال کر دکھائی علی کے بیٹے نے پشت پر ہاتھ رکھا علی اکبر کی طبیعت سنبھل گئی باپ نے اپنے اٹھارہ سال کے بیٹے کو شہادت گاہ کی طرف بھیجنے کے لئے زانو کا سہارا دے کر گھوڑے پر سوار کرایا علی اکبر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینے پاک کی طرف منہ کر کے رونے لگے فرمایا بیٹا موت کے ڈر سے روئے ہو کہا ابا جان

نہیں بہن صغریٰ یاد آتی ہے میں اس سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ ایک مہینے کے بعد تجھے لے جاؤں گا مگر افسوس کہ میں اس کا وعدہ پورا نہ کر سکا وہ میرا راہ دیکھتی ہوگی وہ لوگوں سے میرا پتہ پوچھتی ہوگی انتظار کرتی ہوگی مگر اسے کیا خبر کہ دشمنوں نے مہلت ہی نہیں دی اور صغریٰ کو لے آنے کا وعدہ کرنے والا بھائی آج ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہا ہے وہ قیامت تک میرے فراق میں روتی رہے گی اور پھر سامنے کی طرف منہ کر کے فرمایا بہن صغریٰ مجھے معاف کرنا میں اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا اور اب حشر کے میدان میں نانا مصطفیٰ کے پہلو میں ملوں گا۔

ہاشمی شہزادہ گھوڑے کو چلنے کا حکم دینے ہی والا تھا کہ بہن سکیئہ روتی ہوئی آئی اور گھوڑے کی لگام پکڑی علی اکبر نے پوچھا بہن سکیئہ کیوں۔ جواب دیا۔ بھائی جان! بھائی جب دولہا بن کر گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو بہنیں باگ پکڑتی ہیں اور بھائی بہنوں کو انعام دیتے ہیں بھیا تم بھی آج دولہا بن کر گھوڑے پر سوار ہو تو کچھ انعام دے جاؤ علی اکبر کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چند قطرے بہن سکیئہ کے دامن میں گرے۔ پوچھا بھائی جان یہ کیا فرمایا یہ تمہارا انعام ہے۔ ہاشمی شہزادے کو میدان جنگ میں جانے کے لئے کھڑا دیکھ کر ایک حشر برپا ہو گیا

اور

دیتے تھے اہل بیت دہائی امام کی

تصویر گھر سے جاتی ہے خیر الامام کی

اور خیموں کے چاروں طرف سے یہ آوازیں آرہی تھیں۔

شبیبہ مصطفیٰ تیرا علی اکبر جواں بیٹا

اٹھارہ سال کا نوخیز حیدر کا نشان بیٹا

چلا میدان میں نانے کی شریعت کو بچانے کو

وہ اپنے خون سے اک چراغ حق جلانے کو

کہا حوروں نے دیکھو شہ کے دل کا پارہ ہے

فرشتوں نے کہا یہ تو قرآن کا ہی پارہ ہے  
 ابھی یہ دردناک منظر ختم نہیں ہوا تھا کہ لشکر یزید سے پھر آواز آئی۔ حسین! موت سے ڈرتے  
 ہو پھر ہاشمی شہزادے کی صدا نعرہ تکبیر سے فضا گونج اٹھی چہرے کی بجلی سے میدان کربلا چمک  
 اٹھا زلف ہائے عنبرین سے کوفہ کا میدان مہک اٹھا رخ انور کی ضیا سے خاک کربلا کے ذرے  
 ذرے دمک اٹھے حسن مرتضیٰ کی تصویر کے آگے فسق و فجور کی عمارتیں تھرا گئیں اور جمال مصطفیٰ  
 کی تنویر کے آگے کفر و باطل کے ٹیلے گر پڑے اور پھر ہاشمی جوان لشکر یزید کے سامنے بڑے ہی  
 جاہ و جلال کے ساتھ ڈٹ گیا اور فرمایا۔

علی اکبر ہے میرا نام بابا مرتضیٰ میرا  
 سخی لچپال کا بیٹا ہوں نانا مصطفیٰ میرا  
 شبیہ مصطفیٰ کہتے ہیں مجھ کو سب جہاں والے  
 زمیں والے فلک والے مکان و لامکاں والے

سنو اے کو فیو میں اہل بیت کے گھر کا گدا ہوں میں کعبے کا پجاری ہوں مدینے کا مسافر ہوں  
 عمر و سعد نے علی اکبر کا یہ جاہ و جلال دیکھا اور نعرہ حق پرست سنا تو تو بولا۔ اے علی اکبر! اپنی اٹھتی  
 ہوئی جوانی پر رحم کھاؤ اور اپنے آپ کو موت کے حوالے نہ کرو مجھے بھی شبیہ مصطفیٰ دیکھ کر ترس آ  
 گیا ہے جاؤ اور اپنے باپ سے کہہ دو کہ عمر و سعد نے مجھے چھوڑ دیا ہے یا ادھر آ جاؤ پانی کے  
 مشکیزے بھی ملیں گے اور عیش و آرام میں بھی دنیا کی ہر نعمت ملے گی اور چین و قرار بھی ملے گا  
 اور دولت و شوکت بھی ملے گی عمر و سعد کی اس گستاخی سے ہاشمی خون کھول اٹھا اور گرج کر بولے  
 دین کے بدلے دنیا کا سودا کرنے والے عمر و سعد سن اور غور سے سن کہ تو اس عاشق رسول کا بیٹا  
 ہے کہ جس نے میدان احد میں ناموس اسلام کی حفاظت کے لئے اور ذات مصطفیٰ کی حفاظت  
 کی خاطر پہلا تیر لشکر کفار پر چلایا تھا اور تو ہے کہ دین کے باغ کو اجاڑنے اور چمستان اہل بیت  
 پامال کرنے کے لئے پہلا تیر امام حق پر چلایا تو پھر صحیح ہے کہ جنتی باپ کا جہنمی بیٹا ہے۔ لیکن



اب بھی اپنے نیک باپ کے نقش قدم پر چل کر ہمارے دامن کو تھام لے تو تیری یہ غلطی معاف ہو سکتی ہے ہوش کرو اور حق و باطل کی پہچان کرو اور کفر کے فرق کو حسین اور یزید میں امتیاز کر اور اگر تیرا یہ خیال ہے کہ تمہاری چمکتی ہوئی تلواریں دیکھ کر ہاشمی شہزادے کا سر باطل کے آگے جھک جائے گا تو یہ خیال غلط ہے اور اگر تیرا گمان ہے کہ پانی کے چند قطروں کی خاطر حیدر کرار کا پوتا یزید کی بیعت کر لے گا تو یہ خیال دل سے نکال دو۔ اے عمر و سعد یاد رکھو تو دنیا کے ساز و سامان کے عوض میری دولت ایمان نہیں چھین سکتا اور موت کا خوف دلا کر تو مجھے راہ حق سے نہیں ہٹا سکتا اور اے کوفہ کے دعا باز انسانوں اس دنیا کی چند روزہ شان و شوکت آخرت کی پر لطف زندگی کا سودا نہ کرو اور یزید کے دربار سے عارضی عزت و دولت کی خواہش میں حسین کے مقدس دامن کو نہ چھوڑو اور سنو میں تمہارے پاس پانی کی بھیک مانگنے نہیں آیا رحم کی درخواست لے کر نہیں آیا بلکہ دین و ایمان کی حفاظت کی خاطر لڑنے آیا ہوں اور حق و صداقت کی رکھوالی کے لئے آیا ہوں اور اب بھی سمجھ جاؤ اب بھی وقت ہے باز آ جاؤ اور فسق و فجور کے اندھیروں سے نکل کر حق و صداقت کی روشنی میں آ جاؤ وحشت و بربریت کے کرگسوں سے نکل کر انسانیت اور آدمیت کے دامن کو تھام لو اور کفر و باطل کے سمندر سے نکل کر حق و صداقت کے ساحل پر آ جاؤ۔ اور یزید کی طوفانیت سے نکل کر حسین کے دامن میں پناہ لے لو۔ اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرو خدا تمہیں معاف کر دے گا اگر اس کے بعد بھی تم اپنے ظلم و ستم سے باز نہیں آتے تو پھر ہاشمی تلوار کے جوہر دیکھ لو شہزادہ علی اکبر کی اس ایمان افروز تقریر نے کوفیوں کے دل پلا دیئے حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور عمر و سعد خود بھی گھبرا گیا کسی کو سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی اور جب کوئی بھی مقابلے پر نہ آیا تو شہزادہ علی اکبر خود ہی لشکر یزید پر حملہ آور ہو گئے اور ایک ایک وار سے کئی یزیدیوں کو قتل کرنے لگے کہیں میسرہ کی طرف شیروں کی طرح لپکتے تو لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے کبھی میمنہ کی طرف عقابوں کی طرح جھپٹتے تو صفیں الٹ دیتے اور کبھی قلب لشکر پر بجلی کی طرح چمکتے تو یزیدیوں کو خاکستر کرتے ہوئے آگے نکل جانے گرم لو کی تھپڑوں نے بدن کو پھلسا دیا اور پیاس کی شدت نے

نڈھال کر دیا تو لشکر یزید سے نکل کر باپ کے قدموں میں آئے تو عرض کی ابا جان۔ پانی! فرمایا بیٹا پانی کہاں۔ بیٹا میں نے اپنی ساری زندگی تمہاری خواہش کو پورا کیا مگر آج تمہارا شفیق باپ تمہاری پانی کی خواہش پوری نہیں کر سکتا۔ بیٹا لو۔ میری زبان اپنے منہ میں ڈال لو۔ علی اکبر نے زبان منہ میں ڈالی اور چوسی تو جام کوثر کے مزے آگئے۔ عرض کی۔ ابا حضور! اگر میدان کارزار میں غلطی ہوگئی ہو تو معاف کر دینا۔ فرمایا۔ بیٹا! تمہارے اس عزم و استقلال پر قربان! اور تمہارے اس نرالے ڈھنگ پر آفرین ہے۔ جاؤ! اور عمرو سعد کو علی کے خون کا جوہر دکھاؤ۔ جاؤ اور کوفیوں کو شمشیر حیدری کے جوش دکھاؤ۔ جاؤ! یزیدیت کو حسینیت کا راز بتا دو پھر تیغ حیدری لشکر یزید پر صاعقہ بن کر چمکی ایک ہی وار میں بارہ یزیدی واصل جہنم ہوئے کبھی نیزے کی ضرب تھی اور کبھی تلوار کی کاٹ بڑے بڑے بہادروں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور ہاشمی جوان کی تیغ براں کے آگے نامور اور بہادروں کے دل ٹوٹ گئے۔

عمرو سعد نے طارق بن شیت سے کہا کہ بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا ایک جوان ہزاروں پر غالب آتا جا رہا ہے اس کو اگر تھوڑی سی مہلت اور دے دی گئی تو ہم سب کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا۔ جاؤ! حسین کے اس بیٹے کو اور یزید کے اس باغی کو قتل کر دو اور اس کے بدلے تمہیں ابن زیاد سے موصل کی حکومت دلاؤں گا۔ طارق بن شیت نے جواب دیا مجھے اندیشہ ہے کہ میں اولاد فاطمہ کے اس فرزند کو قتل کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کروں اور تو بھی اپنے وعدے سے پھر جائے تو پھر نہ میری دنیا اور نہ میرا دین۔ عمرو سعد نے اس کو اپنی انگوٹھی دے دی۔

چنانچہ طارق بن شیت اپنے نیزے کو لہراتا ہوا سامنے آیا ادھر بھی ہاشمی خون جوش میں آیا اس نے آتے ہی نیزہ مارا علی اکبر نے روک لیا اس کے سینے میں ایک ایسا برچھمارا کہ پار ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا آپ نے کمال ہوشیاری سے اپنے گھوڑے کو چاروں قدم اٹھایا اور اس کو روند ڈالا اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن طارق اپنی فولادی تلوار کو فضا میں چمکاتا ہوا مقابلے پر آیا مگر ہاشمی شہزادے نے اس کو سنبھلنے ہی نہ دیا نیزہ مار کر ہلاک کر دیا

اور پھر طارق کا دوسرا بیٹا غضبناک ہو کر اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے میدان میں آیا اس نے آتے ہی کئی وار علی اکبر پر کئے مگر سب خالی گئے شہزادے نے اس کی آنکھ میں نیزہ مارا جس سے اس کی دائیں آنکھ نکل گئی اور وہ بھی اپنی آنکھ پر پٹی باندھ رہا تھا کہ علی اکبر کی تلوار نے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ہاشمی جوان نے کوفیوں کے دل ہلا دیئے اور عمر و سعد کانپ اٹھا اس جرات و شجاعت پر حضرت فاطمہ خوش ہو رہی تھیں اس انداز جنگ پر حضرت علی حیران تھے اور نانا مصطفیٰ بھی جھوم رہے تھے اور روح فطرت مرحبا پکار رہی تھی علی اکبر تازہ دم ہونے کے لئے پھر میدان کا رزار سے نکلے پھر باپ کے پاؤں کو بوسہ دیا اور عرض کی ابا جان! پانی! فرمایا بیٹا حوض کوثر سے پیو۔ کہا ابا حضور خدا کی قسم آج اگر علی اکبر کو پانی کے چند قطرے کہیں سے مل جاتے تو کوفیوں کو باطل پرستی کا مزہ چکھا دیتا اور دنیا کو بتا دیتا کہ نبی کے غلام جب حق و اسلام کی حمایت کے لئے نکلتے ہیں تو پھر ان کی تیغ براں اس وقت تک میان میں نہیں آتی جب تک وہ صفحہ ہستی سے کفر و باطل کے نام و نشان نہ مٹادیں۔ فرمایا علی اکبر مجھے یقین ہے کہ تم یہ سب کچھ کر سکتے ہو مگر میں مجبور ہوں۔ اور بیٹا آسمان کی طرف دیکھو علی اکبر نے دیکھا تو فاطمہ دامن پھیلائے اور حضرت علی بازو کھولے اور نانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں جام کوثر لئے کھڑے ہیں اور پھر آپ کا مرکب تیز رفتار پھر دشمنوں کے سر پر تھا اور آپ پھر لشکر یزید پر حملہ آور ہو گئے اور ان کا یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ لشکر یزید کے پاؤں اکھڑ گئے لاشوں پر لاشیں تڑپنے لگیں اور سروں پر سر گرنے لگے اور چاروں طرف قتل عام ہونے لگا عمر و سعد نے ایک مشہور شاہ سوار محکم بن طفیل کو ایک ہزار سپاہیوں کا دستہ دے کر ہاشمی جوان کے مقابلے میں بھیجا وہ آتے ہی پکارا کہ جانتے ہو میری بہادری کی دھوم شام و عراق میں ہے آپ نے فرمایا میری بھی شجاعت کا چرچا زمین و آسمان میں ہے پھر آپ نے تیغ حیدری کے وہ جوہر دکھائے کہ کوفیوں کے بہادروں کا یہ دستہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا اور آپ لشکر کے اندر گھس گئے اور آپ کی تلوار کے ایک ایک وار سے کئی یزیدی خزاں کے پتوں کی طرح کٹ کٹ کر گرنے لگے ابن تمیر نے دھوکہ دے کر نیزہ مارا جو علی اکبر کے سینے سے پار ہو گیا آپ گھوڑے کی زین سے گر پڑے گویا چودہویں کا چاند

ڈوب گیا اور چمستان زہرہ کا ایک پھول تھا جو ٹوٹ گیا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

بنا کر دند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را

عمر و سعد پکار اپنے جوان بیٹے کی لاش بھی لے جاؤ سیدہ زینب نے آواز سنی تو خیمے سے نکل کر چیخ اٹھیں۔ ہائے میرے علی اکبر! اور لاش کی طرف دوڑیں کہ امام پاک نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا نہیں صبر کرو۔ صبر کا وقت ہے نواسہ رسول اپنے بیٹے کی لاش پر پہنچے تو دیکھا کہ ظالم لاش پر گھوڑے دوڑا رہے ہیں حضرت حسین ادھر متوجہ ہوئے تو ادھر سے آواز اٹھی ابا جان مجھے پکڑنا آخر کار امام حسین نے لشکر یزید کو لاکار اتو وہ بھاگ گئے اور آپ نے علی اکبر کی لاش کے ٹکڑے اکٹھے کئے اپنی چادر میں باندھے اٹھانے لگے تو لاش اٹھتی نہیں اور اٹھتی بھی کیونکر کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر کھینے والا حسین آج کربلا کے میدان میں اپنے بھانجوں، بھتیجوں، بیٹوں اور بھائیوں کی لاشیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا تھا فرمایا اٹھتے کیوں نہیں لاش علی اکبر سے آواز آئی ابا جان ذرا ٹھہریے علی اور نانا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھانے کے لئے آرہے ہیں۔

ہاشمی شہزادے کی لاش خیمے میں پہنچی عابد بیمار فرش پر دھاڑیں مار رہا تھا اور معصوم اصغر جھولے میں تڑپ رہا تھا بی بی شیر بانو آہیں بھر رہی تھیں بی بی زینب لاش سے لپٹ گئیں ہوش میں آئی تو لاش کو جھولی میں لے کر خون آلود زخموں کو چوما اور فریاد کی اور پھر امام عالی مقام نے بیٹے کی لاش کو گود میں اٹھایا آنکھوں سے آنسو کی نہریں بہ رہی تھیں اور دیر تک علی اکبر کی لاش پر رونے کے بعد مظلوم نے خود ہی لاش کو اٹھایا کہ مردوں میں سے کوئی اور نہ تھا جو اکبر کی لاش کو سید کے ساتھ اٹھاتا تمام حق و صداقت کی بلندی کے لئے قربان ہو چکے تھے ایک ایک کر کے شریعت محمدی اور خلافت الہیہ کی حفاظت کی خاطر شہادت پا چکے تھے چاند غروب ہو چکا تھا ستارے ڈوب چکے تھے اور پھول بکھر چکے تھے عابد بیمار تھا اور اصغر شیر خوار تھا اور پھر ساتھ جاتا بھی تو کون؟ قبر کھودی اور اپنے لخت جگر کی لاش کو بڑے ہی صبر و سکون کے ساتھ دفن

کر دیا اور زمین کربلا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اٹھارہ سال کی ہے یہ دولت حسین کی  
اب ہے تیرے سپرد دولت حسین کی  
اے خاک کربلا تو اس احساں کو نہ بھول  
لیٹے ہیں تیری خاک میں جگر گوشہ بتول

## شہزادہ علی اصغر کی شہادت

اپنے اٹھارہ سالہ جوان بیٹے علی اکبر کو دفن کرنے کے بعد امام عالی مقام خیمے میں واپس تشریف لائے تو آپ کے کانوں میں پاک بیبیوں کی رونے کی آوازیں آرہی تھیں خیمے میں گئے اور فرمایا صابروں کی اولاد ہو۔ صبر کرو۔ سیدہ زینب نے عرض کی یا حسین عون و محمد قربان ہو گئے میں نے خوشی سے قبول کیا قاسم نثار ہوئے صبر کیا علی اکبر شہید ہوئے تو کوئی شکایت نہیں کی اللہ کی راہ میں اور بھی مصیبتیں آئیں برداشت کیں مگر معصوم اصغر کی قابل رحم حالت دیکھی نہیں جاتی شدت پیاس سے تڑپ رہا ہے اور بار بار اپنی خشک زبان نکال کر دکھا رہا ہے کہ شائد اب بھی پانی کے دو قطروں سے جان بچ جائے۔

اے بنت فاطمہ آپ کے قدموں کی خاک پہ صدقے آپ نے عورت ہو کر جس عزم و استقلال سے صبر و شکر کے ساتھ مقابلہ کیا اور مدینہ منورہ کی گلیوں سے لے کر میدان کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر جس نغمگساری اور فداکاری سے اور جس ثابت قدمی سے اپنے بھائی کا ساتھ دیا قیامت تک مسلمان عورتیں آپ کے اس حوصلے پر فخر کرتی رہیں گی۔

حضرت زینب ابھی کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ شیربانوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا آقا حسین! مدینہ پاک سے لے کر میدان کربلا تک اور عون و محمد کی قربانی سے لے کر علی اکبر کی شہادت تک خاموش رہی ہوں اور اب تک کوئی شکایت نہیں کی اور نہ درخواست۔ اور شائد آئندہ بھی نہ کرتی مگر

دیکھیں میرے لال کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں منکا ڈھل چکا ہے اور وہ تڑپ کر دم توڑ رہا ہے  
 آج آقا دو دن سے اس کے حلق میں ایک قطرہ دودھ کا نہیں گیا مامتا کی ماری مجبور ہو کر  
 درخواست کرتی ہوں کہ میرے لال کو لے جاؤ اور دشمنوں کو میرے لال کی بے تابی و بے کسی  
 دکھاؤ اور کہو کہ ظالمو اگر قصور ہے تو ہمارا ہے اس معصوم بچے کا کوئی قصور نہیں۔ اس لئے ہمارے  
 لئے نہیں صرف اس شیر خوار بچے کے لئے دو گھونٹ پانی دے دو۔ یا سید! مجھے امید ہے اگر عمرو  
 سعد نہیں تو نہ سہی اس لشکر میں اولاد والے بھی ہوں گے ان میں سے شاید کسی نہ کسی کو ضرور اس  
 بچے پر رحم آجائے گا۔

امام عالی مقام نے فرمایا۔ شیر بانو! یہ صرف تمہارا خیال ہے ورنہ مجھے ان سنگدل  
 انسانوں سے تمہارے اصغر کے لئے بھی پانی ملنے کی کوئی توقع نہیں کیونکہ جن ظالموں کو عون  
 و محمد پر ترس نہیں آیا جن کو عباس اور قاسم پر ترس نہ آیا جنہوں نے علی اکبر کی لاش پر گھوڑے  
 دوڑائے ان پر پتھر دل انسانوں کو تمہارے اصغر پر کیسے رحم آسکتا ہے اور پھر کتنا دردناک تھا وہ  
 منظر اور کتنا قیامت خیز سماں تھا جبکہ فاطمہ کے لال نے شیر بانو کی گود سے اپنے لخت جگر کو یہ  
 کہتے ہوئے شوہر کی جھولی میں ڈال دیا کہ جاؤ۔ میرے لال اللہ کے حوالے۔ شیر بانو نے پھر  
 عرض کی یا حسین! گرم تھپڑوں کی لو سے کہیں یہ میرا پھول کملانہ جائے اس کو دامن میں چھپا کر  
 سینے سے لگا لو اور عمرو سعد سے کہنا کہ یہ بچہ اس نبی کا نواسہ ہے جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو اور پھر  
 میرے بچے کو ان کے سامنے کر دینا مجھے امید ہے کہ میرے اصغر کو تڑپتا دیکھ کر کسی کو ضرور ترس آ  
 جائے گا شہزادہ عالم نے شیر خوار اصغر کو جھولی میں اٹھایا دامن میں چھپایا اور سینے سے لگا کر لشکر  
 یزید کی طرف قدم بڑھایا حضرت شیر بانو نے سیدہ زینب سے فرمایا بہن دعا کرو کہ عمرو سعد کو  
 میرے لال کی بے کسی و معصومیت پر رحم آجائے سیدہ کے لال نے اپنے بچے کو اپنے دامن  
 میں چھپا کر عمرو سعد کے سامنے کھڑے ہو گئے عمرو سعد نے امام حسین کو اپنے دامن میں کوئی چیز  
 چھپا کر آتے دیکھا تو ساتھیوں سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ حسین ابن علی گھبرا گیا ہے تو صلح کے  
 لئے قرآن اٹھا لیا ہے اور دیکھو اگر حسین یزیدی بیعت پر صلح کرے تو اس کا خیر مقدم کرنا اور

یزید کی بیعت کے بغیر صلح کرنا چاہے تو پھر قرآن کا بھی احترام نہ کرنا اور تیروں سے قرآن کو بھی پھاڑ دینا۔ عمرو سعد نے امام عالی مقام کو اپنے سامنے دیکھا تو کہا حسین کیوں آئے ہو؟ نور نگاہ علی نے جواب دیا خدا کی قسم میں خود نہیں آیا ماں کی مامتا نے تیرے پاس بھیجا ہے اگر میں نے آنا ہوتا تو عون و محمد کی قربانی سے پہلے آتا عباس اور قاسم کی جان نثاری سے پہلے آتا غور کرو اگر میں نے آنا ہوتا تو علی اکبر کی شہادت سے پہلے آتا اور میں جب اس وقت نہیں آیا تو سمجھو اب بھی حسین اپنی مرضی سے نہیں آیا اور آئندہ بھی کبھی پانی نہ ملے تب بھی نہیں آؤں گا اور اگر تمہاری طرف سے اور بھی مصائب اٹھیں اور اگر کر بلا کی تپتی ہوئی ریت کی چنگاریاں میرے جسم کو لھلھسا بھی دیں تو پھر بھی حسین تمہارے پاس نہیں آئے گا اور میں اب بھی اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ میں اپنے دامن میں جس ننھے ننھے بچے کو لے کر آیا ہوں اس کی ماں کی درد بھری درخواست لے کر آیا ہوں۔

عمرو سعد! دیکھ اہل بیت کے اس شیر خوار بچے کو دیکھ کر بلا کے اس معصوم بچے کو دیکھ اور شیر بانو کے اس لال کو دیکھ جو شدت پیاس سے دم توڑ رہا ہے جس کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں جس کی زبان منہ سے باہر آ گئی ہے یہ معصوم ہے یہ بچہ ہے یہ شیر خوار ہے اور ابھی یہ یزید کی بیعت کو نہیں سمجھتا اور ابھی اسے کسی کی بغاوت کا پتہ نہیں ہے اس لئے اس کا کوئی قصور نہیں اس لئے مجھے نہیں مگر اس اصغر کے حلق میں زیادہ نہیں تو پانی کے دو قطرے اسکے منہ میں ڈال دو شیر بانو کے اس شیر خوار کو پانی کو دو بوندیں ہی دے دو۔

نہیں۔ نہیں۔ میرے اصغر کو نہیں۔ شیر بانو کے اس بچے کو نہیں اپنے نبی کے نواسے کو پانی دے دو تاریخ تیری اس رحم دلی پر فخر کرے گی۔ مسلمان تیرے اس ایثار کے قدر کریں گے اور میرے نانا پاک کی امت قیامت تک تیری اس نیکی پر شاباش کہتی رہے گی۔

عمرو سعد! یزید کی حکومت و سلطنت ابن زیاد کی عیش و عشرت تجھے مبارک ہو مگر دیکھ میرا اصغر میری جھولی میں کوفہ کے اس ریگستان میں چند ساعتوں کا مہمان ہے۔ دیکھ اسکی سانس کی کیفیت بدل چکی ہے اور دیکھ اسکا منکا ڈھل چکا ہے اس لئے خدا کے واسطے پانی کے دو گھونٹ

عطا کر دو اتنا کہہ کر فاطمہ کے لال نے اپنے لخت جگر کو جھولی سے نکال کر اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور پھر اصغر کے چہرے سے دامن ہٹا کر فرمایا۔ اصغر اٹھو۔ حق و صداقت کی نشانی بن جاؤ اور عظمت و سلام کی آخری دلیل بن کر اور دین شریعت کی آخری آیت بن کر آرامِ محبت کیلئے اپنی زبان عمرو بن سعد کو دکھاؤ تاکہ حشر کے میدان میں دربارِ خداوندی سے مجھ پر کوئی الزام نہ آسکے۔

بچے کو اٹھا کر امام خاموش ہو گئے اور انتظار کرنے لگے ان ہزاروں لشکریوں میں سے کس کو اصغر پر رحم آتا ہے اور وہ دوڑ کر پانی کے چند قطرے اسکی زبان پر رکھ دے مگر انسان کہاں تھے جو ان کو رحم آتا وہ انسانیت کے تمام اصولوں کو چھوڑ کر وحشت و بربریت کے گڑھے میں گر چکے تھے اور ان کے سینوں میں دل نہیں پتھر تھے بلکہ پتھر بھی نہیں بلکہ پتھروں کی چٹانیں تھیں تھوڑی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر عمر و سعد نے اس خاموشی کو توڑا اور کہا تیرے دادے اسماعیل نے پیاس کی شدت سے تنگ آ کر اپنی ایڑیاں رگڑی تھیں تو آب زمزم کا چشمہ جاری ہوا حسین تیرے نانے مصطفیٰ کی انگلیوں سے نہریں جاری ہوئیں حسین اپنے دادے سے پانی مانگ۔ اپنے نانے سے پانی مانگ عمر و سعد کی اس بے رحمانہ گفتگو سے امام عالی مقام جوش میں آگئے اور فرمایا عمر و سعد میں بھی اگر چاہوں تو کوفہ کے اس ریگستان سے پانی کی نہریں جاری ہو سکتی ہیں تو میں بھی اگر چاہوں تو آسمان سے پانی کے پرنا لے بہا سکتا ہوں مگر ظالمو آج خدادیکھنا چاہتا ہے کہ تمہارے جبر کی انتہا کتنی ہے اور حسین کے صبر کی انتہا کتنی ہے۔

عمر و سعد نے پکارا حسین کا یہ بچہ بھی زندہ نہ جائے یہ دلخراش آواز سن کر امام حسین کا کلیجہ دھک سے رہ گیا اور جلدی جلدی اپنے بیٹے کو اپنے دامن میں چھپانے کی کوشش کی لیکن اتنے میں ظالم حرم کا تیر شیر خوار اصغر کے گلے سے پار ہو گیا اور وہ تیر حضرت حسین کے بازو میں جا لگا اور پھر اس پیکر تسلیم و رضانے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی جھولی میں اپنے معصوم بچے کو دم توڑتے دیکھا اور ایک ننھی سی جان کو اپنی گود میں تڑپتے دیکھا۔ کربلا کے ننھے شہید نے آنکھ کھولی اور اپنی سوکھی زبان اپنے باپ کو دکھا کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا مظلوم کربلا



نے اپنے بیٹے کو زمین پر لٹا کر اپنے ہاتھوں تیر کھینچا خون کا فوارہ بہہ نکلا۔ میرے آقا! حسین نے خون کا چلو بھر لیا آسمان کی طرف اچھالنا چاہا تو آواز آئی حسین خدا کے لئے اس بے گناہ کا خون اوپر نہ اچھالنا ورنہ قیامت تک آسمان سے پانی نہیں برسے گا تو پھر زمین پر گرانا چاہا تو زمین پکار اٹھی حسین مصطفیٰ کے واسطے اس بے گناہ کا خون مجھ پر نہ گرانا ورنہ قیامت تک زمین سے سبزی پیدا نہیں ہوگی اور پھر مجسمہ صبر و شکر نے اپنے بیٹے کے خون کو یہ کہتے ہوئے اپنے چہرے پر مل لیا۔

انکار آسمان کو ہے اور زمین راضی نہیں  
اصغر تمہارے خون کا ٹھکانہ کہیں نہیں  
اصغر کی ہچکی آخری کر رہی تھی صدا  
بچہ بھی شیر خوار نہ چھوڑا حسین کا

ننھے سے پھول پہ یہ ظلم و ستم دیکھا تو کائنات لرز اٹھی۔ آسمان تھرا گیا زمین کانپ اٹھی فرشتوں کے سینے پھٹ گئے حوروں کے کلیجے کٹ گئے عرش تھرا اٹھا انسانیت لرز نے لگی معصومیت کی شہ رگ کٹ گئی امام عالی مقام نے معصوم شہزادے کی لاش کو ہاتھوں پر اٹھایا ہوا ہے اور بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے ہیں بار الہا میری یہ معصوم قربانی قبول فرما۔ یا اللہ یہ معصوم بھی شوق شہادت سے سرشار تھا خداوند کریم تیرا شکر ہے کہ اسے بھی سرفرازی حاصل ہوگئی۔ الہی یہ تیرا احسان ہے کہ تو نے مجھے صبر و استقامت سے نواز رکھا ہے یا اللہ یہ ننھا شہید تیری امانت تھی یہ چل کر میدان نہیں آسکتا تھا میں نے اسے ہاتھوں پر اٹھا کر تیری دربار میں پیش کر دیا ہے۔ یا اللہ! حسین کی طرف سے یہ ننھی سی نذر قبول فرما۔

شاہ لاش کو ہاتھوں پہ اٹھا کے یہ پکارے  
اے بار خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے  
صد شکر کہ تو نے میرے سب کام سنوارے

کچھ اور پلے کچھ نہ تھا پاس ہمارے

یہ ہے پسر صاحب معراج کا ہدیہ

مقبول ہو اس بندہ محتاج کا ہدیہ

آپ اسی طرح شکر خداوندی کرتے ہوئے واپس ہونے لگے کہ قوم اشقیاء کی طرف سے آواز آئی کہ اب

بھی کسی بہانے پانی حاصل کرنے آؤ گے اب تمہارے اس بچہ کی پیاس بجھ چکی ہوگی۔

کہتے تھے عدو کیا حال ہے تمہارا

سیراب ہوا یا نہیں اب لال تمہارا

آپ کیا جواب دیتے آپ تو اپنے امتحان کا پرچہ پوری کامیابی کے ساتھ حل کر چکے تھے

ملعونوں کے طعنوں کو کیا اہمیت دیتے مگر جب تک دنیا میں انسانیت کا نام باقی رہے گا دنیا بیزید

اور ابن زیاد کے بھیجے ہوئے وحشی درندوں پر لعنت برستی رہے گی اور ان کے انسانیت سوز و ظالم

اور درندگی کو وحشت و بربریت کی انتہا کا نام دیتی رہے گی۔ امام عالی مقام نے اصغر کی لاش

اٹھاتے ہوئے خمیدہ کمر کئے ہوئے چلے آ رہے ہیں کہ خمیوں کے قریب آئے تو فضہ کنیز کو علی

اصغر کا انتظار کرتے دیکھا وہ آگے بڑھی کہ ننھے کو گود میں اٹھا کر لے جاؤں مگر

لاش اس کو دکھا کے شہِ مظلوم پکارے

فضہ بس تو اب علی اصغر کو مدھارے

کہہ دینا یہ بانو سے کہ پیاسے گئے سارے

ہم ساتھ ہیں اب ان کے یہ ساتھ ہمارے

تا حشر نہ چونکیں گے نہ روئیں گے اصغر

آرام سے پہلو میں میرے سوئیں گے اصغر

فضہ یہ دردناک خبر سن کر اندر کودوڑی اور امام مظلوم کے خمیوں کے باہر کچھ کھڑے سوچ رہے

ہیں کہ اب اصغر کو اس حالت میں اندر بھیجا گیا تو کیا عالم ہو گا ناموس محمد اس انتظار میں ہوگی کہ  
اصغر پانی پی کر آ رہے ہیں

لہو میں غرق کھڑے تھے سر جھکائے ہوئے  
بچے کی ننھی سے میت گلے لگائے ہوئے  
لہو بھرا ہوا ہے دامن سے اڑائے ہوئے  
کفن کی فکر نہیں منہ کو خیمہ میں جھکائے ہوئے

اسی عالم میں خیموں کے اندر سے درد و الم سے ڈوبی ہوئی چیخوں کی آوازیں آ جاتی ہیں۔ فضہ  
تڑپتی ہوئی باہر آئی امام عالی مقام کی گود سے شہزادہ علی اصغر کا ننھا سالاشہ اندر لے گئی او معصوم کو  
خون میں ڈوبا ہوا دیکھ کر پاک بیبیوں کا جو حال ہوا وہ بیان سے باہر ہے آپ بھی اندر تشریف  
لے گئے جا کر دیکھا حضرت سیکنہ نے علی اصغر کی لاش کو سینے سے چمٹایا ہوا ہے اور فریاد پر فریاد  
کئے جا رہی ہے سیدزادیاں یہ حالت دیکھتی ہیں تو وہ بھی بے قرار ہو جاتی ہیں۔

امام عالی مقام نے سینے پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکدامنوں کو صبر کی تلقین کی اور لاشہ  
علی اصغر کو گود میں اٹھا کر باہر آ گئے۔ امام عالی مقام علی اصغر کو دفنانے کے لئے گرم گرم ریت کو  
کبھی ہاتھ سے کبھی تلوار سے ہٹا کر ننھی سی قبر تیار کرتے ہیں اور پھر آپ تصور میں علی اصغر سے  
باتیں کرتے ہیں

اے میرے چاند

اس وقت کلیجہ کا کسے حال سناؤں  
اے چاند تجھے خاک میں کس طرح ملاؤں  
ہاتھوں سے میرے خاک گرائی نہیں جاتی  
صورت تیری مٹی میں ملائی نہیں جاتی  
یہ کہتے ہی پھر گردن تسلیم جھکائی

پھر خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی

فرمایا ڈر ڈر کر نہ رونا علی اصغر

ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

امام عالی مقام نے جب کربلا کے اس ننھے شہید کو سپرد خاک کیا اس وقت سورج کی گرمی دم

بدم بڑھتی جا رہی تھی ریت آگ کے شعلوں کی طرح گرم ہو چکی تھی امام مظلوم انا للہ وانا الیہ

راجعون پڑھ رہے تھے اور قبر شہید کو اشکوں کی بارش سے ٹھنڈی کر رہے تھے۔

ننھی سی قبر کھود کر ننھے کو گاڑ کر

حسین اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کر



## امام عالی مقام کے حضور سلام عقیدت

جن کو دھوکے سے کوفے بلایا گیا      جس کے بھائی کو زہر پلایا گیا  
جس کا جنت سے جوڑا منگایا گیا      جس نے نانے کا وعدہ وفا کر دیا

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

خاصہ رب داور پہ لاکھوں سلام      نور عین پیغمبر پہ لاکھوں سلام  
تشنہ آب خنجر پہ لاکھوں سلام      مالک نہر کوثر پہ لاکھوں سلام

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کا جھولا فرشتے جھلاتے رہے      لوریاں دے کے نوری سلواتے رہے  
جن کو کندھوں پہ آقا بٹھاتے رہے      جس پہ سفاک خنجر چلاتے رہے

اس شہیدوں افسر پہ لاکھوں سلام

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جو جو انماں جنت کا سردار ہے      جس کا نانا دو عالم کا سردار ہے  
جو سراپائے محبوب غفار ہے      جس کا سردشت میں زیر تلووار ہے

اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام

جس کے بچوں کو پیاسا رلایا گیا      جس کی گردن پہ خنجر چلایا گیا  
جس کو تیروں سے چھلنی بنایا گیا      کر لیا نوش جس نے شہادت کا جام

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

## تکمیل شہادت

### تکمیل ہورہی بذبح عظیم کی

شمر بار بار آوازیں دے رہا ہے حسین آگے بڑھو۔ اب کس کا نظار ہے اب تمہارے لئے جان دینے والا کوئی نہیں اب سہارے تلاش نہ کرو اور میدان میں نکل آؤ۔ امام مظلوم نے شمر کی یہ گفتگو سنی تو تڑپ کر رہ گئے خیمے میں اجازت لینے گئے بار بار بیٹا عابد کو وصیت کرتے ہیں بیٹا کوئی صبح ایسی نہیں جس کی کوئی شام نہ ہو اور کوئی دن ایسا نہیں جس کی کوئی شام نہ ہو چمن میں بہاریں بھی آتی ہیں اور خزاں بھی۔ پھول بھی کھلتے ہیں اور مرجھا بھی جاتے ہیں تارے بھی کھلتے ہیں سورج بھی نکلتا ہے اور ڈوبتا بھی ہے انسان پیدا بھی ہوتا ہے اور مرتا بھی ہے زندگی کی انتہا موت ہے اور ایک انسان موت کے فرشتے کا استقبال مسکرا کر کرتا ہے اور پیش آنے والی ہر مصیبت کا مقابلہ ہنس کر کرتا ہے بیٹا عابد۔ تم بھی ایک بہادر باپ کے بیٹے ہو اور شیر خدا کے پوتے ہو اور تمہاری رگوں میں بھی علی کا خون ہے اور فاطمہ کا دودھ ہے میرے بعد علی کی شجاعت کو بدنام نہ ہونے دینا اپنے باپ کے صبر کو دھبہ نہ لگانا حق پرستی ہمارا شیوہ ہے اور حق گوئی ہمارا منصب۔ جاؤ جا کر خیمے میں آرام کرو اور پھر آپ نے بی بی شہر بانو سے فرمایا۔ شہر بانو۔ میں تمہاری خدمت گزاری کا حق ادا نہیں کر سکتا تو نے ایران کی شہزادی ہو کر بھی میرے فقر و فاقہ پر شکر کیا تو نے ہر مصیبت میں میرا ساتھ دیا۔ اور پھر میری وجہ سے تو نے عمر بھر کی کمائی اس کربلا کے میدان میں لٹادی۔ تو نے اللہ کی راہ میں اپنے بچوں کو نثار کیا۔ بھوک اور پیاس برداشت کی تاریخ اس پر فخر کریگی نانے کی امتی ہونے پر تیرے نام کو بوسہ دیں گے اور مسلمان عورتیں اس ایثار پر فخر کریں گی مگر جس شان سے تو نے بچوں کو نثار کیا میرے بعد صبر و شکر کا مظاہرہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری لاش پر گھوڑے دوڑاتے دیکھ کر اور

میرے جسم کے ٹکڑے دیکھ کر صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو اور سب کچھ کیا ہو ضائع ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی زندگی بھر کی دولت یہاں چھوڑ کر جاؤ گی اور اکبر اور اصغر کی میتیں اس تپتے ہوئے ریگستان میں چھوڑ کر جاؤ گی مگر پھر بھی فاطمہ کے نام کو بدنام نہ کرنا۔

اور پھر آپ نے اپنی بہن کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور فرمایا میرا امتحان تو آج ختم ہو رہا ہے مگر تمہارا امتحان اب شروع ہوا گا کہیں بے صبری میں آ کر فیل نہ ہو جانا اور زینب۔ دنیا میں بھائیوں کی بہنیں ہوتی رہیں گی مگر تم جیسی صبر و رضا کی پیکر نہیں ہو گی تم نے مدینے کی پاک گلیوں سے لے کر کوفہ کے اس تپتے ہوئے ریگستان تک جس ہمت اور استقلال کے ساتھ ساتھ دیا اور نانا نے پاک کی شریعت کی آن کی خاطر بچوں کی قربانی دی اور اپنے بھائی حسین پر عون و محمد کو قربان کیا۔ دنیا کی بہنیں تیرے اس عمل پر قیامت تک آنسو بہاتی رہیں گی حوریں فخر کریں گی اور روح مصطفیٰ جھومتی رہے گی لیکن جس طرح آج تک تم نے ہر مصیبت کا مقابلہ کیا اور ہر میدان میں ثابت قدم رہیں میرے بعد بھی ہر مشکل اور دکھ کو مسکرا کر برداشت کرنا اور جس طرح میں نے دنیا کو علی کی شان دکھائی ہے اسی طرح تم بھی زمانے کو فاطمہ کی شان دکھانا۔ میں جانتا ہوں میرے بعد تم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹیں گے قدم قدم پر مشکل پیش آئے گی اور ہر گھڑی آزمائش کی گھڑی ہو گی تم نے ابن زیاد کے سامنے بھی پیش ہونا ہے اور یزید کے سامنے بھی۔

مگر میری بہن ہر حال میں خدا کر شکر ادا کرنا اور ہر مصیبت میں صبر کرنا عمر و سعد۔ ابن زیاد اور یزید کو فاطمہ کی اولاد کا پتہ چل جائے ان کو اہل بیت کی پردہ داری کا پتہ لگ جائے اور عزت پیغمبر اور ناموس رسالت کی خبر ہو جائے۔ بہن تمہارے سر پر چادر تپہیر ہے یہ پھٹ نہ جائے اور اس کی عزت و آبرو پر کوئی حرف نہ آنے پائے اور میں جانتا ہوں کہ جہاں عمر و سعد اور اس کے لشکر کی خوشیاں منانے اور ہنستے ہوں گے اور وہاں سے تم غم کے اندھیروں میں روتی جاؤ گی اور اہل بیت کے شہیدوں کے مرثیے پڑھتے جاؤ گی یہ سب کچھ ہو گا۔ مگر میری بہن۔ اپنی ثابت قدمی میں فرق نہ آنے دنیا اور تمہارے پاؤں میں لغزش نہ آئے اور صبر و رضا کا

دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور یہ ہے میری بیٹی سکیں۔ یہ ہیں بیمار عابد اور یہ ہے مسلم شہید کی یتیم بچی ان کا خیال رکھنا ان کو اداس نہ ہونے دینا اور ان کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنا جب مدینہ پاک جاؤ تو درود پاک پڑھ کر داخل ہونا نانا نے پاک کے روضے پر جاؤ تو میرا بھی سلام عرض کرنا اور میری بیٹی صغریٰ کو پیار دینا تمہارا اللہ نگہبان ہے اور زینب اٹھو اور اپنے بھائی حسین کی صورت جی بھر کے دیکھ لو پھر قیامت تک نظر نہیں آئیں گی۔

فاطمہ کا لعل اٹھا۔ نانا پاک کا عمامہ سر پر باندھا ماں فاطمہ کی چادر کمر میں لپیٹی اور باپ علی کی تلوار ہاتھ میں پکڑی گھوڑے پر سوار ہونے لگے گھوڑے کا منہ میدان کی طرف کیا چلنے کا حکم دیا مگر گھوڑا اپنی جگہ سے ہلاتک نہیں امام پاک گھوڑے کو بار بار چلنے کا حکم دیتے مگر وہ حرکت میں نہ آیا امام حسین حیران رہ گئے یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے کہ گھوڑا میدان کی طرف بڑھتا نہیں کیا میں اس امتحان میں فیل تو نہیں ہو گیا گھوڑے نے گردن اوپر اٹھائی اور زبان حال سے اپنے سوار کو کچھ کہا مظلوم گھوڑے سے نیچے اترے تو دیکھا بیٹی سکیں نے گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے ہیں امام عالی مقام نے بیٹی کو سینے سے لگایا اور فرمایا عون و محمد قربان ہو گئے تو تم نے صبر کیا تھا قاسم و عباس نثار ہو گئے تو تم نے شکر ادا کیا تھا علی اکبر شہید ہوا تو تم نے فریاد نہ کی علی اصغر نے دم توڑا تو تم نے حوصلہ نہ ہارا مگر اب میں جا رہا ہوں تو تم رو رہی ہو۔ عرض کی ابا جان۔ عون و محمد قربان ہوئے تو مجھے فکر نہ تھا قاسم اور عباس نثار ہوئے تو مجھے کوئی غم نہ تھا اکبر اور اصغر شہید ہوئے تو مجھے کوئی پروا نہ تھی مگر ابا جان آپ جا رہے ہیں۔ تو سکیں یتیم ہو جائے گی۔ بے سہارا ہو جائے گی بے آسرا ہو جائے گی۔ میرے سر پر دست شفقت کون رکھے گا مجھے مدینے میں کون لے جائے گا میں روتی رہ جاؤں گی ٹھوکریں کھاتی رہوں گی آپکے بعد بیٹی کہہ کر مجھے سینے سے کون لگائے گا۔ اور مجھے گود میں کون بٹھائے گا۔

امام عالی مقام نے بیٹی کو دلا سے دیا اور فرمایا تو صابر حسین کی بیٹی ہے صبر کرو۔ شہر بانو تمہارا ہر طرح خیال رکھے گی۔ اور پھوپھی زینب تمہیں۔ یتیمی کا احساس نہیں ہونے دیگی۔ جاؤ جا کر خیمے میں آرام کرو۔ تمہارا خدا حافظ



پھر علی کے شیر نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چشم زدن میں لشکر یزید میں جا پہنچے فسق و فجور کے اندھیروں میں حق و صداقت کا آفتاب طلوع ہوا جس کی سنہری کرنوں سے کوفہ کا ریگستان جگمگا اٹھا وحشت و بربریت کی تاریکیوں سے کربلا کے ذرے ذرے چمک اٹھے اور ملوکیت اور آمریت کی خزاں پر رسوم کی روح جمہوریت کی بہار کا موسم آ گیا۔ جس کی مست ہواؤں سے سر جھکائے ہوئے پتے گرنے لگے۔ جمال مصطفیٰ چمک اٹھا جس کی تجلی سے کربلا کے ذرے ذرے دمک اٹھے اور جلال حیدری جوش میں آ گیا۔ جس کے رعب و دبدبے سے لشکر یزید میں ہنگامہ بپا ہو گیا اور عمر و سعد گھبرا گیا۔ سیدہ کے لال نے میدان میں آ کر کوفیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کوفہ کے دعا باز انسانو۔ میں اپنی خوشی سے نہیں آیا تمہارے بلانے پر آیا ہوں تمہارے خطوں پر آیا ہوں تمہارے قاصدوں کے کہنے پر آیا ہوں تم نے میرے ساتھ وعدے کئے تھے وہ کہاں گئے تم نے میری حمایت میں مر مٹنے کی جو قسمیں کھائی تھیں وہ کہاں گئیں۔ تم نے کہا تھا کہ ہم اہل بیت کے غلام ہیں اور عترت پیغمبر کے خادم ہیں اب جبکہ میں آ گیا ہوں تو تم نے وہ تمام وعدے بھلا دیئے یہ دھوکہ ہے یہ فریب ہے یہ عیاری ہے یہ دعا بازی ہے تم نے دنیا کے لالچ میں میرے بال بچوں کو بھوکا پیاسا شہید کر دیا ہے تم نے اہل بیت پر ظلم کیا ہے اور اب میرے خون کے بھی پیاسے ہو مگر یاد رکھو کہ تم دنیا کے جس جال میں پھنس چکے ہو وہ ایک دن ٹوٹ جائے گا اور دنیا کی ہر چیز فانی ہے تم نے دنیا کے عارضی ساز و سامان کے بدلے میں اپنی عاقبت خراب کر لی ہے تم نے چند روزہ عیش و عشرت کے عوض اپنے دین و ایمان کا سودا کیا ہے اور میں تم سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی تمہاری تلواروں سے ڈرتا ہوں البتہ میری وجہ سے تم پر جو قہر نازل ہونے والا ہے میں اس سے ڈرتا ہوں آؤ۔ اب بھی سمجھ جاؤ اہل بیت کے دامن میں پناہ لے کر اور یزید کی غیر اسلامی اور باطل پرست حکومت کے جال سے نکل کر ایک غیرت مند مسلمان ہونے کا ثبوت دو دیکھو اور غور سے دیکھو میرے سر پر اسی کا عمامہ ہے جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ اور کمر میں اسی فاطمہ کی چادر ہے جس سے یہ فرشتے بھی شرم کرتے ہیں ابھی آپ تقریر کر رہے تھے کہ عمر و سعد بول اٹھا۔ حسین۔ یہ وعظ و نصیحت کا وقت نہیں

مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اگر پیاسا مرنا پسند نہیں تو اب بھی یزید کی بیعت کا اقرار کر لو پھر نہر فرات تیرے حوالے کر دی جائے گی۔

عمر و سعد کی اس گستاخی سے ہاشمی خون، جوش میں آ گیا اور فرمایا۔ عمر و سعد اگر میں نے یزید کی بیعت کرنی ہوتی تو نانا مصطفیٰ کا روضہ چھوڑ کر کوفہ کے اس ریگستان میں نہ آتا اور اگر مجھے یزید کی بیعت کرنی ہوتی تو عون و محمد قربان نہ ہوتے عباس کے بازو قلم نہ ہوتے قاسم کی جوانی نہ لٹتی اکبر کی لاش پر گھوڑے نہ دوڑتے اور اصغر میری جھولی پر نہ دم توڑتا اور اب یہ سب کچھ ہو چکا ہے اور میں کروا چکا ہوں اور اس لئے کروا چکا ہوں کہ اسلام میں ایک فاسق فاجر کی بیعت ایک سچے مسلمان کے لئے حرام ہے اور میں جانتا ہوں کہ یزید ایک فاسق فاجر حکمران ہے اسکی حکومت غیر اسلامی ہے اور اس کا نظام سلطنت بھی غیر شرعی ہے اور میں جو اس کی بیعت کر کے مسلمانوں کے لئے تباہی کا راستہ نہیں کھول سکتا اور جب میں خلافت اسلامیہ کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا چکا ہوں تو پھر مجھ سے کیسے توقع رکھ سکتا ہے کہ حسین تمہاری خون آشام تلواروں سے ڈر کر اور پیاس سے تنگ آ کر باطل کے آگے اپنا سر جھکا دے گا اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں یزید کی بیعت کر لوں تو پھر میرے خون کی یہی پیاسی تلواریں پھولوں کا ہار بن جائیں گی اور یزید کا یہی لشکر جو میرا سر لینے کے آیا ہے اپنا سر میرے قدموں میں جھکا دے گا اور دنیا کی ہر نعمت اور عیش و عشرت بھی مل سکتی ہے۔ مگر نہیں! ضرورت اس بات کی ہے کہ میں دین حق کی حفاظت اور خلاف الہیہ کی پاسبانی کی خاطر حق و ہدایت کے دشمنوں اور دین و شریعت کے باغیوں کے مقابلے میں ایک ایسی بنیاد قائم کر جاؤں جس پر میرے نانے کی امت آسانی سے عمارتیں تعمیر کر سکیں اور دنیا کو ملوکیت اور آمریت کے پنچہ استبداد سے نجات حاصل کرنے کی راہ دکھاؤں جس پر چل کر مسلمان منزل مقصود تک پہنچ جائیں اور اپنے ماننے والوں کو استقلال اور صبر و رضا کا ایسا درس دے جاؤں جس پر عمل کر کے حسین اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت دین کی لٹی ہوئی آبرو اور حق و صداقت کی چھینی قوت واپس لاسکوں آپ پر ایمان افروز تقریر کر رہی ہے تھے کہ کسی شقی نے طعنہ دیا کہ حسین ادھر دیکھو نہر فرات لہریں مار رہی ہیں

مگر تم اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے علی کے لال کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور منہ موڑ کر فرمایا او کمینے ایدھرد یکھ حوض کوثر کا دریا اٹھا ٹھیں مار رہا ہے مگر تم اس میں سے ایک بوند بھی نہیں پی سکتے اور پھر آپ نے عمر و سعد کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تو نے دنیا کے بدلے دین کو بیچ کر اور حق و صداقت کے عوض باطل کا سودا کر کے اور یزیدیت کا پرستار بن کر اور حسینیت کے دامن کو چھوڑ کر اپنی عاقبت خراب کر دی ہے اور قیامت کے دن تیرے پاس میرے خون ناحق کے سوال کا کوئی جواب نہیں ہوگا اب بھی وقت ہے اپنی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھا اور اپنے دل سے دشمنی اہل بیت کے غبار کو جھاڑ اور دیکھ میرے سر پر اس رسول کا عمامہ ہے جس کا تو کلمہ پڑھتا ہے جو کچھ تو نے کرنا تھا کر لیا اور جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا لیکن تو اگر اب بھی غیر اسلامی حکومت کے پنجے سے نکل کر اور ملوکیت کے جال کو توڑ کر اور غیر شرعی نظام سلطنت کے چنگل سے نجات حاصل کر کے دین اسلام اور حق و شریعت کے دامن کو تھام لے اور خلافت اسلامیہ اور امانت خداوندی کی رسی کو پکڑے تو میں سب کچھ بھول جاؤنگا۔ عمر و سعد نے جواب دیا حسین اگر یزید کی بیعت منظور ہے تو میرے قریب آ جاؤ اور اگر انکار ہے تو پھر ہماری طرف سے اعلان جنگ ہے۔

نواسہ رسول نے نہایت حوصلے سے فرمایا انکار ہے اور ساتھ ہی سنان بن انس کا ایک تیر سر سراتا ہوا مظلوم کربلا کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔ ہاشمی شہزادے نے بھی شمشیر حیدری کو ہوا میں لہرایا اور جعفری نیزے کو جنبش دی انس بن سنان بڑے غرور اور تکبر کے ساتھ تلوار چمکاتا ہوا مقابلے کو آیا۔ مگر وہ ابھی سنبھلنے نہ پایا تھا کہ تیغ علی نے اس کے ٹکڑے کر دیئے اور پھر اس کا بھائی کانپتا ہوا سامنے آیا اور بڑے ہی کروفر سے بولا۔ کہ شام و عراق کا مشہور شاہ سوار ہوں سید مظلوم نے بڑے جوش سے فرمایا میں بھی حیدر کرار ہوں اس نے تلوار ماری امام عالی مقام نے ڈھال پر روکی اور پھر ابن علی نے سینے پر نیزہ مارا جو پار ہو گیا اس کی لاش خون میں تڑپنے لگی اور پھر یکے بعد دیگرے آٹھ یزیدی میدان میں آئے لیکن سب واصل جہنم ہوئے عمر و سعد کا خیال تھا کہ علی کا شیر تین دن سے بھوکا پیاسا ہے مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس شیر کے

بچہ میں شیر خدا کی طاقت ہے اور اسکی رگوں میں حیدر کا خون ہے عمر و سعد نے تیغ علی کی جب یہ کاٹ دیکھی اور اللہ کے شیر کا یہ انداز جنگ دیکھا تو اپنی عادت کے مطابق پکارا اٹھا کہ ساتھیو کہ اگر ایک ایک ہو کر حسین ابن علی کے سامنے جاؤ گے تو لڑائی کبھی ختم نہیں ہوگی اور فیصلہ اہل بیت کے حق میں ہوگا اٹھو ہمت کرو اور سب مل کر حملہ کرو اور پھر ہر طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی تلواروں کے وار ہونے لگے اور نیزوں کی بوچھاڑ ہونے لگی مگر قربان جائیں آقا تیری شجاعت پر۔ صدقے جائیں تیری بہادری پر اور نثار جائیں تیرے استقلال پر کہ تو نے ابن علی ہونے کا حق ادا کیا تیری تلوار تھی یا بجلی تھی جس طرف گری دشمنوں کو خون میں نہلا گئی تیری تیغ تھی کہ رعد و برق تھی جس جانب پلٹی یزیدیوں کو واصل جہنم کرتی گئی۔ اور تیری شمشیر تھی کہ قہر الہی جس سمت اٹھی تباہ کرتی گئی علی کا لال لشکر یزید پر بھرے ہوئے شیر کی طرح لپکا اور شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے کہ فرشتے بھی حیران رہ گئے کبھی میسرہ کی طرف بڑھتے تو لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے۔ کبھی میمنہ کی طرف بڑھتے تو یزیدی خزاں کے پتوں کی طرح گرنے لگے اور پھر لشکر قلب میں گھس گئے تو تباہی مچادی اس ہاشمی تلوار کے انگاروں سے یزیدی جل رہے تھے۔

لشکر یزید میں ایک ہنگامہ پیا ہو گیا جہاں تھوڑی دیر پہلے قہقہے تھے وہاں اب آہ و فغاں کی صدا سنیں اٹھ رہی تھیں تھوڑی دیر پہلے خوشی اور مسرت تھی۔ وہاں اب کہرام مچا ہوا تھا اور جہاں پہلے اپنی قوت اور طاقت پر ناز تھا وہاں اب مایوسی و نامرادی تھی جہاں سے تکبر اور غرور تھا وہاں اب حسرت و یاس تھی۔ عمر و سعد گھبرا کر پھر بول اٹھا کہ بہادر و۔ تمہاری بہادری کہاں گئی حسین ابن علی سے نہیں نہیں علی کا شیر ہے اس کے بازوؤں میں علی کی قوت ہے اس کی رگوں میں علی کا خون ہے اس کے ہاتھوں میں شمشیر حیدری ہے اور اگر اس کو تھوڑی ہی مہلت دی گئی تو یہ جنگ کا نقشہ بدل دے گا اور دنیا سے ہمارا نام و نشان مٹا دے گا جاؤ اور فوج کا ایک دستہ لے کر اہل بیت کے خیموں میں آگ لگا دو تا کہ پردہ دار خواتین باہر نکل آئیں اور میں حسین کے خون سے اپنا ہاتھ رنگ لوں فاطمہ کے لعل نے ڈانٹ کر کہا عمر و سعد خبردار ابھی حسین

ابن علی زندہ ہے تیرا ایک دستہ تو کیا سارے لشکر میں بھی ہمت نہیں ہے کہ وہ ناموس رسالت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ کمینے انسان۔ کیا شجاعت اور بہادری اسی کا نام ہے یہ شجاعت نہیں بزدلی ہے بہادری نہیں کمینگی ہے ہمت ہے تو خود میرے سامنے آتا کہ علی کا شیر تجھے باطل پرستی کا مزہ چکھا دے ہر طرف سے تیر برس رہے تھے تلواریں چمک رہی تھیں اور نیزے لہرا رہے تھے مگر حسین شمع اسلام کا پروانہ خلافت الہیہ کا محافظ اور حدود اسلامیہ کا رکھوالا بیس ہزار لشکر یزید کے سامنے پورے عزم اور استقلال کے ساتھ ڈٹا ہوا تھا ہاتھ میں تلوار تھی اور لبوں پر تبسم کمر میں شمشیر تھی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پشت پر ڈھال تھی اور چہرے پر چمک قربان جائیں اس کی شجاعت کے جو صدموں سے چور ہونے کے بعد بھی کربلا کے میدان میں علی کی شان دکھا گیا درود فاطمہ کے اس لعل پر جو شریعت کی آن بچا گیا اور اسلام محمد کے نواسے پر جس نے حق پرست ہونے کا حق ادا کر دیا۔ تیروں کی بارش اور تلواروں کی بھرماریں حضرت امام حسین کے گھوڑے نے نہر فرات کی طرف رخ کیا اور ایک جست میں کنارے پر پہنچ گیا اس لئے کہ وہ اپنے سوار کو پیاسا شہید نہیں ہونے دینا چاہتا تھا اس طرح وہ اپنی وفاداری کا حق ادا کر دینا چاہتا تھا گھوڑے نے پانی میں منہ ڈالا مگر پیاسا نہیں اس لئے کہ اس کا سوار پیاسا تھا امام پاک نے بھی چلو بھریا مگر پیاسا نہیں اس لئے کہ سب پیاسا شہید ہو گئے تھے۔

عمر و سعد پھر پکارا اٹھا کہ اویزید کے نمک خوار آج اپنی وفاداری کا ثبوت دو اور ہمت سے کام لو اگر پانی کا ایک قطرہ بھی اس کے حلق میں چلا گیا تو پھر ہمارے خون کے دریا بہہ جائیں گے چاروں طرف سے گھیرا ڈال لو اور تیروں کی بارش برسا دو اور پھر مظلوم پر ایسا وقت آ گیا۔

چلتے تھے چاروں طرف سے بھالے حسین پر  
ٹوٹے ہوئے برچھیوں والے حسین پر  
یہ دکھ نبی کے پالے حسین پر

قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسین پر  
تیر ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا  
گرتے تھے آپ کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

یہ کون تھے جو سبط پیغمبر پر تیروں کی بارش برسا رہے تھے جو نواسہ رسول پر تلواریں چلا رہے تھے جو جگر گوشہ بتول پر نیزے مار رہے تھے جو علی کے شیر کو زخمی کر رہے تھے اور جو برچھیوں سے قرآن پھاڑ رہے تھے کیا یہ یہودی تھے عیسائی تھے کافر مشرک تھے۔ نہیں۔ یہ اس کے نانے کے امتی تھے یہ اس کے باپ کے مقتدی تھے تو پھر انہوں نے ایسا کیوں کیا اس لئے اور صرف اس لئے کہ وہ یزید کی ملوکیت کا شکار ہو چکے تھے وہ باطل پرستی کے جال میں آ چکے تھے اور شخصی حکومت کا قہر و غضب ان کے دل و دماغ پر چھا چکا تھا لالچ نے ان کی آنکھیں اندھی کر دی تھیں اور ان کے ضمیر مردہ ہو چکے تھے اور بنو امیہ اور بنو ہاشم کے ساتھ پرانی دشمنی مکمل طور پر سامنے آ چکی تھی اور ان کا خیال تھا کہ ہم تلواروں کے سائے میں جان و مال کا خوف دلا کر اور پانی بند کر کے اور قہر و غضب کا لشکر لے کر علی کے شیر سے جبراً یزید کی بیعت لے لینگے اور جبر و تشدد اور ظلم و ستم کا مظاہرہ کر کے فاطمہ کے لال کا سر باطل کے آگے جھکا دیں گے لیکن ان کا خیال غلط نکلا اور وہ ایسا نہ کر سکے انہوں نے پانی بھی بند کیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بچوں کو بھی ذبح کیا اور پھر ہزاروں تلواروں کا مظاہرہ بھی کیا مگر اس پیکر صبر و رضا اور حق و صداقت کے مجسمے کا یزید کی باطل حکومت کے آگے نہ جھک سکا اس لئے کہ حسین آخری دم تک بھی اس نظریے پر قائم رہے کہ دین فطرت کی پاسبانی اور حق و صداقت کی سر بلندی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینا مومن کی معراج ہے اور وہ اپنا سب کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھ کر بھی کہتے تھے کہ میں اپنا ایک فرض ادا کر رہا ہوں اور اپنے خون کو اپنے نانے کی امت کے لئے تلاش حق کے ہر قدم پر نشان راہ بنا رہا ہوں۔ دشمنوں کا گھیرا تنگ ہوتا گیا اور سید مظلوم کی شہادت کا وقت قریب آ گیا مگر لشکر یزید کے اس خطرناک گھیرے میں سیدہ کا لعل پورے

استقلال اور ثابت قدمی سے ڈٹا ہوا تھا اور آپ کی تلوار جدھر بھی گرتی صفوں کی صفیں الٹ دیتی

چمکی جو خود سر پر تو سر سے نکل گئی

مثل قہر سب کے جگر سے نکل گئی

سینہ میں دم لیا تو کمر سے نکل گئی

خود حیران تھا بدن کہ کدھر سے نکل گئی

آخر خولی نے ایک نیزہ چلایا جو امام پاک کی پیشانی پر لگا وہ پیشانی جو نبی کی بوسہ گاہ تھی جس کو علی چوما کرتے تھے اور جس کو فاطمہ چوما کرتی تھیں آپ کو چکرا آ گیا عمر و سعد نے کہا ضرب کاری ہے دوڑ کر سامنے آیا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ زخمی شیر کتنا خطرناک ہوتا ہے اور پھر اللہ کے شیر جب عمر و سعد کے سامنے آیا تو ڈانٹ کر فرمایا دور ہو جا میری آنکھوں سے کھینے انسان وہ بد بخت پیچھے ہٹ گیا اور شمر سے کہا دیکھتے کیا ہو اب وقت ہے ہمت کرو اور اپنے دستے کو لے کر ٹوٹ پڑو شمر نے ایک سو سواروں کے دستے سے حضرت حسین کو زرخے میں لے لیا مگر اس خدا کے شیر نے ان تمام لومڑیوں کو ختم کر دیا اور یہ شامد حق و باطل کا معرکہ قیامت تک ختم نہ ہوتا کہ شمر نے ایک چال چلی اور بلند آواز میں پکارا وہ دیکھو بھائی کی محبت میں زینب خیمہ سے باہر آ گئی۔

سید مظلوم نے پلٹ کر دیکھا تو ذرعا بن شارق نے برچھے کا وار کیا جس سے آپ کا بایاں بازو کٹ گیا آپ نے ذرعا کو حملے کا جواب دینا چاہا مگر نقاہت سے دایاں بازو نہ اٹھ سکا اور اشقیاء پے در پے حملے کرنے لگے اور مظلوم کو بلا اپنے جسم پر بہتر زخم کھانے کے بعد

قرآن رحل زمین سے فرش پر گر پڑا

دیوار کعبہ بیٹھ گئی اور عرش گر پڑا

گھوڑے نے جب دیکھا میرا سوار میری زمین سے فرش پر گرنے والا ہے تو اس نے بڑے ادب سے گھٹنے ٹیک دیئے۔ گھوڑے کی زین سے گرتے وقت آپ نے مدینے پاک کی طرف

دیکھا اور عرض کی نانا جان آپ نے میری شہادت کی خبر جو دی تھی وہ پوری ہو گئی اور میں نے اپنے تمام وعدے پورے کئے اور آپ کی شریعت کی آن بچالی پھر آپ کے کانوں میں یہ آواز آئی۔

صیغم علی کا ظلم کے جنگل میں گھر گیا  
زہرا کا چاند شام کے بادل میں گھر گیا

ہاشمی سورج ڈوب گیا۔ انا لله وانا اليه راجعون

یہ حضرت فاطمہ کی آواز تھی۔ آپ فرش پر گرے تو خولی آگے بڑھا اور سر قلم کرنا چاہا مگر ہاشمی شیر کی بیعت اور حیدری جلال کے رعب سے زمین پر گر پڑا پھر شمر لعین آگے بڑھا اور آپ کے سینے مبارک پر سوار ہو گیا جس کو نبی آنکھوں سے لگایا کرتے تھے جسکو علی بو سے دیا کرتے تھے اور جس کو فاطمہ چوما کرتی تھیں۔ جمعہ کا دن تھا اور نماز جمعہ کا وقت بھی ہو چکا تھا شمر لعین حضرت فاطمہ کے لال کے سینے پر سوار تھا امام مظلوم نے پوچھا کون سا وقت ہے تو شمر نے جواب دیا جمعہ کی اذان ہو رہی ہے تو جگر گوشہ بتول نے فرمایا شمر ذرا اٹھہر جائیں بارگاہ ایزدی میں دو فرض ادا کر لوں خون سے وضو تو پہلے ہی کر چکے تھے قبلہ رخ ہو گئے اور تہہ خنجر بھی دو رکعت نماز ادا کر گئے

دیکھو شاہ کربلا مقتل کے میدان میں  
سامنے تھے موت کے نہ چھوڑی پر نماز  
زیر خنجر جس کا سجدہ عظمت اسلام ہے  
جس کا سر تیور رسول پاک کا پیغام ہے

اور پھر کوفہ کے میدان میں اور کربلا کے ریگستان میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور ایدھر شمر فاطمہ کے لال کے گلے پر خنجر پھیر دیا اس طرح مظلوم کربلا۔ کربلا کے میدان میں ذبح عظیم تفسیر بن گیا۔



نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کے دیواروں کے سائے میں

نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

حضرت ابراہیمؑ نے عرب کے صحرا میں منیٰ کے مقام پر اپنے بیٹے کی قربانی دی مگر اس کا ظہور نہ ہو سکا حضرت اسماعیلؑ کی جگہ دنبہ ذبح کر دیا گیا مگر ان کو پھر بھی ان ارادوں کے پیش نظر۔ انی جاعلک للناس اماما۔ کا اعتراف خدا کی طرف سے مل گیا مگر کوفہ کے اس ریگستان میں کربلا کے مقام پر جو قربانی دی گئی اس کا ظہور بھی ہو گیا اور یہ ذبح ہونے والا دنبہ کوئی معمولی دنبہ نہ تھا بلکہ خود امام حسینؑ نواسہ رسول اور جگر گوشہ بتول تھے اور نور نظر علی تھے جو خدا کے سامنے ذبح ہوئے نبی کے علم میں ذبح ہوئے کافروں سے نہیں اپنے نانا کی امت کے ہاتھوں ذبح ہوئے تو پھر آپ کی امامت و خلافت پر بحث کرنا گمراہی اور بے دینی نہیں تو اور کیا ہے۔ یزید یو اور یزید کے چیلو۔ مجھے بتاؤ کہ کیا امام حسینؑ کی قربانی اسماعیلؑ کی قربانی سے کم ہے اور علی کے شیر کے ارادے حضرت خلیل اللہ کے ارادوں سے کم تھے نہیں ہرگز نہیں۔ خلیل اللہ نے چھری چلاتے وقت اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی لیکن امام حسینؑ کی جھولی میں اصغر نے دم توڑا اگر وہاں انی جاعلک للناس اماما۔ کا اعزاز حاصل ہو سکتا ہے تو یہاں پر یہ انعام کیوں نہیں مل سکتا اور کوئی اس کی مخالفت کیسے کر سکتا یہ منیٰ میں اگر خواب تھا تو کربلا میں اس کی تعبیر تھی منیٰ میں آیت تھی تو کربلا میں اس کی تفسیر۔ منیٰ میں عرش کا دنبہ تھا تو کربلا میں والی عرش کے حسینؑ کا۔

شمر کا خنجر گلوئے خشک پر چلتا رہا

شمع حق روشن رہی حق کا دیا جلتا رہا

چشم گریاں مزرع دیں میں گہر ہوتی رہی

کٹ گیا سر پر نماز عشق ادا ہوتی رہی

بی بی شہر بانو اور سیدہ زینب صبح سے رو رو کر تھک چکی تھیں اور آنسو خشک ہو چکے تھے آنکھیں تھرا

گئیں تھیں وہ قیامت خیز منظر تھا جس کو وہ دیکھ رہی تھیں نظریں اٹھائیں تو سید مظلوم کا سر مبارک نیزے پر تھا دونوں کی چیخیں نکل گئیں اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں ہوش میں آئیں تو پھر دیکھا تو دوش مصطفیٰ کے سوار کی لاش پر گھوڑے دوڑ رہے تھے بی بی زینب سے ضبط نہ ہو سکا اور آواز دی۔

عمر و سعد۔ اگر ہمارا سب کچھ لوٹ لینے کے بعد بھی تیری عداوت کی آگ نہیں بجھی تو ذرا اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا دے تاکہ میں اپنے بھائی کی لاش کو جھولی میں ڈال لوں اور پھر تیرے گھوڑے شہید بھائی کے ساتھ اس کی بہن کو بھی کچل دیں امام پاک کا وفادار گھوڑا میدان کربلا میں ایدھرا و دھردوڑتا پھرتا تھا اور زمین پر اپنا سر مارتا تھا کہ بی بی زینب کے پاس کس منہ سے جاؤں جب وہ میری پیٹھ پر بیٹھ کر اپنے بھائی کو نہیں دیکھیں گی تو ان کا کیا حال ہوگا آخر وہ سید مظلوم کے خون میں اپنے منہ کو ڈبو کر زمین پر پٹختا ہوا خیموں میں گیا سیدہ مظلوم نے گھوڑے کو خالی دیکھا تو گریہ و زاری سے عرش ہلا دیا گھوڑے نے پاک بی بی کے قدموں میں سر جھکا دیا اور زبان حال سے گویا ہوا کہ اے پاک سیدہ میرے بھی جسم پر سینکڑوں تیروں اور نیزوں کے زخم دیکھ لو۔

اس سے بڑھ کر اور قیامت کیا ہوگی اور اس سے بڑھ کر کیا حشر برپا ہوگا جبکہ یزیدی لشکر اہل بیت کے خیموں کو آگ لگا رہا تھا اور لٹے ہوئے قافلے کا سارا ساز و سامان لوٹ رہا تھا اور ناموس رسالت کے سروں سے چادریں تک چھین رہا تھا ایک خیمہ جلتا دیکھ کر نبی کی نوایاں دوسرے خیمے میں چلی جاتیں دوسرا بھی جل جاتا تو تیسرے میں چلی جاتیں امام حسین کی بیٹی سکینہ بھی شہر بانو کے دامن سے لپٹ کر روتی اور ننانے کی دہائی دیتی اور کبھی پھوپھی زینب کے گلے لگ کر پناہ ڈھونڈتی مسلم کی بیٹی کبھی خیموں کی دریاں اوپر لے کر اپنے جسم کو چھپاتی اور کبھی کسی جلی ہوئی قنات کے ٹکڑے سے اپنے سر کو ڈھانپ لیتی فضا جو حضرت امام حسین کی کنیز تھی اس نے اپنی غلامی کا حق ادا اس طرح کیا کہ اپنی چادر پھاڑ کر آدھی شہر بانو کے سر پر اوڑھادی سیدہ زینب کو اوڑھادی۔ حضرت زینب نے فرمایا فضا اپنے چہرے کا بھی

خیال رکھو تو عرض کی اے سیدہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں۔ اس قیامت خیز گھڑی میں شمر لعین نے آواز دی کہ حسین ابن علی کی بہن میرے سامنے آئیے تو جلے ہوئے خیموں سے کسی کی لکار سنائی دی او لعین۔ خبردار علی کی عزت ابھی زندہ ہے یہ عابد بیمار کی آواز تھی جنہوں نے تلوار لے کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھ نہ سکے۔ شمر نے ارادہ کیا کہ عابد کو بھی قتل کر کے دنیا سے سادات کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے اور نسل حسین کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے کہ پردے کے اندر سے آواز آئی خبردار اگر کسی نے عابد بیمار کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو ابھی قیامت برپا کر دی جائے گی یہ سیدہ زینب کی آواز تھی جس نے عمر و سعد کے دل کو ہلا دیا اور اس نے شمر کو یہ کہہ کر روک دیا کہ اس کا فیصلہ یزید پر چھوڑ دیا جائے۔

عروہ بن قیس راوی ہے کہ میں میدان کربلا کے راستے کوفہ جا رہا تھا جب میں کربلا پہنچا تو میں نے دیکھا کہ خیمے جل رہے تھے اور چند ایک پردہ دار خواتین محمد کی دہائی دے رہی تھیں اور دہائی دیتی ادھر ادھر دوڑ رہی تھیں کوئی چھپنے کی جگہ تلاش کر رہی تھیں کہ میں نے دیکھا ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے ایک بچی کے کانوں سے بالیاں کھینچ لیں جس سے اس بچی کے کان زخمی ہو گئے۔ یہ بچی امام حسین کی بیٹی سکینہ تھی اور پھر میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایک جلتے ہوئے خیمے میں جاتی ہے مگر آگ کے شعلوں کے اندر چلی جاتی ہے اور وہ پھر باہر آتی ہے تو اس کے کندھوں پر کوئی سوار تھا یہ بنت علی سیدہ زینب تھیں جو عابد بیمار کو جلتے ہوئے خیمے سے اپنے کندھوں پر اٹھا کر باہر لائی تھیں۔

عروہ بن قیس آگے کہتا ہے کہ میں نے جو دردناک منظر دیکھا ہے کہ ایک لڑکی کے کپڑوں کو آگ لگی ہوئی ہے اور چلتی اور چلاتی ادھر ادھر دوڑتی پھر رہی ہے مجھ سے یہ پرسوز منظر نہ دیکھا گیا اور میں دوڑ کر اس لڑکی کے پاس گیا اور کہا بیٹی ٹھہر جا میں تمہاری آگ بجھاتا ہوں تو اس لڑکی نے مجھے ڈانٹ کر کہا کہ میرے کپڑوں کو ہاتھ نہ لگانا کیا تو جانتا نہیں کہ میں امام حسین کی بیٹی سکینہ ہوں اس لڑکی کی بات سے میں ساری بات سمجھ گیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اے سید زادی میں بھی تمہارے باپ امام حسین کا غلام ہوں تو میں نے اس کے کپڑوں

کی آگ بجھائی۔ عروہ بن قیس کہتا تھا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس نے جلے ہوئے خیمے کا ایک ٹکڑا پھٹا ہوا اپنے اوپر رکھا تھا اور فریاد کر رہی تھی کہ اے محمد ﷺ کہ تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام ہو۔ یہ دیکھو تیرا حسین ریگستان میں پڑا ہے خاک و خون سے آلودہ ہے تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے تیری بیٹیاں اور تیری اولاد مقتول ہو رہی ہے اور ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے راوی کہتا ہے کہ اس عورت کی گریہ و زاری سے اپنے تو اپنے دشمن بھی رونے لگے سورج اہل بیت کی اس مظلومی پر روتا ہوا غروب ہو چکا تھا اور اس کی کرنیں شہیدوں پر آنسو بہاتی ہوئی اوجھل ہو چکی تھیں یزید کا تمام لشکر چمنستان زہرا کو لوٹ کر عترت پیغمبر کو ذبح کر کے آل مصطفیٰ کے خیمے جلا کر دوش رسول کے سوار کا سر نیزے پر چڑھا کر قبضے لگاتا ہوا سوچکا تھا کہ بلا کی ریت اہل بیت کے شہیدوں کے خون کو اپنے اندر جذب کر رہی تھی ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی کہ امام مظلوم کی ہمشیرہ بی بی زینب انھیں لاشوں کے ٹکڑوں کو اکٹھا کیا شمشیر حیدری ہاتھ میں پکڑی اور پہرہ دینے لگی بھائی کی لاش کو جھولی میں اٹھایا اپنے سر سے چادر تظہیر اتاری اور لاش پر سے مٹی جھاڑی گرد و غبار کو صاف کیا اور فریاد کی آدھی رات ہو گئی تو بنت علی نے دیکھا کہ ایک گھڑ سوار لاشوں کے گرد چکر لگا رہا ہے

سیدہ نے حیران ہو کر سوار سے پوچھا تو کون ہے اور لاشوں کے گرد کیوں چکر لگا رہا ہے سوار نے پوچھا اے بی بی یہ لاشیں کس کی ہیں زہرا کی جانی نے جواب دیا یہ علی اکبر کی لاش ہے یہ علی اصغر کی لاش ہے سوار نے پھر پوچھا اے نیک بی بی۔ یہ چھوٹی چھوٹی لاشیں کس کی ہیں سیدہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا یہ میرے بیٹوں و محمد کی لاشیں ہیں فاطمہ کی لاڈلی کا جواب سن کر سوار جانے لگا تو بی بی نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور پوچھا اے سوار تو بھی بتا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کیوں آیا ہے سوار نے چہرے سے نقاب اتھایا اور فرمایا۔

ذے آواز نبی نے اگوں ایہہ جواب سنایا

میں تدہ غریب دا نانا بچیا تیرا پردہ دیکھن آیا

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جو حضرت امام حسین کی شہادت کے وقت زندہ تھیں ان کے بارے میں حضرت سلمیٰ کہتی ہیں۔ دخلت علی ام سلمیٰ دہی تبکی . فقلت ما بیکیک قالت رائیت رسول اللہ ا فی المقام واعلی ولحیتہ التراب . فقلت مالک یا رسول اللہ ﷺ قال شہدت قتل الحسین النفاً - ترجمہ۔ میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو وہ رورہی تھیں میں نے پوچھا آپ کیوں رورہی ہیں۔ تو حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی پر گرد و غبار ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا بات ہے یہ گرد و غبار کیا ہے آپ نے فرمایا میں نے ابھی ابھی حسین کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔

## شہادت حسین مشہود بالنبی

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید کو مرتے وقت دیدار مصطفیٰ نصیب ہوتا ہے اور وہ کس کیف و سرور میں ہوتا ہے کہ اسے موت کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اس کے علاوہ وہ موت کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں تاکہ وہ اعزاز کے ساتھ اس کی روح کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جاسکیں اور فرشتوں کے جھرمٹ میں ایک جلوس کی شکل میں شہید کی روح کو بارگاہ الہی میں پیش کیا جائے حضرت امام حسین کی شہادت کے وقت حضور اکرم کے موجود ہونے کا سبب یہی نظر آتا ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کو پتہ تھا کہ یہ شہادت کائنات کی تمام شہادتوں سے زالی ہے آپ سمجھتے تھے کہ جس بے کسی اور بے بسی اور ظلم و ستم کے عالم میں میرے حسین کو شہید کیا جائے گا وہ اس وقت ضروری ہے کہ میں حسین کے سامنے کھڑا ہوں تاکہ مجھے دیکھ کر

حسین کی جرات و بہادری قائم رہے اور اس جرات و بہادری اور عزم و استقلال کی حالت میں وہ اپنی جان۔ جان آفریں کے حوالے کر دے (سنن ترمذی باب ابواب المناقب)

بلاشبہ وہ بلا تمثیل جس طرح کشتی لڑتے وقت ایک پہلوان کو ایک استاد کی موجودگی میں ڈھارس رہتی ہے اور اس کا حوصلہ قائم رہتا ہے ممکن ہے ایسے ہی امام عالی مقام نبی کریم ﷺ کی موجودگی کی وجہ عزم و استقلال کا پیکر بن کر میدان کارزار میں ڈٹے رہے ہوں تاکہ آقائے دو جہاں ﷺ کی نگاہوں کے سامنے رہے ہوں اور یہ فرما رہے ہوں کہ بیٹے حسین آج نیزے کی نوک پر سوار ہو کر میرے کندھوں کی سواری کی لاج رکھ لینا۔ کربلا کے تپتے صحرا میں شدت پیاس کی حالت میں اپنی جان قربان کر کے میری چوسی ہوئی زبان کا خیال رکھنا۔ اے حسین علی شیر خدا کا خون تیرے رگ و ریشہ میں دوڑ رہا ہے آج اس خون کے تقدس میری بیٹی فاطمہ کے پئے ہوئے دودھ کی لاج رکھ لینا۔

چنانچہ امام عالی مقام نے اپنے نانا جان کی حوصلہ افزائی پر جرات و شجاعت کے ساتھ اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر وادیئے لیکن پیشانی پر بل بھی نہ آنے دیا یوں آپ نے حضرت علی و فاطمہ کے لخت جگر اور آقائے دو جہاں کے لاڈلے نواسے ہونے کا حق ادا کر دیا۔

### شہادت کے بعد گواہی دینا

شہید زندہ ہوتے ہیں مگر ان کی زندگی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہے کسی شخص نے شہید ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کہ شہید زندہ ہوتے ہیں گواہی نہیں دی لیکن امام حسین کی شہادت ہے کہ آپ کے سر انور نے کٹ کر اور نیزے پر چڑھ کر گواہی دی کہ شہید زندہ ہوتے ہیں اور ثابت کر دیا کہ شہداء کے بارے میں قول سچا ہے۔

## کٹے ہوئے سر کی گواہی

حضرت نہال بن عمر فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جب حسین کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے گلیوں اور بازروں میں پھرایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں موجود تھا اس نے پچشم خود دیکھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اور وہ اس آیت پر پہنچا کہ۔ ام حسب ان اصحاب الکھف و الرقیم کانو من آیاتنا عجباً۔ کہ کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اصحاب کیف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو قوت گویائی دی اور اس نے بزبان فصیح کہا۔ اعجب من اصحاب الکھف قتلی و حملی۔ اصحاب کیف سے زیادہ میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔ (سر الشہادتین ص ۳۵ نور الالصبار ۴۹ شرح الصدور ص ۸۸)

## پورے گھرانے کی قربانی

تاریخ اسلام میں بہت شہادتیں ہوئی ہیں اور ہر شہادت کی اہمیت اور اطراف و اکناف میں مسلم ہے مگر امام حسین کی شہادت دوسری شہادتوں کے مقابلے میں اکناف عالم میں اسکی شہادت دوسری سب شہادتوں سے بڑھ کر اس لئے ہے کہ اسمیں شہید ہونے والوں کی حضور کے ساتھ خاص نسبتیں ہیں پھر یہ کہ یہ داستان شہادت گلشن نبوت کے کسی ایک فرد پر مشتمل نہیں بلکہ یہ سب سارے کے سارے گلشن کی قربانی ہے باقی واقعات شہادت ایک بار دو تین چار نفوس پر مشتمل ہے مگر کربلا میں گلشن نبوت کے پھولوں کی بے شمار قربانی کی داستان ہے۔ لہذا تاریخ کے کسی بھی دور میں امت مسلمہ، واقعہ کربلا اس کی تفصیلات اور اس کی اہمیت کو فراموش نہیں کر سکتی بلکہ غم حسین کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنے کی طرف اشارہ

کرتی ہیں جس امام حسین کی شہادت پر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اقدس میں تڑپ گئے اور پھر اپنے دوش مبارک کے سوار کی شہادت گاہ میں پہنچے۔

اس لئے سفر کا گرد و غبار آپ کے چہرہ مبارک پر عیاں تھا اور پھر اس نبی کی امت پر لازم ہے کہ غم حسین کو قیامت تک زندہ رکھا جائے اس لئے میں بھی (مصنف) اس حقیقت کا قائل ہوں کہ غم حسین کو دس دنوں میں مخصوص و محدود کر لیا جائے بلکہ اس عظیم قربانی کی لامحدود غم انگیزیوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے اور جو لوگ دس دنوں میں ایسا کرتے ہیں دراصل وہ اس عظمت حسینی کے راز کو نہیں سمجھ سکے اس لئے کہ فاطمہ کے لال کی شہادت عظمیٰ کے جان سوز صدمے کو چند دنوں میں گریہ و زاری بھی ہوتی ہے آنسو بھی بہائے جاتے ہیں غم حسین میں ماتم بھی کیا جاتا ہے مگر مجھ سے پوچھو کہ یہ سب کچھ ہونے کے بعد بھی کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ تو امام حسین کی لاش پر اور سیدہ زینب کے گرائے ہوئے ایک آنسو کی قیمت بھی نہیں اور یہ تو علی اکبر کے بدن پر لگے ہوئے نیزوں کے ایک زخم کا بھی صلہ نہیں اور یہ تو معصوم علی اصغر کی آخری ہچکی کا بھی بدلہ نہیں اور یہ تو عابد بیمار کے پاؤں کی بیڑیوں کی ایک جھنکار کا حق بھی نہیں اور پھر امام حسین کی یاد کو سال کے صرف دس دنوں میں محدود کر دینا کیا یہ بے انصافی نہیں ہے اور غم حسین کو محرم کے چند دنوں میں مخصوص کرنا حماقت ہے اس لئے میں کہتا ہوں اور نسل انسانی سے کہتا ہوں اور تمام امت اسلامیہ سے کہتا ہوں آؤ دنیا میں عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو غم حسین اور اس کے کردار میں کھو جاؤ رگ رگ میں حسینیت کا کردار اپنا لو تمہارے خون کے ایک قطرے سے غم حسین کا دریا ابل پڑے اور تمہارا ہر دن غم حسین ہو اور ہر شب شب عاشورہ ہو۔

آخر رات کٹ گئی۔ کیسے کٹی۔ زینب کے دل سے پوچھو شہر بانو کی آنکھوں سے پوچھو یا عابد کے جگر سے پوچھو یا سیکنہ کے سینے سے پوچھو بلکہ دوش مصطفیٰ سے پوچھو یا آغوش فاطمہ یا نگاہ علی سے پوچھو اور روح فطرت سے پوچھو۔ صبح ہوئی تو کوفہ کے اس ریگستان میں علی



عابد کی صدائے توحید و رسالت بلند ہوئی اور بیمار سید نے میدان کربلا میں دنیا کو بتا دیا کہ آل مصطفیٰ پر پانی بند کر کے ان کو تڑپایا تو جاسکتا ہے ان کے بچوں کو قتل تو کیا جاسکتا ہے ان کے خیموں کو جلایا تو جاسکتا ہے۔ لیکن خانہ سادات سے صدائے توحید و رسالت کو بند نہیں کیا جاسکتا اور انتہائی مظلومی اور بے کسی کے عالم میں بھی اور اللہ کی راہ میں بھی سب کچھ قربان کرنے کے بعد بھی ان کی جان صدموں سے چور چور ہو جانے کے بعد بھی ایک سید کے گھر سے حق و صداقت کی آواز آتی رہے گی انشاء اللہ العزیز۔



باب پنجم

# شام غریباں

چاک گریباں اہل بیت

اور دامن ہے لہو لہو

## شام غریباں

اب شام غریباں آتی ہے دروالم میں ڈوبی ہوئی شام، خون شہیداں میں ڈوبی ہوئی شام، افسردہ اور نڈھال شام، لٹی پٹی شام، اندھی اور کالی شام، المناک شام، چیخوں والی شام، لٹی پٹی ہوئی شام، تڑپتی اور بھڑکتی دبی دبی آہوں والی شام، خون کے آنسو رلاتی شام، جاں سوز دل دوز شام، سوز گداز میں لپٹی ہوئی شام، فریاد کرتی ہوئی شام، اور ستائی ہوئی شام، مرثیے پڑھتی ہوئی شام، سنسان اور ویران شام، حیران و پریشان شام، شام کالی شام، اندھی شام، خوف انگیز شام بے ضیاء بے نور شام، وحشت ناک شام، عسرت خیز شام، خونیں شام، ظلمت بار شام، خونریز اور خونچکاں شام، خون انگیز اور خونخوار شام، قہر آگیں شام، ماتمی غمگین اور غم اندوز شام، پرخم اور پردرد شام، پرالم اور پرسوز شام، ڈوبتے سورج کی گرمی سے لپٹی ہوئی شام، یوم عاشورہ کی شام، گرمی سے جلی ہوئی شام (سیماب اکبر آبادی)

## جاں سوز منظر

آہ دو جہاں سوز منظر الامان والحفیظ۔ بے سرا اور مجروح لاشیں شعلہ افشاں ریت پر

کوئی ان پر ماتمی تھا اور نہ کوئی نوحہ خواں  
 صرف تنہائی مجاور بے کسی تھی یا سیاں  
 ریت کے ذروں سے اک فریاد نکلی تاگہاں  
 نوحہ گستر نوحہ آں نوحہ فروز و نوحہ خوان  
 آہ اس جنگل میں مہماں حجازی لٹ گیا  
 شام کے میدان میں مکے کا غازی لٹ گیا

(سیماب اکبر آبادی)

## تاراج و نیم بسمل قافلہ قدم قدم پر

### خون بکھیرتا ہوا کوفہ کی طرف رواں دواں

امام عالی مقام و دیگر شہدائے کربلا کے ارواح طیبات ملائکہ رحمت کے جلوس شہید اعظم کی روح عالم بالا میں پہنچی ہر طرف ابن حیدر کی امانت و یکتائی کا غلغلہ بلند ہو رہا تھا ادھر خیموں میں آگ لگی ہوئی تھی صبر و شکیب کا خرمن جل رہا تھا تیسوں، بیواؤں سوگواروں کی آہ و فغاں سے دھرتی کا کلیجہ پھٹ رہا تھا امیدوں کی دنیا لٹ چکی تھی۔ آہ [بیچ منجھار کے کشتی کا ناخدا چل بسا اور اب بنو ہاشم کے یتیم کہاں جائیں اور اس کا منہ دیکھیں۔ کاشانہ نبوت کی شہزادیاں جنکی عفت سرا میں روح الامین بھی بغیر اجازت کے اندر داخل نہ ہوں نسیم صبا بھی جن کے آنچلوں کے قریب پہنچ کر ادب سانچے میں ڈھل جائے آج کربلا کے میدان میں کون ان کا محرم ہے جس سے اپنے دکھ کی بات کریں ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کہ ہمارے یہاں ایک میت ہو جاتی ہے تو گھر والوں کا کیا حال ہوتا ہے غم گساروں کی بھیڑ اور دوست و احباب کی طرف سے صبر کی تلقین کے باوجود آنسو نہیں تھمتے اضطراب کی آگ نہیں بجھتی اور نالہ و فریاد کا شور کم نہیں ہوتا پھر کربلا کے میدان میں حرم کی ان سوگوار عورتوں پر کیا گذر رہی ہوگی جن کے سامنے بیٹوں، شوہروں اور عزیزوں کی لاشوں کا انبار لگا ہوا تھا غمگساروں اور شریک حال کے جھرمٹ میں نہیں خونخوار دشمنوں اور سفاک درندوں کے نرغے میں تھیں۔ امام عالی مقام کا سر مبارک قلم کرنے کے بعد بدن کے پیرہن اتار لیے جسم اطہر پر نیزوں کے زخم اور تلوار کے گھاؤ تھے عمر و سعد کے حکم پر یزیدی فوج کے ان تابکاروں نے سیدہ جگر کی لاش کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالا۔ سیدہ زینب اور شیر بانو خیمے سے یہ لرزہ خیز منظر دیکھ کر بلبلا اٹھیں اور چیخ مار کر زمین پر گر پڑیں اس کے بعد شمر اور ابن سعد دندناتے ہوئے خیمے کی طرف بڑھے بد بخت شمر نے اندر گھس کر پردہ داران کی چادریں چھین لیں سامان لوٹ لیا گیا حضرت زینب نے غیرت کی آگ میں سلگتے ہوئے کہا شمر تیری آنکھیں پھوٹ جائیں تو

رسول اللہ کی بیٹیوں کو بے پروا کرنا چاہتا ہے ہمارے چہروں کے محافظ شہید ہو گئے اب دنیا میں ہمارا کوئی نہیں ہے یہ مانا کہ ہماری بے بسی نے تجھے دلیر بنا دیا ہے لیکن کیا کلمہ پڑھنے کا احسان بھی تو بھول گیا۔ سنگدل، ظالم انسان ناموس محمدی کی بے حرمتی کر کے غیرت خداوند کو حرکت میں نہ لاتے تھے اتنا لحاظ بھی نہیں کہ ہم اسی رسول کی نواسیاں ہیں جس نے حاتم طائی کی قیدی لڑکی کو اپنی چادر اوڑھائی تھی حضرت زینب کی گرجتی ہوئی آواز سن کر لڑکھڑاتے ہوئے عابد اپنے بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شمشیر پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا چاہتے تھے کہ ضعف و نقاہت سے زمین پر گر پڑے۔ شہر نے یہ معلوم کرنے کے بعد کہ امام حسین کی یہ آخری نشانی ہے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اسے بھی قتل کر ڈالو کہ امام حسین کا نام و نشان بھی دنیا میں باقی نہ رہے لیکن ابن سعد نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور یہ معاملہ یزید کے حکم پر چھوڑ دیا۔ شام ہو چکی تھی یزیدی فوج کے سردار جشن فتح میں مشغول ہو گئے ایک پہر گئے رات تک سرور انبیا کی محفل جمی ہوئی ہے ادھر خیمے والوں کی شام غریباں قیامت سے کم نہیں تھی حرم کے پاسبانوں کے گھر میں چراغ نہیں جل سکا تھا ساری فضا سوگ میں ڈوبی ہوئی تھی مقتل میں امام پاک کا کچلا ہوا لاشہ بے گور کفن پڑا تھا خیموں کے قریب گلشن زہرا کے پامال پھولوں پر دردناک حسرت برس رہی تھی رات کے بھیانک اور وحشت ناک تاریکی میں اہل خیمہ چونک پڑتے تھے زندگی کی یہ پہلی سوگوار اور اداس رات حضرت زینب اور شہر بانو سے رات کاٹے نہیں کٹتی تھی رات بھر خیموں سے سسکیوں کی آواز آتی رہی آہوں کا طوفان اٹھتا رہا اور روحوں کے قافلے اترتے رہے آج پہلی رات خدا کا گھر بسانے کے لئے اہل حرم نے سب کچھ لٹا دیا تھا۔

پردیس، چٹیل میدان، قتل کی زمین، خاک و خون میں لپٹے ہوئے چہرے، میت کا گھر، پاس قریب ہی بیمار عابد کے کراہنے کی آواز، بھوک پیاس کی ناتوانی، خونخوار درندوں کا نرغہ، مستقبل کا اندیشہ، ہجر و فراق کی آگ، آہ! کلیجہ شق کرنے والے سارے اسباب مقتل کی پہلی رات میں جمع ہو گئے تھے بڑی مشکل سے صبح ہوئی اجالا پھیلا اور دن چڑھنے پر عمر و سعد سپاہیوں کے ساتھ اونٹنی لے کر آیا اس کی ننگی پیٹھ پر حضرت زینب اور حضرت شہر بانو اور حضرت

زین العابدین سوار کرائے گئے پھول کی طرح نرم و نازک کورسیوں سے جکڑا گیا عابد بیمار اپنی والدہ اور پھوپھی کے ساتھ اس طرح باندھ دیئے گئے کہ جنبش بھی نہ کر سکتے تھے۔

دوسرے اونٹوں پر باقی خواتین اور بچیاں اس طرح رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں اور اس طرح سے سوار کرائی گئیں اہل بیت کا یہ لٹا ہوا قافلہ جس وقت کربلا کے میدان سے رخصت ہوا اس وقت کا قیامت خیز منظر ضبط تحریر سے باہر ہے واقعہ کربلا کے ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ جگر گوشہ بتول کا سر مبارک نیزے پر لٹکائے ہوئے اسیران حرم کے آگے آگے تھا ستر شہدا کے سر دوسرے اشقیائے ہوئے تھے خاندان نبوت کا یہ تاراج قافلہ جب مقتل سے گذرنے لگا تو حضرت امام حسین کی بے گور و کفن لاش اور دیگر شہدائے حرم کی جنازوں پر نظر پڑتے ہی خواتین اہل بیت بے تاب ہو گئیں دل کی چوٹ ضبط نہ ہو سکی آہ و فغاں کی فریاد سے کربلا کی زمین ہل گئی عابد بیمار شدت اضطراب سے غش پر غش کھا رہے تھے اور حضرت شہر بانو انہیں بڑی مشکل سے سنبھالا دے رہی تھیں قیامت کا یہ دلگداز منظر دیکھ کر پتھروں کی بھی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

فاطمہ کی لاڈلی بیٹی کا حال سب سے زیادہ رقت انگیز تھا۔ صدمہ جانگاہ کی بے خودی میں انہوں نے مدینے کی طرف رخ کیا اور دل سے ہلا دینے والی آواز میں اپنے نانا جان کو مخاطب کیا۔ یا محمد! آپ پر آسمان کے فرشتوں کا سلام ہو یہ دیکھتے آپ کا لاڈ حسین ریگستان میں پڑا ہے اور خاک و خون میں آلودہ ہے تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے لغش کو گور و کفن بھی میسر نہیں۔ نانا جان! آپ کی تمام اولاد قتل کر دی گئی ہے۔ اور ان پر خاک اڑ رہی ہے آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں مشکلیں کسی ہوئی ہیں پردیس میں کوئی ان کا شناسا نہیں نانا جان! اپنے قیموں کی فریاد کو پہنچئے۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ کوئی دوست دشمن ایسا نہ تھا جو حضرت زینب بی بی کی اس آہ و فغاں پر آبدیدہ نہ ہو گیا ہو اسیران حرم کا قافلہ اشکبار آنکھوں سے اور جاں گداز سسکیوں کے ساتھ کربلا سے رخصت ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا شام ہو چکی تھی ایک پہاڑ کے دامن میں یزیدی فوج کے سرداروں نے پڑاؤ کیا اسیران اہل بیت اپنی

اپنی سواریوں سے نیچے اتارے گئے۔

چاندنی رات تھی رسیوں سے جکڑے ہوئے حرم کے یہ قیدی رات بھر سکتے رہے پیشانی میں مچلتے ہوئے سجدوں کے لئے بھی ظالموں نے رسیوں کے بندھن ڈھیلی نہیں کی پچھلے پہر حضرت زینب مناجات میں مشغول تھیں عمرو سعد قریب آیا اور اس نے طنز کرتے ہوئے دریافت کیا کہ قیدیوں کا کیا حال ہے کئی بار پوچھنے کے بعد حضرت زینب نے منہ ڈھانپ لیا اور جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے کہ نبی کا چمن تاراج ہو گیا ہے ان کی اولاد قید ہو گئی رسیوں سے سارے جسم نیلے پڑ گئے ایک بیمار جو نیم جاں ہو چکا ہے اس پر بھی تجھے رحم نہیں آیا اور اب ہماری بے کسی کا تماشا دکھانے ابن زیاد اور یزید کی قربان گاہ میں لے جا رہا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں حضرت عابد نے پھوپھی کو تسلی دی اور کہا کہ خون کے قاتلوں سے جو روستم کا شکوہ کیا ہے۔

بس ایک آرزو ہے کہ بابا جان کا سر کوئی میری جھولی میں ڈال دے اور میں اسے اپنے سینے سے لگا لوں عمرو سعد نے کہا گود میں نہیں۔ تیرے قدموں کی ٹھوکر پر ڈال سکتا ہوں اگر راضی ہو تو اقرار کر۔ ظالموں پر پھر زخموں پر نمک چھڑکا پھر حرم کے قیدی تلملا اٹھے اضطراب میں سہمی ہوئی آواز کان میں آئی بد بخت انسان، نو جوانان جنت کے سردار سے گستاخی کرتا ہے کیا تجھے خبر نہیں کہ کٹا ہوا سر اب بھی دو جہاں کا مالک ہے عرش سے رابطہ اب بھی قائم ہے۔ اس آواز پر ہر طرف سناٹا چھا گیا اسی عالم میں تھیں کہ ایک ہلکی سی آواز کانوں آئی بی بی میں حاضر ہو سکتی ہوں نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ ایک بڑھیا سر پر چادر ڈالے منہ چھپائے سامنے کھڑی ہو گئی اجازت ملتے ہی قدموں میں گر پڑی اور دست بستہ عرض کیا میں ایک غریب اور محتاج عورت ہوں بھوکے پیاسے آل رسول کے لئے تھوڑا سا کھانا اور پانی لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ بی بی! میں تجھ پر نہیں میں مدت تک شہزادی رسول سیدہ فاطمہ کی کنیزی کا شرف حال رہا ہے یہ اس زمانے کی بات ہے جب سیدہ کی گود میں ایک ننھی سی بچی تھی جس کا نام زینب تھا۔ حضرت زینب نے اپنے اہلتے ہوئے جذبات پر قابو پا کر جواب دیا کہ تو نے اس جنگل اور پردیس میں

ہم مظلوموں کی مہمان نوازی کی ہماری دعائیں تیرے ساتھ ہیں خدا تجھے دارین میں خوشی عطا فرمادے۔ بڑھیا کو جب معلوم ہوا کہ یہی حضرت زینب ہیں تو چیخ مار کر گلے سے لپٹ گئی اور اپنی جان بنت رسول کے قدموں میں قربان کر دی عشق و اخلاص کی تاریخ میں ایک نئے شہید کا اور اضافہ ہوا۔

دوسرے دن ظہر کے وقت اہل بیت کا لٹا ہوا کارواں کوفہ کی آبادی میں داخل ہوا بازار میں دونوں طرف سنگدل تماشا یوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے خاندان نبوت کی بیبیاں شرم و غیرت سے گھڑی جا رہی تھیں سجدے کی طرح سر جھکا لیا تھا کہ معصوم چہروں پر غیر محرم کی نظر نہ پڑے و فور غم سے آنکھیں اشکبار تھیں دل رو رہے تھے اس احساس سے زخموں کی ٹیس اور بڑھ گئی تھی کہ کربلا کے میدان میں قیامت ٹوٹنی تھی ٹوٹ گئی۔ اب محمد عربی کے ناموس کو گلی گلی پھرایا جا رہا تھا کلمہ پڑھنے والے کی امت کی غیرت دفن ہو گئی تھی خوشی کے جشن میں سارا کوفہ ننگا ناچ رہا تھا۔ ابن زیاد کے بے غیرت سپاہی فتح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے جب اہل بیت کی سواری قلعہ کے قریب پہنچی کہ ابن زیاد کی بیٹی فاطمہ اپنے منہ پر نقاب ڈالے ہوئے باہر نکلی اور خاموش کھڑی رہی اور حسرت بھری نظر سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ ابن زیاد اور شمر کے حکم سے سیدانیاں اتاری گئیں عابد بیمار اپنی والدہ اور پھوپھی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور بخار کی شدت سے ضعف اور ناتوانی انتہا کو پہنچ چکی تھی اونٹ سے اترتے وقت غش آ گیا اور بے حال ہو کر زمین پر گر پڑے سر زخمی ہو گیا خون کا فوارہ چل پڑا یہ دیکھ کر حضرت زینب بے تاب ہو گئیں دل بھر آیا ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے کہنے لگیں آل فاطمہ میں ایک ہی خون عابد بیمار کا رہ گیا تھا چلو اچھا ہوا کہ کوفہ کی زمین پر یہ قرض بھی ادا ہو گیا۔

## امام عالی مقام کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے

ابن زیاد کا دربار نہایت تزک و احتشام سے آراستہ کیا گیا تھا فتح کے نشے میں سرشار



تخت پر بیٹھا ہوا فرعون اپنے فوج کے سرداروں کی زبانی کر بلا کے واقعات سن رہا تھا سامنے ایک طشت میں امام عالی مقام کا سر مبارک رکھا ہوا تھا ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی بار بار امام مبارک کے لب ہائے مبارک پر گستاخی کر رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ اسی منہ سے خلافت کا دعویٰ ارتھادیکھ لیا قدرت کا فیصلہ حق سر بلند ہوا اور باطل کو شکست ہوئی۔ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم اس وقت فرعون کی دربار میں موجود تھے ان سے یہ گستاخی دیکھی نہ گئی عقیدت میں چیخ پڑے۔

ظالم کیا کرتا ہے چھڑی ہٹالے۔ نسبت رسول کا احترام کر۔ میں نے بارہا سرکار کو اس چہرے کا بونہ لیتے ہوئے دیکھا ہے ابن زیاد نے غصہ سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا کہ اگر تو صحابی رسول نہ ہوتا تو میں تیرا سر قلم کروادیتا حضرت ارقم نے غصے سے جواب دیا اتنا ہی تجھے نسبت رسول کا خیال ہوتا تو ان کے جگر گوشوں کو تو کبھی قتل نہ کراتا تجھے ذرہ بھی غیرت نہیں آئی کہ جس رسول کا تو کلمہ پڑھتا ہے انہیں کی اولاد کو تہ تیغ کرایا ہے اور اب ان کی عفت مآب بیٹیوں کو قیدی بنا کر گلی گلی پھرا رہا ہے ابن زیاد یہ زلزلہ خیز جواب سن کر تلملا کر رہ گیا لیکن مصلحتاً خون کے گھونٹ پی گیا۔

اسیران حرم کے ساتھ ایک بوسیدہ چادر میں لپیٹی ہوئی حضرت زینب ایک گوشے میں بیٹھی ہوئی تھیں ان کنیروں نے انہیں اپنی جھرمٹ میں لے رکھا تھا ابن زیاد کی نظر پڑی اور دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے کئی بار پوچھنے پر ایک کنیر نے جواب دیا زینب بنت علی۔ فرعون ابن زیاد نے حضرت زینب کو مخاطب کر کے کہا خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اس اذیت ناک جملے پر اپنے آپ سنبھال نہ سکیں بے اختیار رو پڑیں واللہ تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا اور میرے خاندان کا نشان مٹا دیا میری شاخیں کاٹ دیں میری قبر اکھاڑ دی اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو ہو جائے۔ اس کے بعد ابن زیاد کی نظر عابد بیمار پر پڑی وہ انہیں بھی قتل کرنا چاہتا تھا کہ حضرت زینب بے قرار ہو گئیں اور چیخ اٹھیں میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں تو اگر اس بچے کو قتل کرنا

چاہتا ہے تو مجھے بھی اسکے ساتھ قتل کر ڈال۔ ابن زیاد پر دیر تک سکتے کا عالم طاری رہا اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ خون کا رشتہ بھی عجیب رشتہ ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ سچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے اچھا اسے چھوڑ دو یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جائے۔

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ اس خدا کی حمد و ستائش جس نے یزید بن معاویہ کو غالب کیا اور مخالف کو ہلاک کر ڈالا۔ (استغفر اللہ) اس اجتماع میں مشہور اہل بیت کے محبت حضرت ابن عقیف بھی تھے ان سے ابن زیاد کے یہ الفاظ سن کر نہ رہ سکے قہر و غضب سے کانپتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور ابن زیاد کو لکارتے ہوئے کہا خدا کی قسم تو ہی کذاب ابن کذاب ہے حسین سچا اس کا باپ سچا اور اسکے نانا سچے۔ فرعون ابن زیاد اس جواب سے تلملا اٹھا اور جلا د کو حکم دیا شاہراہ عام پر لے جا کر اس کا سر قلم کر دو ابن عقیف شوق شہادت میں مچلتے ہوئے اٹھے اور مقتل میں جا کر چمکتی ہوئی تلوار کا مسکرا کر خیر مقدم کیا خون بہا۔ لاش تڑپی اور ٹھنڈی ہو گئی کوفہ کے ساحل پر جاں نثاروں کی تعداد میں ایک شہید کا اور اضافہ ہو گیا۔

دوسرے دن ابن زیاد نے اہل بیت کا تاراج قافلہ ابن سعد کی سرکردگی میں دمشق کی طرف روانہ کیا حضرت امام کا سر مبارک نیزے پر آگے آگے چل رہا تھا پیچھے اہل بیت کے اونٹ تھے ایسے محسوس ہوتا تھا کہ امام عالی مقام اب بھی اپنے حرم کے قافلے کی نگرانی کر رہے ہیں اثنائے سفر میں سر مبارک سے عجیب و غریب خوارق و کرامات کا ظہور ہوا سر مبارک سے تلاوت کلام پاک کی آواز آتی رہی رات کے سناٹے میں ماتم و فغاں کی رقت آمیز صدائیں گونجتی رہیں کبھی کبھی سر مبارک کے گرد نور کی کرنیں پھوٹی تھیں۔ (سر الشہاد تین ص ۳۵ نور الاصابر ص ۱۴۹ شرح الصدود ص ۸۸ تاریخ الخلفاء) ایک شاعر نے اس کا نقشہ یوں پیش کیا

ہے۔

یوں تو پڑھنے کو کبھی قرآن پڑھتے ہیں مگر  
 نوک نیزے پر سنایا فاطمہ کے لال نے  
 صبر کا ڈنکا بجایا فاطمہ کے لال نے  
 جبر کو نیچا دکھایا فاطمہ کے لال نے

ہردور میں یزید پیدا ہوتا رہے گا اور ہردور میں حسین بھی پیدا ہوتا رہے گا اسی طرح تا قیامت حق  
 و باطل اور ظالم و مظلوم بڑسریکار رہیں گے۔

زیر خنجر جس کا سجدہ عظمت اسلام ہے

جس کا ہر تیور رسول پاک کا پیغام ہے

جس آبادی سے یہ قافلہ گذرتا گیا ایک کہرام بپا ہو جاتا تھا دمشق کا شہر نظر آتے ہی یزیدی فوج  
 کے سردار خوشی سے ناچنے لگے فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے ہر قاتل اپنی جگہ بے قرار تھا۔  
 سب سے پہلے یہ خبر زبیر بن قیس نے یزید کو فتح کی خوشخبری سنائی کہ حسین ابن علی اپنے اٹھارہ  
 اہل بیت کے ساتھ اعموان و انصار ہم تک پہنچے ہم نے چند گھنٹوں میں ان کا صفایا کر دیا اس  
 وقت کربلا کے ریگستان میں ان سب کے لاشے برہنہ پڑے ہوئے ہیں ان کے کپڑے خون  
 سے تر ہیں ان کے رخسار گرد و غبار سے اٹے پڑے ہیں ان کے جسم دھوپ کی تمازت اور ہوا کی  
 شدت سے خشک ہو گئے ہیں۔

یہ خوشخبری سن کر یزید جھوم اٹھا لیکن اس زلزلہ خیز و ہلاکت آفرین اقدام کا ہولناک  
 انجام جب نظر کے سامنے آیا تو کانپ اٹھا بار بار چھاتی پیٹتا تھا کہ ہائے اس واقعہ نے ہمیشہ  
 کے لئے مجھے ننگ اسلام اور ننگ دین بنا دیا مسلمانوں کے دلوں میں میرے لئے نفرت اور  
 دشمنی کی آگ ہمیشہ سلگتی رہے گی قاتل کی پشیمانی مقتول کی اہمیت تو بڑھا سکتی ہے لیکن قتل کا  
 الزام نہیں مٹا سکتی اس مقام پر بہت لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے۔

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

اسے لوگوں کو نفسیاتی طور پر صورت حال کا مطالعہ کرنا چاہیے اس کے بعد یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں بلایا اہل بیت کو بھی جمع کیا اور امام زین العابدین سے خطاب کرتے ہوئے کہا اے ابن علی! تمہارے ہی باپ نے میرا رشتہ کاٹا میری حکومت چھیننی چاہی اس پر خدا نے جو کچھ کیا وہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس جواب میں امام زین العابدین نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے کوئی مصیبت ایسی نہیں جو پہلے سے نہ لکھی گئی ہو دیر تک خاموشی رہی پھر یزید نے شامی سرداروں کو متوجہ ہو کر کہا کہ اہل بیت کے ان اسیروں کے معاملے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ بد سلوکی کا مشورہ دیا مگر نعمان بن شبیر نے کہا کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو رسول کریم ﷺ انہیں اس حال میں دیکھ کر کرتے۔ یزید نے حکم دیا کہ اسیروں کی رسیاں کھول دی جائیں اور سیدانیوں کو شاہی محل میں پہنچا دیا جائے یہ سن کر حضرت زینب رو پڑیں اور انہوں نے گلو گیر آواز میں یہ خطبہ دیا۔

## سیدہ زینب کا خطاب یزید کی مجلس میں

کوفہ والے پریشان ہیں اور رورہے ہیں اور اپنے کئے پر سخت نادم ہیں ح اور پشیمان ہیں ان کو فیوں کی آہ وزاری اور فریاد زینب نے دیکھی اور فرط غضب سے کھڑی ہو گئیں اور ارشاد فرمایا فصیح العرب کی نواسی اور باب العلم کی بیٹی نے بڑا فصیح خطبہ ارشاد فرمایا اور کو فیوں کو چپ کر دیا آپ نے فرمایا۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

اے بد نصیب کو فیو! اور رو کر آہ وزاری کر کے سچے ہونیکلی کوشش نہ کرو اہل بیت کے خون سے ہاتھ رنگنے والو تو تم خود حسین کا کنبہ شہید کر کے رونے والو تم ہو میرے بھائی پر تیر چلانے والے تم ہو میرے بھائی کا گلا کاٹنے والے تم ہو ہمیں قیدی بنا کر یہاں لانے والو تم ہو۔ میرے بھائی کو خط لکھ کر بلانے والے تم ہو۔ بے وفا کو فیو! مسلم اور اس کے بچوں کو شہید کرنے والے تم ہو اہل بیت کی اس رسوائی پر بازاروں میں پھرانے والے تم ہو۔ دولت کی

لاٹج اور یزید کے ہاتھوں فروخت ہونے والے تم ہو۔ یزید یو! اور ابن زیاد جو ہماری بربادی کا باعث ہے اس کو بلانے والے تم ہو تم بکا و مال ہو تم دولت کے خبط میں برسرا بازار فروخت ہونے والے تم ہو تمہیں یزید کی دولت نے خرید لیا تم نے یزیدی بن کر گلستان نبوت کو اجاڑ دیا۔ فاطمہ کا گھرانہ لوٹ لیا پردہ داروں کی چادریں چھین لیں ناموس رسول کا بازاروں میں جلوس نکال لیا اب ہمیں رو رو کر کیا دکھاتے ہو تمہارے آنسو مگر مچھ کی طرح آنسو ہیں اور یاد رکھو اب تمہارا رونا کبھی نہیں رکے گا اب تم قیامت تک دو ہتر مار مار کر روتے رہو گے کہ وہ ہم تھے اور تمہیں بک جانے پر افسوس ہوگا۔ تمہارا یہ رونا عبث ہوگا بیکار ہوگا تم نے یزید اور ابن زیاد کو خوش کرنے کے لئے خدا اور رسول کو ناراض کیا تم نے اپنے ہاتھوں سے شمع رسالت گل کی ہے اور اب ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتے رہو گے۔ کوفیوں نے سیدہ کی یہ تقریر حقیقت افروز سنی تو ندامت سے سروں کو جھکا کر گھروں کو واپس ہونے لگے تو سیدہ زینب نے کوفیوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے عہد شکنو! اپنی زبان سے پھر جانے والے اور اپنے الفاظ بھول جانے والے کوفیو! تمہاری مثال اس عورت جیسی ہے جو پہلے سوت تیار کرتی ہے پھر کپڑا بناتی ہے پھر اسے اپنے ہی ہاتھوں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے تم سب ایک تھیلی کے چٹ پٹے ہو تم میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو کذاب، بد عہد، بے وفا اور دل کا کھوٹا نہ ہو۔ تم لومڑیوں کی طرح مکار کینہ پرور، کینہ توڑ، خوشامدی، اور دوست نما دشمن، مکار، باطل نواز اور جھگڑالو ہو یاد رکھو جو تم نے اپنی عاقبت کے لئے کیا ہے وہ بہت برا ہے تم پر عنقریب خدا کا غضب اور قہر نازل ہونے والا ہے کذاب کوفیو! تم نے میرے بھائی پر اب گریہ وزاری اور نوحہ خوانی کر رہے ہو اور تمہیں رونا ہی مناسب ہے۔ تم روؤ۔ اور خوب گریہ وزاری کرو تم نے میری باتوں کی آرزو کی تھی وہ آرزوئیں تمہارے دامن سے چٹ گئیں اور تمہارا رونا تمہارے دامن کو صاف نہیں کر سکے گا تم نے نواسہ رسول کو قتل کیا ہے یہ خون کے دھبے کب دھل سکیں گے کوفہ والو تمہیں معلوم ہے کہ تم نے محمد کے کس گوشہ جگر کے ٹکڑے کئے ہیں کون سے عہد کو توڑا ہے تم نے کس کی بیٹی کی بے حرمتی کی ہے اور کس مقدس خون کو تم نے بہایا ہے یہ تمہارا وہ جرم ہے جسکی تلافی نہیں ہو سکتی تم سے وہ

حادثہ سرزد ہوا جو تمہیں بہت جلد عذاب میں مبتلا کرے گا اور پھر آخرت کا عذاب تمہیں ذلیل و خوار اور رسوا کرنے والا ہے اور وہاں ایسے لوگوں کی کوئی مدد یا سفارش نہیں کی جائے گی اور کوئی طاقت خدا کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتی اور نہ ہی اس کے انتقام کو کوئی روک سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں رہتا ہے۔ کوفیوں نے جب یہ تقریر سنی تو ندامت سے گردنیں جھکا کر تتر بتر ہو گئے سیدہ زینب کے خطاب نے کوفیوں کے دل ہلا کر رکھ دیئے یزید تلملا کر رہ گیا اب اسے ڈر پیدا ہو گیا اگر سیدہ زینب کا خطاب جاری رہا تو پھر میری خیر نہیں اس لئے یزید نے حکم دیا کہ اسیروں کی رسیاں کھول دی جائیں اور سیدانیوں کو شاہی محل میں پہنچا دیا جائے یہ سن کر حضرت زینب رو پڑیں اور گلو گیر آواز میں کہا کہ تو اپنی حکومت میں سیدانیوں کو بازاروں میں پھرا چکا ہے اور اب ہماری بے بسی کا تماشہ اپنی عورتوں کو نہ دکھا ہم خاک نشینوں کو کوئی ٹوٹی پھوٹی جگہ دے دیں جہاں ہم اپنا سر چھپا سکیں بالآخر یزید نے ان کے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا بندوبست کر دیا۔

امام عالی مقام کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا بد بخت ہاتھ کی چھڑی سے پیشانی مبارک کے ساتھ گستاخی کر رہا تھا صحابی رسول حضرت اسمیٰ نے ڈانٹتے ہوئے کہا ظالم یہ بوسہ گاہ رسول ہے اس کا احترام کر۔ یزید یہ سن کر تلملا کر رہ گیا صحابی رسول کے ساتھ کچھ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی حضرت زینب کی خواہش پر ان کے حوالے کر دیا گیا سامنے رکھ کر روتی رہیں اور کبھی شہر بانو اور کبھی ام رباب سینے سے لگائے ہوئے دنوں میں کھو جاتیں۔

ایک رات کا ذکر ہے نصف شب گذر چکی تھی سارے دمشق میں نیند کا سناٹا چھایا ہوا تھا اہل بیت کے مصائب پر ستارے آسمان پر ٹوٹ رہے تھے اچانک سادات کی قیام گاہ سے کسی عورت کا نالہ و فریاد بلند ہوا باطل کی دیواریں ہل گئیں دل کی آگ سے فضا میں چنگاریاں اڑنے لگیں یزید دہشت سے کانپنے لگا جا کر دیکھا تو حضرت زینب بھائی کا سر گود میں لئے بلبلا رہی تھیں اور درد و کرب کی ایک قیامت جاگ اٹھی ہے اس درد انگیز نالے سے اسکے دل میں جو دہشت پیدا ہوئی عمر کے آخری سانس تک نہیں نکل سکی۔ اسے اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کلیجہ شق کر

دینے والی فریاد اگر دمشق کے درودیوار سے ٹکرا گئی تو شاہی محل کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی کیونکہ دمشق کی جامع مسجد میں حضرت امام زین العابدین نے اہل بیت کے فضائل اور مناقب بیان کر کے اور یزید کے مظالم پر جو تاریخی خطبہ دیا تھا اس نے لوگوں کے دل ہلا دیئے اور ماحول میں اسکی اثر انگیزی ابھی باقی تھی۔

اگر امام زین العابدین کی تقریر کا سلسلہ کچھ دیر اور جاری رہتا اور یزید نے اذان نہ دلوائی ہوتی تو اس دن یزید کی شاہی اقتدار کی اینٹ سے اینٹ بچ جاتی اور اس کے خلاف بغاوت پھیل جاتی اس لئے دوسرے دن نعمان بن شبیر کی سرکردگی میں مع تیس سرداروں کے اہل بیت کا یہ تاراج اور نیم بکل قافلہ اور کاروان مدینے کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ہزار کوشش کی گئی کہ کربلا کی یہ دکھتی ہوئی چنگاری کسی طرح ٹھنڈی ہو جائے لیکن جو آگ بحر و بر میں لگ چکی تھی اس کا سرد ہونا ناممکن تھا صبح کی نماز کے بعد اہل بیت کا یہ دلگداز اور نورانی قافلہ مدینہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

حضرت سلمان بن بشیر بہت رقیق القلب، پاکباز، اور محبت اہل بیت تھے دمشق کی آبادی سے جوں ہی یہ قافلہ باہر نکلا حضرت نعمان حضرت زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست بستہ عرض کی یہ نیاز مند حکم کا غلام ہے جہاں جی چاہے تشریف لے جائیے میری تکلیف کا خیال نہ کریں جہاں حکم دیں گے وہاں پڑاؤ کروں گا اور جب حکم دیں گے تو کوچ کروں گا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے حضرت زین العابدین وہیں سے کربلا واپس آئے اور شہدائے اہل بیت کو دفن کیا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کربلا کی آس پاس کی آبادیوں کو جب خبر ہوئی تو وہ ماتم کناں آئے اور شہیدوں کی تجہیز تکفین کا فرض سرانجام دیا آخر الذکر روایت زیادہ قابل اعتماد ہے۔

## سیدہ زینب کے حضور ان کی جرات اور حوصلے پر نذرانہ عقیدت

فرمایا امانت ہے خبر دار رہو زینب  
یہ دین کی آواز تھی ایماں کی ضرورت  
شبیر کو تھی دل سوزاں کی ضرورت  
ایمان کی منہ بولتی تصویر تھی زینب  
عجب کام کیا تو نے اے مرحبا زینب  
حسین منزل حق ہیں تو حق نما زینب  
سلام بھیجتے ہیں اپنی شہزادی پر  
مسافرت نے عجب یہ بے بسی دکھائی  
جو کچھ ہے میرے پاس وہ فرمان ہے بھائی

ہم جاتے ہیں تم قافلہ سالار ہو زینب  
یہ آہ بھی پیغام شہیدوں کی ضرورت  
تفسیر ہوں جس طرح قرآن کی ضرورت  
شبیر کا سر کٹتے ہی شبیر تھی زینب  
معین مقصد سلطان کو بلا زینب  
ابتدائے شہادت تو انتہائے زینب  
کہ جس کو سوئپ گئے چلتے وقت اپنا گھر  
نثار کر دیئے بچے نہ بچ سکا بھائی  
دو بیٹے اور میری اک جان ہے بھائی

امام عالی مقام کا سر مبارک اب نیزے پر نہیں تھا بلکہ حضرت زینب اور حضرت شہر  
بانو اور حضرت عابد کی گود میں تھا۔ پہاڑوں، صحراؤں، اور ریگستانوں کو عبور کرتا ہوا قافلہ مدینے  
پاک کی طرف بڑھتا رہا منزلیں طے ہوتی رہیں اور بدلتی رہیں اور مدینے کے جذبات مچلتے  
رہے یہاں تک کہ کئی دنوں کے بعد اب حجاز مقدس کی حد شروع ہو گئی اچانک سویا ہوا درد  
جاگ اٹھا رحمت و نور کی شہزادیاں اپنے چمن کا موسم بہار یاد کر کے مچل گئیں کر بلا جاتے ہوئے  
عاطفت میں تھیں زندگی شام و سحر کی مسکراہٹوں سے اس راستے سے گزرے تھے کشور امامت کی  
رانیاں اس وقت اپنے تاجداروں اور سرداروں کے ساتھ تھیں زندگی شام و سحر کی مسکراہٹوں  
سے معمور تھی کلیوں سے غنچوں تک سارا چمن بھرا ہوا تھا ذرا چہرہ اداس ہوا بارہ گروہوں کا ہجوم  
لگ گیا پلکوں پر ہلکا سا قطرہ چمکا اور پیار کے ساگر میں طوفان اٹھانے لگا سونے میں ذرا سا  
چونک گئے تو آنکھوں کی نیند اڑ گئی۔ اب اسی راہ سے لوٹ رہے ہیں قدموں کے نیچے کانٹوں  
کی برچھیاں کھڑی ہیں تڑپ تڑپ کر قیامت بھی سر پر اٹھالیں تو کوئی تسکین دینے والا نہیں



خیمہ اجڑا پڑا ہے قافلہ ویران ہو چکا ہے شہزادیوں اور اپنوں کی جگہ اب آشفقہ حال تیموں اور بیواؤں کی ایک جماعت ہے جنکے سر پر صرف آسمان کا سایہ رہ گیا ہے لبوں کی جنبش اور ابرو کے اشاروں سے اسیروں کی زنجیریں توڑنے والے آج اسیر کرب و بلا ہیں۔ مدینے کی مسافت کم ہوتے ہوتے اب چند منزل رہ گئی ہے ابھی سے پہاڑوں کا جگر کانپ رہا ہے زمین کی چھاتی ہل رہی ہے قیامت کو پسینہ آ رہا ہے کربلا کے قیدی مالک کونین کے پاس جا رہے ہیں قافلے میں حسین نہیں ہے اس کا کٹا ہوا سر چل رہا ہے اثنائے ثبوت کے لئے کہیں سے گواہ لانا نہیں ہے بغیر جسم کے جب حسین اپنے نانا جان کی تربت پر حاضر کیا جائے گا تو خاکدان گیتی کا انجام دیکھنے کے لئے کس کے ہوش سلامت رہ سکتے ہیں پردیس میں کربلا کے مسافروں کی آج آخری رات تھی نہایت بے قراری میں گذری انگاروں پر کروٹ بدلتے رہے صبح سویرے ہی کوچ کے لئے تیار ہو گئے نعمان بن بشیر آگے آگے چل رہا ہے ان کے پیچھے اہل بیت کی سواریاں تھیں آخر میں تیس محافظ سپاہیوں کا دستہ تھا۔

دوپہر کے بعد مدینے کی حد شروع ہو گئی اب فریادیوں کا حال بدلنے لگا سینے کی آگ تیز ہونے لگی جیسے جیسے مدینہ قریب آتا جا رہا تھا جذبات کے سمندر میں طوفان کا تلاطم بڑھتا جا رہا تھا کچھ دیر چلنے کے بعد مدینے کی پہاڑیاں نظر آنے لگیں کھجوروں کی قطار اور سبزہ زاروں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو نہی مدینے پاک کی آبادی نظر آئی صبر و شکیب کا پیمانہ چھلک پڑا کلیجہ توڑ کر آہوں کا دھواں نکلا اور ساری فضا پر چھا گیا ارمانوں کا گہوارہ دیکھ کر دل کی چوٹ ابھر آئی حضرت زینب حضرت شہر بانو اور حضرت عابد بیمار ابلتے ہوئے جذبات کی تاب نہ لا سکے اہل حرم کے دردناک ناموں سے زمین کا پنپنے لگی اور پتھروں کا کلیجہ پھٹ گیا۔ ایک سانڈنی سوار نے بجلی کی طرح سارے مدینے میں یہ خبر اڑادی کہ کربلا سے نبی زادوں کا لٹا ہوا قافلہ آ رہا ہے شہزادہ رسول کا کٹا ہوا سر مبارک ان کے ساتھ ہے یہ خبر سنتے ہی ہر طرف کہرام مچ گیا قیامت سے پہلے قیامت آگئی و فور غم سے اور جذبہ بے خودی میں اہل مدینہ باہر نکل آئے جیسے ہی آ منا سامنا ہوا اور نگاہیں چار ہوئیں دونوں طرف سے شور و غل کی قیامت ٹوٹ پڑی آہ

وفعاں کے شور سے مدینے کا آسمان ہل گیا حضرت امام حسین کا کٹا ہوا سر دیکھ کر لوگ بے قابو ہو گئے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے ہر طرف صف ماتم بچھ گئی حضرت زینب فریاد کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہوئیں۔

### کشتگانِ خنجر و تسلیم کی دربار رسول پر حاضری

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن جعفر، اور عبداللہ بن زبیر رقت آمیز اور رقت انگیز کیفیت تاب سے باہر تھی۔ حضرت سیدہ زینب روضہ رسول میں داخل ہو کر عرض کرتی ہے نانا جان اٹھیے اب قیامت کا کوئی دن نہیں آئے گا آپ کا سارا کنبہ لٹ گیا آپ کے لاڈلے شہید ہو گئے آپ کے بعد آپ کی امت نے ہمارا سہاگ چھین لیا بے آب و دانہ آپ کے بچوں کو تڑپا تڑپا کر مارا آپ کا لاڈلا حسین آپ کے نام کی دہائی دیتا رہا لیکن ظالموں کو رحم نہ آیا وہ اسی طرح چل بسا کر بلا کے میدان میں ہمارے جگر کے ٹکڑے ہماری نگاہوں کے سامنے ذبح کئے گئے آپ کے پیارے کا سینچا ہوا چمن تاراج ہو گیا نانا جان! حسین کا یہ کٹا ہوا سر لیجیے آپ کے انتظار میں اسکی آنکھیں اب تک کھلی ہوئی ہیں۔ مرقد انور سے نکل کر اپنی آشفتمند نصیب سیٹیوں کا دردناک حال دیکھیے حضرت زینب کی اس آہ و بکا سے سننے والوں کے کلیجے کٹ گئے۔

حضرت عقیل کے گھر کے بچے یہ مرثیہ پڑھ رہے تھے قیامت کے دن وہ امت کیا جواب دے گی کہ جب ان کا رسول ان سے پوچھے گا کہ تم نے ہمارے بعد ہماری اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ ان میں سے بعض خاک و خون میں لپٹے ہوئے ہیں تلواروں، نیزوں، اور تیروں سے ان کے جسم گھائل ہیں ان کی لاشیں بے آب و گیاہ وادی میں پڑی ہوئی ہیں ان میں سے بعض قیدی ہیں رسیوں سے ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ حضرت صفراءؓ پچھاڑیں کھا کھا کر گر رہی تھیں بار بار اپنی والدہ اور پھوپھی سے رورور کر لپٹ لپٹ کر پوچھتی تھیں کہ ہمارے ابا جان کہاں ہیں ہمارے ننھے اصغر کو کہیں چھوڑ آئے ہو بابا جان وعدہ کر گئے

تھے کہ جلدی وہ واپس آئیں گے جس طرح بھی ہوا نہیں منا کر لائیے امام عالی مقام کا کٹا ہوا سر لئے اہل بیت کا یہ تاراج قافلہ جس وقت روضہ رسول پر حاضر ہوا تو ہوا میں رک گئیں گردش وقت ٹھہر گئیں بہتے ہوئے دھارے تھم گئے آسمانوں میں ہلچل مچ گئی پوری کائنات دم بخود تھی کہ کہیں آج ہی قیامت نہ آجائے۔ اس وقت کا دمگداز اور روح فرسا منظر ضبط تحریر سے باہر ہے قلم کو سہارا نہیں کہ درد و الم کی وہ تصویر کھینچ سکے جس کی یاد اہل بیت کو صدیوں تڑپاتی رہی اہل حرم کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ حجرہ صدیقہ میں کیا ہوا۔ کربلا کے فریادی اپنے نانا جان کی تربت سے کس طرح واپس ہوئے پروردہ ناز کا سر مبارک مرقد انور سے باہر تھا رحمت کی جلوہ گاہ خاص ہیں جنب جنت کے پھول ہی ٹھہرے تو نرگس کے چشم محرم سے اہل چمن کا کیا پردہ تھا برزخ کی دیوار تو غیروں میں حائل ہوتی ہے انہیں کے پروروں سے کیا حجاب حضرت زینب حضرت شہربانو حضرت ام رباب حضرت عابد بیمار اور ام کلثوم و سیکنہ سب کے سب محرم اسرار ہی تھے اندرون خانہ کیا واقعہ پیش آیا کون جانے اشکبار آنکھوں پر رحمت کی آستین کی طرح رکھی گئی کربلا کے پس منظر میں مشیت الہی کا سر بستہ راز کن لفظوں میں سمجھایا گیا پس دیوار رہنے والوں کو علم غیب کی ان سرگذشتہ حال کیا معلوم؟ مرقد رسول سے سیدہ کی خواب گاہ بھی دو ہی قدم کے فاصلے پر تھی کون جانتا ہے کہ لاڈلے کے سینے سے لگانے اور اپنے یتیموں کے آنسو آنچل میں جذب کرنے کے لئے مامتا کے اضطراب میں وہ بھی کسی مخفی گذرگاہ سے اپنے نانا جان کے دہلیز پاک تک آگئی ہوں۔

تاریخ صرف اتنا بتاتی ہے کہ حضرت زینب نے بلک بلک کر کربلا کی داستان لرزہ خیز سنائی شہربانو نے کہا کہ خاندان رسالت کی بیوہ اپنا سہاگ لٹا کر دولت کدہ پر حاضر ہے عابد بیمار نے عرض کیا یتیمی کا داغ لئے حسین کی آخری نشانی ایک بیمار نیم جاں شفقت و کرم اور صبر و ضبط کی بھیک مانگتا ہے۔ آہ و فغاں کا یہ ابلتا ہوا سا گر تھم جانے کے بعد شہزادہ کونین امام عالی مقام کا سر مبارک اور مشفقہ سیدہ فاطمہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا دریا کا کچھڑا ہوا قطرہ پھر دریا میں جا ملا پھر اٹھتی ہوئی موجوں نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا اور مرج البحرین

يلتقيان بينهما برزخ لا يبغيان كما مقصد پورا ہو گیا۔

نیا کردند خوش رسی بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

## شہادت امام حسین پر جنات کی نوحہ خوانی

یوں تو ہر مومن میت پر زمین و آسمان دن اور راتیں روتے ہیں اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا۔ فما بکت علیہم السماء و الارض و ما کانو منظرین۔ (دخان آیت)

یہ آیت قوم فرعون کے غرق ہونے پر نازل ہوئی فرمایا گیا ان فرعونوں کے غرق ہونے پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین علمائے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یوں لکھا ہے کہ ہر مومن کے مرنے پر چالیس دن اور راتیں آسمان اور زمین روتے ہیں۔ جب عام مومنین امت کے لئے یہ حکم ہے تو پھر شہدائے کربلا کے لئے زمین و آسمان کیوں نہ روئیں یہی نہیں بلکہ کوئی ذی روح ایسا نہیں تھا جس نے امام حسین کی شہادت پر آنسو نہ بہائے ہوں اور آہ وزاری نہ کی ہو چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ عبدالرحمن بن مہدی بن اسلم سے وہ عمار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ سے سنا کہ امام حسین کی شہادت پر جنوں نے نوحہ خوانی کی اور وہ رورہے تھے اور یہ مرثیہ پڑھ رہے تھے۔

مسح النبی جبینہ۔ فله بریق فی الخدود ترجمہ:- اس جبین کو نبی نے چوما تھا۔

ابواہ من علیا قریش۔ جدہ خیر الجدود

اسکے ماں باپ بہترین قریش۔ اسکے نانا جان جہان سے بہتر ہیں۔

ایہا القاتلون جہلاً حسیناً۔ ابشر بالعذاب و الشکیل

کل اہل السماء ویدعو علیکم۔ ونبی و مرسل و قبیل

قد لعنم علی لسان دائود۔ موسیٰ و صباح الانجیل

دوسری روایت ابو خباب کلبی وغیرہ سے ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کربلا میں موجود تھے تو جنات کی یہ نوحہ خوانی سنی تھی۔

خرجوبه وهذا اليه. فيهم في شرا لوجود

قتلوا ابن بنت فيهم. مكتوبه ذات الخلود

جسکی پیشانی پر رسول اللہ نے دست مبارک پھیرا اور ان کے رخساروں پر بہت چمک تھی ان کے والدین قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھے اور ان کے جد تمام اجداد سے بہتر تھے۔

(تاریخ الخلقاص ۸-۳ خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۲۰۹ البدایہ والنہایہ ۸ ص ۳۰۰)

تاریخ خلفا اور ماثبت بالسنتہ میں ہے کہ امام عالی مقام کی شہادت کے بعد دنیا میں سات دن ادھیرا رہا سورج کو گرہن لگ گیا دھوپ دیوار پر پڑتی تھی تو انتہائی پھسکی اور زرد رنگ کی ہوتی کو فیوں کی فوج کے پاس زرد رنگ کی گھاس تھی وہ سب مٹی ہو گئی اور بیت المقدس کے جس پتھر کو اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون ہوتا ان زیاد کے مکان سے خون نکل رہا تھا آسمان کے کنارے سرخ ہو گئے تھے پھر یہ سرخی ہلکی ہوتی گئی سورج گہنا گیا تھا سات روز تک تارے ٹوٹے رہے ایک شقی نے کربلا میں عالی مقام کی شان میں گستاخی کی تھی ایک تارہ ٹوٹ کر آیا اس کو اندھا کر گیا عراقی فوج کے آدمی اونٹوں کو ذبح کر کے پکاتے تو وہ گوشت آگ کے انگارے بن جاتا پھر ہمت کر کے کھاتے تو کڑوا ہوتا۔

راوی کا بیان ہے کہ شہادت حسین کے بعد ہم صبح کو اٹھتے تو تمام برتن خون سے بھرے ہوتے ابو سعید کہتے ہیں دنیا میں کہیں سے پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا آسمان سے بھی خون برسا اور جس کپڑے پر خون پڑا کپڑا پھٹنے تک سرخ رہتا خراسان، شام، اور کوفہ کے ہر گھر میں خون ہی خون تھا کوفہ میں ایک شخص نے کہا غلط ہے میں بھی اس جنگ میں موجود تھا مجھے کچھ نہیں ہوا کچھلی رات وہ چراغ کی بتی درست کرنے لگا تو آگ نے اس کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور آگ آگ کرتا ہوا جہنم میں پہنچ گیا جسم لکڑی کے کونے کی طرح سیاہ ہو گیا۔

امام مظلوم کے قاتل ایسی شدید قسم کی پیاس میں مبتلا ہوئے کہ مشکوں کی مشکیں پانی پی جانے کے بعد ان کی پیاس نہ بجھتی چند لوگ ذکر کر رہے تھے کہ امام عالی مقام کے مقابلہ میں جس جس نے بھی حصہ لیا وہ بری طرح مبتلائے مصیبت رہا۔

واقعی کہتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ خواب میں آئے تو آپ نے آستین چڑھائی ہوئی تھیں اور ہاتھ میں تلوار تھی امام حسین کے قاتلوں میں سے دس آدمی ذبح کئے ہوئے آپ کے سامنے پڑے ہوئے تھے آپ نے مجھے غضبناک ہو کر فرمایا کہ تو نے میرے بیٹے کے قاتلوں کی تعداد کیوں بڑھائی اور خون کی ایک سلائی میری آنکھوں میں بھر دی جب میں بیدار ہوا تو اندھا ہو چکا تھا۔ سعید ابن جوزی فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کوفہ سے شام جاتے ہوئے امام عالی مقام کا سر مبارک کپڑے میں باندھ کر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس کا منہ انتہائی بد صورت اور کالا ہو گیا تھا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو بڑا خوبصورت جوان تھا تجھے کیا ہو گیا تو اس نے کہا کہ میں نے عالی مقام کے سر کو جس دن سے لٹکایا ہے اس دن سے مصیبت میں مبتلا ہوں دو شخص رات کو آتے ہیں اور مجھ کو اٹھا کر جھڑکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں پھر اس میں دھکا دیتے ہیں میرا سر جھکتا ہے اور آگ میرے چہرے کو جھلسا دیتی ہے پھر وہ اسی بری حالت میں اس عذاب سے مرا۔

امام الانبیاء ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مجھے جبریل نے بتایا کہ حضرت تکلی کے بدلہ میں ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور میرے نواسے کے بدلہ میں دو بار ستر ہزار قتل ہوں گے۔ اور پھر یہ فرمان ایسا ہی پورا ہو کر رہا۔ قاتلان حسین پر قہر الہی اور غضب خداوندی ٹوٹ پڑا تھا اور وہ خوفناک حالت میں مر رہے تھے۔

## یزیدی حکومت کی تباہ کاریاں

آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں کہ امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی یزیدی کی خلافت اور بیعت کے لئے کوشش کر دی تھی یزید کو پاس بٹھا کر کہا کہ میں نے تیرے لئے ملک

## مدینہ منورہ پر حملہ

بد بخت یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ میں وہ طوفان بد تمیزی برپا کیا کہ تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہے اس لشکر نے ساکنان مدینہ پاک اور ہمسایگان رسول خدا پر مظالم کی انتہا کر دی قتل و غارت، لوٹ مار، اور آبروریزی کا وہ بازار گرم ہوا کہ الامان والحفیظ۔ اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بالجبر بیعت لی جاتی کہ اس بات پر یزید کی بیعت کرو چاہے وہ تمہیں پیچ دے غلام بنائے یا آزاد کر دے جو کہتا کہ میں خدا اور رسول کے حکم پر اور کتاب و سنت پر اطاعت کرتا ہوں تو اس کو شہید کر دیا جاتا بہت لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے ان میں سے سترہ سو مہاجرین و انصار صحابہ، سات سو حفاظ کرام، تابعین اور مستورات سمیت دیگر اشخاص کو شامل کر کے دس ہزار افراد کو شہید کر دیا گیا اور ان کے گھروں کو لوٹ لیا گیا اور ظالموں نے تین دن کے لئے مدینہ منورہ کو مباح قرار دے کر جس بربریت اور درندگی کا مظاہرہ کیا ان کا تفصیلاً ذکر کرنا سخت ناگفتہ ہے اور ناگوار ہے مدینہ پاک کے مقدس عورتوں کی بے حرمتی کی گئی ایک ہزار عورتوں کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا تاریخوں میں آتا ہے کہ ایک ہزار عورتوں نے ناجائز بچے جنے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۴۲۹) ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

انہوں نے مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے امام الانبیاء ﷺ کے منبر شریف کو غلاظت سے آلودہ کیا جنت کی کیاریوں میں ان کے گھوڑے لید اور پیشاب کرتے رہے اور وہ وحشت اور بربریت کی انتہا کرتے ہوئے مدینہ الرسول کی بہو بیٹوں کی عصمت لوٹ رہے تھے حجرہ رسول کے باہر ستر ہزار ملائکہ ایک طرف درود و سلام کے تحفے بھیج رہے تھے اور دوسری طرف یزید کے بد معاش رزالت اور ذلالت کی انتہا کر رہے تھے یہ تھا یزید کا کارنامہ۔ شہادت حسین کے بعد۔

صحابی رسول حضرت ابو سعید خدریؓ کی ڈاڑھی مبارک سفید تھی اور وہ نابینا ہو گئے

مسلم کے مرنے کا پتہ چلا تو وہ چند آدمیوں کے ہمراہ اس جگہ پر آئی جہاں مسلم کی قبر تھی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر جلانے اور اپنی قسم پوری کرے جب قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ ایک اژدھا مسلم بن عقبہ کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اسکی ناک کی ہڈی پکڑ کر چوس رہا ہے یہ دیکھ کر سارے ڈر گئے اور اس عورت سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اسکے اعمال کی سزا دے رہا ہے اور اس نے عذاب کا فرشتہ مقرر رکھا ہے لہذا تو اس کو رہنے دے اور اسے جلانے کا خیال چھوڑ دے اس عورت نے جواب دیا۔ نہیں! خدا کی قسم میں اپنا عہد اور قسم پورا کروں گی اور اسے جلا کر اپنے دل کو ٹھنڈا کروں گی مجبور ہو کر لوگوں نے مسلم کو پاؤں کی طرف سے کھولنا چاہا اور ادھر سے جب مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ پاؤں کی طرف سے بھی اسی طرح ایک اژدھا لپٹا ہوا ہے سب نے عورت کو کہا کہ اب اسکو جلانے کا خیال دل سے نکال دے اسکے لئے یہی عذاب کافی ہے مگر عورت نہ مانی، اس نے وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ الہی تو خوب جانتا ہے کہ اس ظالم پر میرا غصہ تیری رضا کے لئے ہے مجھے قدرت دے کہ میں اپنی قسم پوری کروں اور اس کو جلاؤں اس نے دعا کرنے کے بعد ایک لکڑی سانپ پر ماری وہ گردن سے اتر کر چلا گیا پھر دوسرے سانپ کو ماری وہ بھی چلا گیا انہوں نے مسلم کی لاش کو قبر سے نکال کر جلا دیا گویا اللہ تعالیٰ اسکی پہلی سزا کو کافی سمجھتا تھا لہذا اس نے اس خاتون کے ذریعے اسکو آگ میں جلانے کی سزا دی۔ مسلم بن عقبہ نے قتل و غارت اور ہتک حرمت مدینہ میں اس قدر بدبختی اور زیادتی کا مظاہرہ کیا کہ اسکے بعد اس کا نام سرف رکھا گیا اور مدینہ منورہ جس کے باسیوں کے بارے میں آقائے دو جہاں کا ارشاد گرامی ہے۔ من اراد اهل المدینتہ بسوعہ اذاب اللہ کما بذوب المسلح فی الماء۔ یعنی جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ لا یرید اهل المدینتہ رومن خاف اهل المدینتہ ظلماً خاف اللہ وعلیہ اللعنتہ والملائکتہ المقربین والناس اجمعین لا یقبل اللہ یوم القیامتہ حرفاً ولا عدلاً۔ یعنی جو اہل



مدینہ کو بلا وجہ خوفزدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے مبتلائے خوف کرے گا اور اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں اور انسانوں کی قیامت تک۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ (جذب الغلوب صفحہ ۳۸)

## مکتہ المکرّمہ پر حملہ

یزید نے تخت نشین ہوتے ہی گورنر مدینہ ولید بن عقبہ کے ذریعے حضرت امام حسین حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عبداللہ بن عمر سے بیعت طلب کی جب حضرت امام حسین کو مدینہ کے گورنر نے بلایا تو آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور یزید کی بیعت سے انکار کر کے واپس تشریف لے آئے تھے مدینہ کے گورنر نے عبداللہ بن زبیر کو بھی بلایا مگر وہ اس کے پاس نہیں گئے اور وہ اسی رات مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں آ گئے تھے ہجرت کے بعد تک مکہ مکرمہ کی پناہ میں سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے جب اہل حجاز یزید کی حرکات بد سے سخت متنفر ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے اہل مکہ کو جمع ہونے کی دعوت دی اور ان کے سامنے ایک موثر تقریر فرمائی خلاصہ اس کا یہ ہے۔ اہل عراق خصوصاً اہل کوفہ سوائے چند ایک کے ایسے غدار اور بد کردار ہیں کہ انہوں نے فرزند رسول ﷺ کو بلایا کہ ان کی نصرت و امداد کی جائے گی اور ہم فرمانبردار رہیں گے مگر ان غداروں نے ایسا نہ کیا اور وہ یزیدی حکومت کے ساتھ مل گئے اور کہنے لگے خود کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ آپ کو ابن زیاد کے حوالے کیا جائے یا پھر ہمارے ساتھ جنگ کریں حضرت امام حسین نے ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دی اور دشمن کے انبوه کثیر کے سامنے گردن نہ جھکائی اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتلوں کو ذلیل و خوار کرے ان لوگوں نے حضرت امام حسین کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بعد ہم ان لوگوں سے کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں اور ان کی اطاعت کس طرح کر سکتے ہیں وہ اس چیز کے اہل نہیں ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے خدا کی قسم بلاشبہ ان لوگوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار تھا وہ ان لوگوں سے امور سلطنت سپرد کئے جانے کا زیادہ

حقدار تھا اور اپنے دین اور فضیلت میں ان سے بہت بہتر تھا۔ خدا کی قسم وہ قرآن کے بدلے میں گمراہی پھیلانے والا نہ تھا اللہ کے خوف سے اس کی گریہ وزاری کی کوئی انتہا نہ تھی یہ باتیں حضرت عبداللہ بن زبیر نے یزید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہیں اسکے بعد ابن زبیر نے کہا عنقریب یزیدی لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ (منظہری ۶ ص ۳۵)

حضرت عبداللہ بن زبیر کی اس تقریر کے بعد لوگوں نے آپ سے اپنی بیعت کے متعلق درخواست کی کہ آپ اپنی بیعت کے متعلق اعلان کریں چنانچہ آپ نے اپنی بیعت کے متعلق اعلان کر دیا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سب لوگوں نے سوائے ابن عباس اور محمد بن حنفیہ کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی لوگوں نے یزید کے تمام عاملوں کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے نکال دیا اور حجاز مقدس سے یزیدی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ یزید کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے بھیجا۔ اس لشکر نے مدینہ منورہ کے لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی تفصیلات کا ذکر ہو چکا ہے مدینہ منورہ کے بعد اس لشکر نے حصن بن عمیر کی قیادت میں مکہ مکرمہ پر حملہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر مکہ مکرمہ میں محصور ہو گئے یزیدی لشکر نے جو چند روز تک مسلسل مکہ مکرمہ کا محاصرہ کئے رکھا لوگوں کو قتل کرتے رہے منجنيقوں سے اس قدر سنگ باری کی گئی کہ مکہ مکرمہ کے صحن کو پتھروں سے بھر دیا مکہ مکرمہ پر سنگ باری کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے ذرہ ام فروہ (منجنيق کا نام) کو دیکھو وہ صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں کو کیسے نشانہ بناتی ہے۔ یہ منجنيق موئے کفدار اونٹ کی مثل ہے جس کے ساتھ اس مسجد (حرام) کی دیواروں پر سنگ باری کی جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

منجنيق کے پتھروں کے شراروں سے کعبہ شریف کا پردہ جل گیا کعبہ کی چھت اور اس دنبہ کا سینگ جو فد یہ حضرت اسماعیل کے لئے جنت سے بھیجا گیا تھا وہ کعبہ کی چھت کے ساتھ

آویزاں تھا سب کچھ جل گیا اسی آتشزدگی کے باعث اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں یہ واقعہ حرہ ماہ صفر ۶۴ھ کو پیش آیا کعبہ شریف کی دیواریں بھی جل گئیں مسجد حرام کے ستون ٹوٹ گئے مکہ مکرمہ کئی روز تک بے لباس رہا جنگ ابھی جاری تھی کہ ملک الموت نے یزید کو دبوچ لیا اور وہ واصل جہنم ہوا۔

جو نہی یزید کی ہلاکت کی خبر آئی حضرت زبیر نے پکار کر کہا اے ظالمو تمہارا طاغوت مر گیا یزید کی موت سے اہل شام کے حوصلے پست ہو گئے جبکہ عبداللہ بن زبیر اور ان کے حامیوں کے حوصلے بلند ہو گئے چنانچہ عبداللہ بن زبیر نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یزیدی لشکر پر بھرپور حملہ کیا یزید کی موت سے لشکریوں کے حوصلے ٹوٹ چکے تھے اس حملے کی تاب نہ لا سکے چنانچہ یزیدی لشکر پسپا ہو کر واپس شام چلا گیا اہل مکہ کو یزیدیوں کی درندگی اور بربریت سے نجات مل گئی۔

تو مشومغرور و برحلم خدا      ویرگرد سخت مرترا



## رنگ لاتا ہے شہیدوں کا لہو خدا کی لاٹھی مختار ثقفی کی شکل میں

لہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ولا تحسبن اللہ غافلاً عما يعمل الظالمون۔ ظالم یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ظلم سے غافل ہے وہ دیکھتا ہے اور مہلت دیتا ہے اور پھر جب پکڑتا ہے تو پھر ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا یزید کی حکومت تین سال اور آٹھ ماہ رہی ان تین سالوں میں اس نے جو کچھ کیا ہم پچھلے صفحات میں لکھ آئے ہیں اب ان کا انجام بھی دیکھیں کہ خدا کی بے آواز لاٹھی کس طرح حرکت میں آتی ہے اور خون حسین کا انتقام کس طرح لیا جاتا ہے اور امام حسین کی شہادت کا مقام کیا ہے اب لگے ہاتھوں امام عالی مقام کے مقابلے میں آنے والے مشہور لوگوں کا انجام ملاحظہ فرمائیں۔

مندرجہ ذیل واقعات کا پس منظر یہ ہے کہ امام عالی مقام کو خط لکھ کر منگوانے والوں میں ایک شخص مختار ثقفی تھا اس نے خون حسین کا انتقام لینے کے لئے محمد بن حنفیہ کا سہارا لیا جو حضرت امام حسین کے بھائی تھے اس نے اعلان کیا کہ ہم خون حسین کا انتقام لیں گے لوگوں کو ایک تحریر دکھائی جو محمد بن حنفیہ برادر امام حسین کی تھی کہ ہم تجھے اس امر کی اجازت دیتے ہیں کہ

امام حسین کا انتقام لیا جائے محمد بن حنفیہ کو جب اس تحریر کی اطلاع ملی۔ تو انہوں نے فرمایا۔  
اگرچہ ہم نے ایسی تحریر کوئی نہیں بھیجی تاہم اسے اجازت دیتے ہیں کہ وہ امام حسین کا انتقام  
لے۔

اگر کوئی نواسہ رسول کا انتقام لیتا ہے تو اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ ایسے ظالم لوگوں کو کیفر  
کردار تک پہنچائے مختصر یہ مختار ثقفی کی تحریک چلتی رہی اور زور پکڑتی گئی کوفہ کے لوگ اپنی غلطی  
پر پچھتا رہے تھے اور تلافی کے طور پر اس تحریک کو مضبوط کرتے گئے بالآخر ابن زیاد کی حکومت کا  
تخت الٹ دیا گیا اور قاتلوں نے ہی قاتلوں سے انتقام لینا شروع کیا اور خدا کے حکم کی عملی تفسیر  
بن کر سامنے آگئی جو قوم موسیٰ کو پچھڑا پوجنے کی سزا ہوئی تھی۔

## یزید بن معاویہ کا انجام

یزید کے بھرے دربار میں اہل بیت کے ایک مظلوم نے یزید کو مخاطب کر کے کہا تھا  
اے یزید! سن لے حسین کے خون سے جس سلطنت کی بنیاد تو نے رکھی ہے تیری اولاد بھی اس  
پر نہیں تھو کے گی اس جرات مندانہ خطاب پر سارا دربار سناٹے میں آ گیا اور سامعین کے دلوں  
پر یہ بات اتر گئی تھی کہ مظلوم کی یہ آہ کبھی خالی نہیں جائے گی۔

واقعہ کربلا کے کچھ دنوں بعد یزید ایک ہلاکت آفرین اور انتہائی موذی مرض میں  
بتلا ہوا پیٹ کے درد اور آنتوں کے زخم کی ٹیسیں بے آب ماہی کی طرح تڑپتا رہتا تھا حمص میں  
جب اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا تو اپنے بڑے لڑکے معاویہ کو بستر مرگ پر بلایا اور امور  
سلطنت کے بارے میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بے ساختہ بیٹے کے منہ سے چیخ نکلی اور نہایت  
ذلت اور حقارت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے باپ کی پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ جس تاج و تخت پر آل  
رسول کے خون کے دھبے ہوں میں اسے ہرگز قبول نہیں کروں گا خدا اس منحوس سلطنت کی  
وراثت سے مجھے محروم رکھے جسکی بنیادیں آل رسول کے خون سے رکھی گئی ہیں۔

یزید اپنے بیٹے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر تڑپ گیا اور شدت رنج و الم سے بستر پر

پاؤں پٹخنے لگا موت سے کچھ دن پہلے یزید کی آنتیں سڑ گئیں اور ان میں کیڑے پڑ گئے تکلیف کی شدت سے خنزیر کی طرح چیختا تھا پانی کا قطرہ حلق سے نیچے اترنے کے بعد نشتر کی طرح چیخنے لگتا عجیب قہر الہی کی مار تھی پانی کے بغیر تڑپتا تھا بالآخر اسی درد کی شدت سے تڑپ تڑپ کر اسکی جان نکل گئی۔

## ابن زیاد کا انجام

عبید اللہ بن زیاد وہ بد بخت اور بد نما انسان ہے جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا اسی بد بخت کے حکم سے حضرت مسلم بن عقیل ان کے بیٹوں اور امام حسین اور آپ کے اہل بیت و اصحاب کو تمام ایذائیں پہنچائی گئیں یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار کی فوج کے ساتھ اتر ا۔ مختار نے ابراہیم بن اشتر اسکے مقابلے کے لئے ایک فوج کثیر دے کر بھیجا موصل سے تقریباً پچیس کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا صبح سے شام تک خوب جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آ گئی ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھاگ نکلے ابراہیم نے حکم دیا جو فوج مخالف میں سے ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے چنانچہ بہت سے لوگ ہلاک کئے گئے اسی اثنا میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے دسویں تاریخ ۶۷ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ بھیج دیا مختار نے دار الحکومت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا ناپاک سراہی جگہ رکھوا دیا جس جگہ مغرور حکومت دنیا نے حضرت امام حسین کا سر مبارک رکھا تھا مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا کہ اے اہل کوفہ دیکھو حضرت امام حسینؑ کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا آج اس نامراد کا سراہی ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی جگہ ہے خداوند عالم نے اس مغرور فرعون کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا اسی کوفہ اسی دار الحکومت میں اس بے دین کے قتل و ہلاکت پر جشن منایا جا

رہا ہے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اسکے سرداروں کے سر مختار ثقفی کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا کہ اسکی ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سروں پر پھرا جب عبداللہ بن زیاد کے سر کے پاس آیا تو اسکے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اسکے منہ سے نکلا اسی طرح تین بار اسکے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔ (ترمذی شریف جلد ۲ ص ۷۹۴)

## عمر و بن سعد کا انجام

عمر و بن سعد وہی شقی ازلی ہے جسکی دسوں انگلیاں آل بیت کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں جس کی کمان میں کر بلا کا خون ریز معرکہ ہوا اور خاندان رسالت کے لعل و جواہر خاک و خون میں اسودہ ہوئے ملک رے کی حکومت کی لالچ میں اس ظالم نے بی بی بتول کا ہرا بھرا چمن تاراج کیا جب مختار کے حکم سے یزیدی کتوں کا قتل عام ہوا تو سعد کتوں کی طرح ادھر ادھر بھاگنے لگا لیکن مختار کے جانباز سپاہیوں نے اسکو پکڑ لیا جس وقت ابن سعد سامنے آیا تو مختار کی آنکھوں کی سے چنگاریاں نکلنے لگیں گرجتے ہوئے کہا او دشمن رسول بتا تجھے کیا سزا دوں جس سے دنیائے اسلام کے کلیجوں کی آگ ٹھنڈی ہو جائے جو تیرے ناپاک ہاتھوں نے کر بلا میں لگائی ہے ابن سعد نے جواب دیا میں بے گناہ ہوں واقعات کر بلا کی ساری ذمہ داری یزید اور ابن زیاد پر تھی میں نے صرف حکم کی تعمیل کی تھی مختار کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں اور کہا او ننگ اسلام! سچ بتا یزید اگر تیرے خون کی اولاد کے قتل کا حکم دیتا تو کیا تو اس کی تعمیل کر سکتا تھا یزید کے حکم کی تو نے تعمیل کی اور نبی کے حکم کا جنازہ نکال دیا۔

اسی درمیان خبر ملی کہ ابن سعد کا بیٹا حفص جو کر بلا میں امام عالی مقام کے خلاف اپنے باپ کی مدد کر رہا تھا وہ بھی گرفتار ہو کر لایا گیا مختار نے حکم دیا کہ اسے فوراً حاضر کیا جائے جب وہ سامنے آیا تو جلاد سے کہا ابن سعد کی آنکھوں کے سامنے اسکے بیٹے کا سرتن سے جدا کر

دیا جائے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر کی بڑپتی لاش دیکھ کر امام عالی مقام کے دل پر کیا گزری ہوگی جلاد نے جوں ہی آگے بڑھ کر ان پر تلوار چلائی ابن سعد چیخ پڑا اپنا وہ سر پیٹ ہی رہا تھا کہ اشارہ پاتے ہی جلاد نے ابن سعد کی گردن اڑادی اس طرح ظلم اور شقاوت کے ایک بہت بڑے عفریت کے ناپاک وجود سے دھرتی کا بوجھ ہلکا ہوا تاریخ طبری میں ہے کہ مختار کے سپاہیوں نے ابن سعد کو اس کے مکان میں قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے پیش کیا اس وقت اس کا بیٹا حمص وہاں ہی موجود تھا باپ کا سر دیکھ کر تڑپ اٹھا اسکے بعد مختار نے اس کا سر بھی قلم کر دینے کا حکم دیا اور دونوں کے سر حضرت محمد بن حنفیہ کے پاس مدینہ بھیج دیئے۔ (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۵۰۴)



### دیکھ عمر و بن سعد یہ بیداد تو نہیں

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی  
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی  
اے تشنگان خون جوانان اہل بیت  
کتوں کی طرح لاشے تمہارے جلائے گئے  
رسوائے حق ہو گئے برباد ہو گئے  
تم نے اجاڑا حضرت زہرا کا گلستان  
دنیا پرستو دین سے منہ موڑ کر تمہیں  
آخر دکھایا رنگ و شہیدوں کے خون نے  
پانی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا  
ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی  
کیسی سزا تجھے اے ناسزا ملی  
دیکھا کہ ان کو ظلم کی کیسی سزا ملی  
گھوڑے کو بھی ناگوار تم کم سزا ملی  
مردود تم کو ذلت پرور سزا ملی  
تم خود اجر گئے تم کو یہ بددعا ملی  
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی  
سرکٹ گئے پر تمہیں مال ملانا حکومت ملی  
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی  
(سید نعیم الدین مراد آبادی)



## شمر لعین کا انجام

یہ وہی سیاہ بخت انسان ہے جس نے جگر گوشہ رسول کی گردن پر تلوار چلائی تھی اور فاطمہ کے چاند کو خاک و خون میں ڈبو یا تھا ابن سعد کے قتل سے فارغ ہو کر اسے سامنے کھڑا کیا مارے خوف اور دہشت کے تھر تھر کانپنے لگا۔ مختار نے گرجتے ہوئے کہا ناہنجار تجھے ذرا بھی غیرت نہ آئی کہ تو نے اپنے ہاتھوں سے کعبہ کی دیوار گرائی۔ اونٹ اور بکری کی طرح فاطمہ کے لعل کو ذبح کیا۔ افسوس! حرم کا چراغ اور عرش کی قندیل تو نے پھونکوں سے بجا دی اے شقی القلب! تین دن کے بھوکے پیاسے نازنیوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے تجھے ذرا بھی ترس نہ آیا تیرا زندہ جسم پھونک کر اسکی راکھ ہواؤں میں اڑادی جائے تو بھی حسین کا بدلہ نہیں ہو سکے گا سنگدل قاتل! ذرہ ذرہ حسین کا نعرہ بلند کر رہا ہے تیرے ہاتھوں نے بحر میں آگ لگا دی ہے اب اسے کون بجھا سکتا ہے عالم غضب نے ہوں ہی مختار نے تلوار اٹھائی شمر نے گڑ گڑاتے ہوئے کہا پیاس سے تڑپ رہا ہوں ایک گھونٹ پانی پلا دے۔ مختار نے کہا ذرا وہ وقت یاد کرو جب تیری فوج نے فرات کی نہروں پر ۲۲ ہزار تلواروں کا پہرہ بٹھا دیا تھا اور اہل بیت کے معصوم بچے اور پردہ نشین سیدانیاں تین شبانہ روز پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی تھیں اس لئے تجھے پانی نہیں مل سکتا جہنم کا ماء جمیم تیرے انتظار میں ہے شمر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مختار نے اشارہ کیا اور جلاد نے آگے بڑھ کر سرتن سے جدا کر دیا۔

تاریخ طبری میں ہے کہ مختار کے سپاہیوں نے شمر لعین پر حملہ کیا اور اسکے سر کو کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا اور لاش کو کتوں کے آگے پھینک دیا۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ شمر کی لاش کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالا گیا۔ (طبری جلد ۵ ص ۳۹۶ صواعق محرقہ ص ۱۶۵۸ الحسین عربی ص ۱۶۵)

## خولی بن یزید کا انجام

یہ وہی ظالم اور بے رحم انسان ہے جس نے امام حسین کے کلیجے میں برچھاما راتھا اور سر کو نیزے پر چڑھا کر خوشی میں ناچتا تھا مختار کے سامنے جب لایا گیا تو بید کی طرح کانپ رہا تھا اسے دیکھتے ہی مختار کی غضب کی آگ بھڑک اٹھی جلاد کو حکم دیا کہ اسکے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالو جب اسکے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے اور پھر دونوں پاؤں کاٹنے کا حکم دیا تکلیف کی شدت سے وہ زمین پر اچھلنے لگا مختار نے کہا ضبط سے کام لو تیرے قتل کے بعد تیری لگائی ہوئی آگ مسلمانوں کے سینوں میں بھڑکتی رہے گی تیرے اعمال کی سزا کافی نہیں ہے تو جس درد ناک عذاب کا مستحق ہے اس کا سلسلہ تیری آخری ہچکیوں کے بعد شروع ہوگا تاریخ طبری میں ہے کہ مختار نے خولی کے گھر والوں کے سامنے اسے قتل کیا اور پھر اس کو جلاد دیا اور اس وقت تک اس کی لاش کے پاس کھڑا رہا جب تک اسکی لاش جل کر راکھ نہیں ہو گئی۔ (طبری جلد ۵ ص ۵۰۲)

## حکیم بن طفیل الکائی کا انجام

حکیم طفیل الکائی وہ بدنصیب انسان ہے جس نے کربلا میں حضرت عباس علمدار کو شہید کر کے ان کے لباس اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا تھا اور آپ کے مشکینزے پر تیروں کی بارش کر کے ان میں چھید کر دیا تھا جس سے تمام پانی گر گیا تھا جب مختار کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کے چہرے پر تیروں کی بارش کر دو چنانچہ جب تیر لگنے لگے تو حکیم بن طفیل اس کی تکلیف سے چیخنے لگا مختار نے کہا بس یہی تکلیف اور یہی صدمہ امام حسینؑ حضرت عباس پر تیروں کی بارش کی تو اس وقت تجھے خیال نہ آیا تھا آخر تیروں ہی کی بوچھاڑ میں وہ مر گیا۔ (شہادت حسین ص ۷۲)

## حرملا کا انجام

حرملا بن کامل یہ وہ نابکار ہے جس نے شیر خوار حضرت علی اصغرؑ پھول جیسے نرم و نازک حلقوم پر تیر چلایا تھا اور باغ رسالت کا وہ ننھا پودا دم کے دم میں مرجھا گیا تھا جب وہ بد بخت مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار کر بلا کا وہ منظر یاد کر کے تلملا اٹھا اور جلا دیکھ کر دیا کہ حرملا کے گلے پر تیروں کی بارش کی جائے اور نزع کے وقت آخری تیر گلے کے آر پار ہو جائے اسی طرح تڑپ تڑپ کر بہت دیر میں وہ واصل جہنم ہوا۔

## مالک بن بشیر کا انجام

یہ بھی امام عالی مقام پر تیر برسانے والوں میں پیش تھا اسکے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کا دھڑ باہر پھینک دیا اور وہ اسی طرح واصل جہنم ہوا۔

## سنان بن انس

اس شقی القلب نے امام عالی مقام کے سینے کے آر پار نیزہ کا وار کیا تھا اور آپ کے سر کو بھی کاٹا تھا آگے آگے بھاگتا تھا اور پناہیں ڈھونڈتا تھا مختار کی فوج اسکے پیچھے پڑی ہوئی تھی پہلے بصرہ گیا وہاں سے قادیسیہ اور پھر قادیسیہ کے درمیان گرفتار ہو گیا اسکی پہلے آنکھیں نکالی گئیں انگلیاں کاٹی گئیں پھر ہاتھ کاٹے گئے پھر پاؤں کاٹے گئے اور پھر اسکا کان چیرے گئے اور روغن زیتون کی ریگ آگ پر چڑھا کر اس میں زندہ ڈال دیا گیا۔

## مسلم بن عقبہ

ابن عسا کرنے محمد بن سعید سے روایت کی ہے اس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے یہ واقعہ کتاب طی الفرائخ الی منازل البرازخ مولانا ذوالفقار علی بھوپالی میں تحریر کیا ہے۔

## عذاب ابن ملجم

عصمہ آبادانی سے مروی ہے کہ میں جنگل میں گشت کر رہا تھا کہ میں نے ایک دیر دیکھا یعنی ایک صومعہ عبادت خانہ تھا اس میں ایک راہب تھا میں نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے بیان کر عجیب سے عجیب بات جو تو نے اس جگہ دیکھی ہے اس نے کہا۔ ہاں! کہ ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ایک پرندہ سفید دیکھا یعنی شتر مرغ کی طرح کا وہ اس پتھر پر گر پڑا اس نے ایک سر کو قے کیا پھر ایک پاؤں کو اور ایک پنڈلی کو اور ناگاہ وہ جبکہ کسی کو ان اعضا سے قے کرتا تو وہ بجلی سے بھی زیادہ تر بعض جان کے ساتھ جڑ جاتے۔ یہاں تک ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا وہ درست ہو گیا اور جب اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو اس پرندے نے چونچ ماری پھر اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے پھر اس کو نگلنے لگا پھر اسی طرح کئی دن کرتا رہا پھر میرا تعجب بڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا یقین ہو گیا میں نے اسکی طرف رجوع کیا اور کہا۔ اے طائر! میں تجھ سے اللہ کے نام سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے پیدا کیا ہے تو کچھ وقت مہلت دے تا کہ میں اس سے پوچھوں اور وہ اس قصے کی خبر دے اس طائر نے عربی میں جواب دیا کہ میں ایک فرشتہ ہوں اللہ کے فرشتوں میں سے ایک اسکے جسم پر مجھے مقرر کیا ہے جس وقت سے اس نے جرم کیا ہے پھر میں اس شخص کی طرف متوجہ ہوا میں نے کہا کہ اے آدم اپنی جان کی برائی کرنے والے تیرا کیا قصور ہے اور تو کون ہے اس نے کہا میں عبدالرحمن ابن ملجم ہوں اور قاتل علی المرتضیٰ کا ہوں میں نے جب ان کو قتل کیا اور میری روح اللہ کے سامنے گئی تو اس نے مجھے ایک صحیفہ دیا اس میں لکھا ہوا تھا کہ جو کچھ میں نے عمل خیر و شر سے کیا اس وقت سے جب میری جان سے مجھے جنا اس وقت تک جب میں نے حضرت علی کو قتل کیا سو اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو میرے عذاب کا حکم دیا ہے قیامت تک جو کچھ وہ کرتا ہے دیکھ لیا ہے پھر وہ خاموش ہو گیا پھر اس طائر نے ایک چونچ ماری جس سے اسکے اعضا کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے پھر وہ ایک ایک عضو کو نگلنے لگا پھر وہ چلا گیا۔

یہ واقعات تھے قاتلان حسین اور شہیدان کربلا کے خونخوار درندے جن کا ذکر آپ نے پڑھ لیا اب لگے ہاتھوں عاشقان اہل بیت اور مہمان اہل بیت کا واقعہ بھی پڑھیے۔

## اہل بیت کا احترام اور اس کا انعام

جنید پہلوان

جنید پہلوان خلیفہ بغداد کا درباری پہلوان اور مملکت کا مشہور پہلوان تھا وقت کے بڑے بڑے پہلوان اسکی طاقت اور فن کا لوہا مانتے تھے ڈیل ڈول اور قد و قامت کے لحاظ سے بھی دیکھنے والوں کے لئے بھی ایک تماشہ تھا شخصیت ورعب اور دب بے کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے پہلوانوں کو نظر ملانے کی تاب نہ تھی ساری مملکت میں جنید کا کوئی حریف مقابل نہ تھا اب جنید صرف شاہانہ سلطنت کا نشان رہ گیا تھا وہ بن سنور کرد دربار میں کلفی لگائے خلیفہ کے دائیں جانب بیٹھا کرتا تھا۔

دربار لگا ہوا تھا لیکن سلطنت اپنی اپنی کرسیوں پر فروکش تھے جنید بھی اپنے مخصوص لباس میں زینت دربار تھے ایک چوہدار نے آ کر اطلاع دی کہ صحن کے دروازے پر ایک لاغر و نیم جاں شخص کھڑا ہے صورت و شکل کی پراگندگی اور لباس و پیرہن کی شکستگی سے وہ ایک فقیر معلوم ہوتا تھا ضعیف و نقاہت سے اسکے قدم ڈگمگارے تھے زمین پر کھڑا رہنا مشکل نظر آ رہا تھا لیکن اس کی آواز کے تیور اور پیشانی کی شکن سے فاتحانہ شان ٹپکتی تھی وہ آج صبح سے برابر اصرار کر رہا تھا کہ میرا چیلنج جنید تک پہنچا دو کہ میں اس سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں قلعہ کے پاسبان پر چندا سے سمجھاتے ہیں کہ چھوٹا منہ بڑی بات نہ کرو لیکن وہ بضد ہے کہ اس کا پیغام شاہی دربار تک پہنچایا جائے۔

تھوڑی دیر بعد چوہدار سے اپنے ہمراہ لئے حاضر ہوا اسکے قدم ڈگمگارے تھے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں بڑی مشکل سے وہ دربار میں کھڑا ہوا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

وزیر نے دریافت کیا جنید سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں اجنبی نے جواب دیا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جنید کا نام سن کر لوگ کانپ اٹھتے ہیں تمہاری یہ ہمت کیسے ہوئی جنید کی شہرت ہی مجھے یہاں کھینچ لائی ہے میں اس اعتقاد موہوم کی تردید کرتا ہوں کہ ریاست میں جنید کا کوئی مد مقابل نہیں قد و قامت کا شکوہ اور بازوؤں کی قوت ہی فتح و شکست کا معیار نہیں فن کی ذہانت ہی ایک مقام رکھتی ہے یقین جانے میرا دماغی توازن بالکل درست ہے میری نظر کے سامنے غیر ضروری بحث کی ضرورت نہیں وقت ضائع کرنے کے بجائے مجھے اثبات یا نفی میں جواب دیا جائے۔

اجنبی شخص کی گفتار پر ساز پر ساز اور بار دم بخود ہو گیا آپس میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں جنید بھی اس اجنبی شخص کو حیرت سے دیکھ رہے تھے سخت حیران تھے کہ کس چیز نے اسے جری بنا دیا ہے مسئلہ بہت پیچیدہ بن گیا تھا اس لئے خلیفۃ المسلمین کے اشارے پر وزیر نے اہل دربار سے رائے طلب کی سارا نشیب و فراز سمجھانے کے بعد اگر یہ بصد ہے تو اس کا چیلنج منظور کر لیا جائے انجام کا یہ خود ہی ذمہ دار ہوگا مقابلے میں شکست کھا گیا تو یہ توقع کے عین مطابق ہوگی اور اگر فتح یاب ہو گیا تو ایک پر اسرار شخصیت کے جوہر کمال سے پہلی بار دنیا کو روشناس کرانے کا فخر ہمیں حاصل ہوگا۔

اہل دربار نے نہایت آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا آخر طے ہوا کہ اس کا چیلنج قبول کر لیا جائے خلیفہ وقت نے اجازت دے دی پھر ساری مملکت میں اس دن گل کا اعلان کر دیا گیا اور اجنبی رخصت ہو گیا۔

ایک لمحے کے لئے سارے مجمع پر سکتے کی کیفیت طاری رہی نحیف و ناتوان چیلنج دے گیا بہر حال تاریخ دن اور وقت گذرتا گیا جنید کو اپنی کیفیت کی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس بار اس کا مقابلہ اتنا پر اسرار ہے کہ پہلے ہی جنید پر ایک نامعلوم ہیبت طاری ہو گئی اب مقابلے کی تاریخ قریب آ رہی تھی بغداد کے بڑے وسیع میدان میں لاکھوں تماشاہیوں کا ہجوم ہے جو بے قابو ہوا جا رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد نقیبوں کی آواز گونجنے لگی بادشاہ کی سواری آ رہی تھی اب اس شخص کا انتظار تھا جس نے چیلنج کر کے سارے علاقے میں تہلکہ مچا دیا تھا منٹ منٹ پر جنید کے

حامیوں کا جوش مسرت بڑھتا جا رہا تھا حضرت جنید گہری سوچ میں کھو گئے لاشعوری طور پر پیش آنے والے کسی حیرت انگیز واقعہ کا انتظار کر رہے تھے کہ اتنے میں وہ اجنبی شخص آ پہنچا اور اکھاڑے میں اتر گیا دنگل کا وقت ہو چکا تھا اعلان ہوتے ہی جنید تیار ہو کر اکھاڑے میں اتر گئے وہ اجنبی شخص بھی کمر کس کر ایک کنارے کھڑا ہو گیا لاکھوں تماشا سائیوں کے لئے بڑا ہی حیرت انگیز منظر تھا جنید کے سامنے وہ اجنبی شخص گرد راہ معلوم ہوتا تھا پھٹی آنکھوں سے سارا مجمع دونوں کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا جنید نے خم ٹھونک کر زور آزمائی کے لئے پنجہ بڑھایا کہ اس شخص نے دبی زبان سے کہا کان قریب لائیے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

نہ جانے اس آواز میں کیا جادو تھا یہ سنتے ہی جنید پر ایک سکتہ طاری ہو گیا اچانک پھیلے ہوئے سمٹ گئے کان قریب کرتے ہوئے فرمایا۔ فرمائیے! اجنبی کی آواز گلو گیر ہو گئی بڑی مشکل سے اتنی بات منہ سے نکل سکی جنید میں کوئی پہلوان نہیں ہوں زمانے کا ستایا ہوا ایک آل رسول ہوں سیدہ فاطمہ کا ایک چھوٹا سا کنبہ کئی ہفتے سے جنگل میں پڑا ہوا ہے فاقوں سے نیم جان ہے سیدانیوں کے بدن پر کپڑے بھی نہیں کہ وہ گھنی جھاڑیوں سے باہر نکل سکیں چھوٹے چھوٹے بچے بھوک کی شدت سے بے حال ہو گئے ہیں صبح یہ کہہ کر شہر آتا ہوں کہ شام تک کوئی انتظام کر کے واپس لوٹوں گا لیکن خاندانی غیرت کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانے دیتی اور نہ ہی منہ کھولنے کی اجازت دیتی ہے گرتے پڑتے بڑی مشکل آج یہاں تک پہنچا ہوں فاتح خیبر کا خون ہاشمی رگوں میں سوکھتا جا رہا ہے چلنے کی سکت نہیں رہی شرم سے بھیک مانگنے کو ہاتھ اٹھتے نہیں میں نے تمہیں اس امید پر چیلنج کیا تھا کہ آل رسول کی عقیدت تمہارے دل میں ہے آج اس کی آبرور کھ لو وعدہ کرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن نانا جان سے کہہ کر تمہارے سر پر فتح کی دستار بندھوا دوں گا۔

فاطمی چمن کی مرجھائی ہوئی کلیوں کی اداسی نہیں دیکھی جاتی یقین کرو جنید آل رسول خانہ بدوش قافلہ کی حرمت کے لئے تمہاری عزت و ناموس کا ایثار رائیگاں نہیں جائیگا ہمارے خاندان کی ریت احسان کا بدلہ ضائع نہیں ہونے دیتی۔

چند باتیں سن کر جنید کی آنکھوں میں آنسو آگئے فرمانے لگے چمنستان قدس کی پڑمردہ کلیوں کی شادابی کے لئے میرے جگر کا خون کام آسکے تو اس کا آخری قطرہ بھی تمہاری نقش پامیں جذب کرنے کے لئے تیار ہوں اتنا کہہ کہ خم ٹھونک کر لاکارتے ہوئے جنید آگے بڑھے اور اجنبی شخص سے گتھم گتھا ہو گئے سچ مچ کشتی لڑنے کے انداز میں تھوڑی دیر تک پینترا بدلتے رہے سارا مجمع نتیجے کے انتظار میں خاموش و ساکت نظریں جھکائے دیکھتا رہا چند ہی لمحے کے بعد بجلی کی تیزی کے ساتھ جنید نے ایک داؤ چلایا آنکھیں کھلیں تو جنید کے حامیوں نے نعرہ ہائے تحسین سے میدان گونج اٹھا حیرت سے دیکھنے والوں کی آنکھیں بھیگ گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے جنید چاروں شانے چت پڑے تھے اور سینے پر سیدہ کا ایک ضعیف و ناتواں شہزادہ فتح کا پرچم لہرا رہا تھا۔

جنید کی فاتحانہ زندگی کا نقشہ دیکھنے والی آنکھیں اس حیرت انگیز نظارے کی تاب نہ لاسکیں ایک لمحے کے لئے سارے مجمع پر سکتے کی کیفیت طاری تھی نحیف و ناتواں سید کو گود میں اٹھالیا گیا میدان کا فاتح اب سروں سے گذر رہا تھا ہر طرف سے انعام و اکرام کی بارش ہو رہی تھی ہر طرف سے خلعت و انعامات کا ذخیرہ لے کر جنگل میں روپوش ہو گئے۔

جنید پہلوان شرم و ندامت سے کپڑے جھاڑتے ہوئے گھر کی طرف چل دیئے رات کو سونے سے پہلے بے شمار خیالات دل میں آئے رات کی زلف سیاہ رات آدمی ڈھل چکی تھی بغداد کا سارا شہر تاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں محو خواب تھا عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جنید اپنے بستر پر لیٹے تو بار بار کان میں یہ الفاظ گونج رہے تھے وعدہ کرتا ہوں کہ کل میدان قیامت میں نانا جان سے کہہ کر تمہارے سر پر فتح کی دستار بند ہواؤں گا کیا سچ مچ ایسا ہو سکتا ہے نبی زادوں کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا اے کاش آج ہی قیامت آجاتی آج ہی میدان حشر کا وہ روح پرور نظارہ نگاہوں کے سامنے ہوتا۔

یہ سوچتے سوچتے آنکھیں بند ہو گئیں نیند کا ایک ہلکا جھونکا آیا اور وہ خاکدان گیتی سے بہت دور دوسری دنیا میں پہنچ چکے تھے پہاڑوں، صحراؤں اور آبادیوں کے سارے حجابات



نظر کے سامنے سے اٹھ چکے تھے اب بغداد سے گنبد خضریٰ کا عکس صاف دکھائی دیتا تھا جب تک آنکھ کھلی رہی نظر کا قافلہ بہاروں کے جلوہ شاداب سے سیراب ہوتا رہا تھوڑی دیر کے بعد سنہری جالیوں سے ایک کرن پھوٹی اور مدینے کا آسمان روشنی سے معمور ہو گیا پھر ایسا معلوم ہوا کہ نور کا ایک سفید بادل مدینے کے افق سے بغداد کی طرف بڑھتا آ رہا ہے جہاں جہاں سے گذر انور برساتا گیا فضا نکھرتی گئی اندھیرا چھٹتا گیا سحر پھیلتی گئی قریب آتے آتے رحمت اور تجلی کا وہ روشن قافلہ بغداد کے آسمان پر جگمگا رہا تھا چند لمحے کے بعد وہ نیچے اترنا شروع ہوا ایوانوں کے کنگرے جھک گئے پہاڑوں کی چوٹیاں سرنگوں ہو گئیں درختوں کی شاخیں سجدے میں گر پڑیں بغداد کی زمین جھومنے لگی بہاروں نے پھول برسائے صبا نے خوشبو اڑائی۔ سحر نے اجالا کیا رحمتوں نے فرش بچھائے اور درختاں کرنوں سے حضرت جنید کے صحن کا چپہ چپہ معمور ہو گیا۔ طلعت جمال سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں دل کیف و سرور میں ڈوب گیا درود یوار اور شجر و حجر کو زبان مل گئی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے نعموں سے فضا گونج اٹھی عالم بے خودی میں حضرت جنید سلطان کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لیٹ گئے سرکار نے رحمتوں کے ہجوم میں مسکراتے ہوئے فرمایا۔ جنید اٹھو قیامت سے پہلے اپنے نصیب کی سرفرازیوں کا نظارہ کر لو نبی زادوں کے نام کے لئے شکست کی ذلتوں کا انعام قیامت تک نہیں رکھا جائے گا سزا اٹھاؤ تمہارے لئے فتح و کرامت کی دستار لیکر آیا ہوں آج سے تمہیں عرفان و تقرب کی سب سے اونچی بساط پر فائز کیا گیا ہے تجلیات کی بارش سے اپنی ننگی پیٹھ کا غبار اور چہرے پر گرد کا نشان دھو ڈالو اب تمہارے زخ تاباں میں خاکدان گیتی کے ہی نہیں عالم قدس کے رہنے والے بھی اپنا منہ دیکھیں گے بلکہ بارگاہ نیردانی سے گروہ اولیا کی سرداری کا تاج اور اعزاز تمہیں مبارک ہو ان الفاظ سے سرفراز فرمانے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے لگایا اس عالم کیف و بار میں اپنے جاں نثاروں کو کیا ملا اور کیا عطا فرمایا اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی جاننے والے اتنا ہی جان سکے کہ صبح کو جب حضرت جنید کی آنکھ کھلی تو پیشانی کی موجوں میں نور کی کرن لہرا رہی تھی آنکھوں سے عشق و عرفان کی شراب کے میخانے چھلک رہے تھے دل کی

انجمن تجلیات کا گہوارہ بن چکی تھی لبوں کی جنبش پر کارکنان قضا و قدر کے پہرے بٹھادیئے تھے  
 غیوب و شہود کی ساری کائنات شفاف آئینہ کی طرح تار نظر کی گرفت میں آ چکی تھی نفس نفس  
 میں عشق و یقین کی دکتی ہوئی چنگاری پھوٹ رہی تھی نظر نظر میں دلوں کی تسخیر کا جلال انگڑائی  
 لے رہا تھا کل کی شام جو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا گیا تھا آج صبح اسکی راہ گزر میں پلکیں بچھی  
 جا رہی تھیں خواب کی حقیقت باد صبانے گھر گھر پہنچادی تھی طلوع سحر سے پہلے ہی حضرت جنید  
 کے دروازے پر درویشوں کی بھیڑ جمع ہو چکی تھی جو نہی باہر تشریف لائے خراج عقیدت کے  
 لئے ہزاروں گردنیں جھک گئیں خلیفہ بغداد نے اپنے سر کا تاج اتار کر قدموں میں رکھ دیا سارا  
 شہر پشیمانی کی حالت میں سر جھکائے کھڑا تھا مسکراتے ہوئے ایک بار نظر اٹھائی اور ہیبت سے  
 لرزتے ہوئے دلوں کو سکون بخشا پاس ہی کسی گوشے سے آواز آئی گروہ اولیا کی سروری کا  
 اعزاز مبارک ہو منہ پھیر کر دیکھا تو وہی نحیف و ناتواں آل رسول خوشی سے مسکرا رہا تھا ساری  
 فضا سید الطائفہ کی مبارکبادی سے گونج اٹھی ہاں جنید پہلوان جو بعد میں سلطان الاولیا حضرت  
 جنید بغدادی کے نام سے مشہور ہوئے سچ ہے۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا  
 یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑی نصیب کی بت ہے



## سخن ہائے گفتی

اگر کچھ کہنا چاہتا ہوں تو مزہ الفت کا جاتا ہے  
اگر خاموش رہتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے  
قارئین حضرات فضائل اہل بیت اور ناموس صحابہ کے سلسلے میں کتاب کے شروع  
میں مختصر ذکر ہو چکا ہے یہاں ایک جائزہ پیش کرنا ہے۔

موجودہ دور کے علمائے اہل سنت فضائل اہل بیت اور ناموس صحابہ کے سلسلے میں  
تذبذب کا شکار ہیں ان کے سامنے نہ جائے ماندن اور نہ پائے رفتن والا معاملہ ہے۔  
ایک طرف شان صحابہ اور ناموس صحابہ کا عنوان ہے دوسری طرف فضائل اہل بیت  
کا عنوان جو مسلمان کے لئے جزو ایمان ہے حضور کا ارشاد گرامی ہے اصحابی کا النجوم بالہم  
اقتدیتم اهدیتم۔ یعنی میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ  
گے۔

دوسری جانب اپنی اہل بیت کے متعلق فرمایا۔ قل لا اسئلكم علیہ اجرأ  
الا المودة فی القربی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میرے اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہیں  
جو اس میں سوار ہو اوہ پار ہو گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔

حقیقت میں یہ سارا معاملہ اقتدار کا ہے ہابیل اور قابیل بھی اسی اقتدار کی وجہ سے  
ایک دوسرے کے ساتھ مد مقابل ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا اپنی زندگی میں  
نبوت کا بار امانت اپنی اولاد کے سپرد کر دو بڑا قابیل تھا دستور کے مطابق نبوت کی سرداری  
اسے ہی ملنی چاہیے تھی لیکن وہ خصائل کے لحاظ سے دوسرا بڑا آدم کی نظر ہابیل پر تھی یہی  
مخالفت تھی کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا علمائے کرام نے جو کچھ تحریر کیا ہے یہ سب اسرائیلی  
روایات ہیں کہ سب سے پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا۔ (العیاذ باللہ)

اقتدار سیاسی ہو یا مذہبی نبوت کا ہو یا شخصی حکومت کا اس وقت سے لے کر آج تک  
اقتدار کی خاطر ایک دوسرے کا خون بہایا جا رہا ہے یہاں تک کہ بھائی بھائی کو قتل کر دیتا ہے  
باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے یہ فتنہ شروع سے چلا آیا ہے۔

حضور رحمت دو جہاں ﷺ کے جدا مجد حضرت عبدالمناف کے بیٹوں حضرت ہاشم  
اور عبدالشمس کے درمیان اقتدار کا معاملہ پیش آیا اور پھر حضرت عبدالمطلب اور امیہ کے  
درمیان اقتدار کا جھگڑا ہا اسی طرح حضور اور ابوسفیان کے درمیان مخالفت رہی حضرت علی کے  
مقابلے میں معاویہ آئے اور امام حسین کے مقابلہ میں یزید آیا۔

خاندانی رقابت کب دل سے نکلتی ہے اگرچہ مصلحت کے تحت خاموش رہنا پڑتا ہے  
لیکن جب خاندانی رقابت بھڑکتی ہے تو آگ لگا دیتی ہے۔

حضور کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے دور میں یہ  
چنگاری دبی رہی لیکن حضرت عثمان غنی جب برسر اقتدار آئے تو گویا خلافت کی بھاگ دوڑ بنو  
امیہ کے پاس آگئی کیونکہ حضرت عثمان غنی کی اقربا پروری کام آئی اور پھر سابق عامل معزول کر  
کے تمام عامل بنو امیہ مقرر کر دیئے گئے تو پھر جلتی پر تیل نے کام کر دکھایا۔

ہر حکومت کے امور سلطنت اچھے مشیروں پر چلتے ہیں حضرت عثمان غنی کا مشیر اور  
معاون مروان جیسا بد بخت بد طینت منقسم مزاج آدمی تھا وہ حضرت عثمان غنی کا مشیر بھی تھا اور  
وزیر اعظم بھی۔ گویا تمام امور سلطنت مروان کے پاس تھے حضرت عثمان غنی اسی پر بھروسہ کر  
کے حکومت چلاتے تھے۔ اسی مروان کی سازش سے حضرت عثمان غنی کی شہادت کا واقعہ پیش  
آیا۔

حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد سیدنا علی ابن طالب خلیفہ مقرر ہوئے آپ  
نے اپنی خلافت کی بیعت کے لئے تمام اطراف و اکناف کے عاملوں کو حکم بھیجا کہ حضرت علی  
کی خلافت پر بیعت لیں چونکہ علاقہ شام بلکہ پوری مملکت اسلامیہ خلافت کے تحت ہوتی تھی  
اس لئے امیر معاویہ جو اس وقت والی شام تھے ان کو بھی بیعت کے لئے حکم بھیجا تو انہوں نے

حضرت عثمان غنی کی شہادت کی آڑ لے کر بیعت سے انکار کر دیا جس سے جنگ حمل اور جنگ صفین کے واقعات پیش آئے پھر حضرت علی کی شہادت کا واقعہ پیش آیا حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ خلافت کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں لیکن کسی مصلحت کے تحت چھ ماہ کے بعد حکومت کی بھاگ دوڑ امیر معاویہ کے حوالے کر دیتے ہیں اب امیر معاویہ کے مقابلہ میں پوری مملکت اسلامیہ میں ان کا مد مقابل کوئی نہ رہا اور پھر ان کا آخری وقت آ پہنچا تحریری معاہدہ کے مطابق امیر معاویہ کے بعد خلافت امام حسن کو واپس کر دینی چاہیے تھی لیکن امیر معاویہ نے یزید کے متعلق اور اسکی ولی عہدی کے متعلق اسے وصیت کر دی سید الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے صحابی کو برامت کہو۔ اس میں شک نہیں کہ صحابی قیامت تک کوئی نہیں بن سکتا یہ صدقہ چہرہ مصطفیٰ کے دیدار کا۔

امیر معاویہ بھی صحابی ہیں اور کاتب وحی بھی۔ ہم جب اس مقام کو دیکھتے ہیں تو احترام سے گردنیں جھک جاتی ہیں لیکن جب ان کے کردار پر نظر ڈالتے ہیں تو مشیت ایزدی پر ہی سارے معاملات ڈال دیتے ہیں جس طرح تمام انبیا کرام کے اپنے اپنے درجات ہیں اسی طرح صحابہ کرام میں بھی اپنے اپنے درجات ہیں کوئی سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں اور کوئی عشرہ مبشرہ ہیں اور کچھ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق رب کریم نے ارشاد فرمایا۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل . اولئک اعظم درحیتہ۔ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور مال خرچ کیا وہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور مال خرچ کیا جن لوگوں نے گرم ریت پر اور پتھروں کی سلوں سے جان جلا کر اسلام کے چمن کی آبیاری کی ان کو ان لوگوں میں شامل کیا جائے گا جو ہمیشہ پیغمبر اسلام اور اسلام دشمنی میں پیش پیش رہے فتح مکہ کے دن جو ابوسفیان حضور کی شان و شوکت دیکھ کر کہنے لگے اے عباس تمہارا بھتیجا تو بادشاہ نظر آتا ہے تو حضرت عباس نے جواب دیا تھا اسلام تو تم نے قبول کر ہی لیا ہے لیکن تمہارے دل سے ابھی کدورت نہیں گئی۔ اسی کو کہتے ہیں جیسا باپ ایسا بیٹا اس میں شک نہیں کہ امیر معاویہ بھی صحابی تھے لیکن کردار دیکھیں حضرت

عثمان کی شہادت کی آڑ لے کر اقتدار کی خاطر ان کی چال بازیوں اور سیدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ ذاتی دشمنی۔ حضور کے صحابی اور یہ سازش، جوڑ توڑ، اور ہیر پھیر، العیاذ باللہ۔ پھر حضرت علی پر لعن طعن، گالی گلوچ، حضور کے فرمان کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حضرت علی پر سب و شتم، تبرہ بازی لگاتا چالیس برس تک جاری رہا آخر عمر بن عبدالعزیز نے آ کر اس کو بند کیا اس کی جگہ۔  
ان اللہ یا مر با العدل والاحسان۔ والے جاری کئے۔

امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ میں چار قباحتیں تھیں ان میں ایک قباحت بھی ان کی ہلاکت کے لئے کافی تھی خلافت سے بغاوت، یزید کو ولی عہد بنانا، حضرت علی پر سب و شتم اور گالی گلوچ کرنا اور دوسرے کا حق غصب کرنا۔

ناموس صحابہ اور ناموس اور محبت اہل بیت ان سے عہدہ برآنا چکی کے دو پاٹوں کے مثل ہے ان سے صحیح سلامت اور محفوظ ایمان سلامت کی نشانی ہے۔

مضمون طویل سے طویل ہوتا جا رہا ہے دل چاہتا تھا کہ پوری تفصیل اور شرح و سبب کے ساتھ حالات قلمبند کرتا۔ لیکن

کئی باتیں ہیں کہنے کی کئی باتیں ہیں لکھنے کی  
جنہیں میں کہہ نہیں سکتا جنہیں میں لکھ نہیں سکتا

کیوں؟

سچ آکھاں تے بھانبر مچداے

دعا علینا الا البلاغ.

## شہنشاہ ولایت کے حضور

### نذرانہ عقیدت

اے حبیب مصطفیٰ اے مرتضیٰ مولا علی۔ اے میرے مشکل کشا مقتدی مولا علی  
 اے حریم ناز عرفاں اے گلستان حیات۔ اے شہ والائے تخت کبریا مولا علی  
 اے شہ کبشور کشا سلطان کشور ہائے دل۔ دستگیر و ہادی بے نورا مولا علی  
 اے علاج درد عصیاں اے آشنائے دل۔ اے دعائے نکبت جو رو جفا مولا علی  
 اے در علم لائی کان عرفاں معرفت۔ اے ضیائے معدلت شمع ہدیٰ مولا علی  
 اے پناہ بے کساں مونس و شاہ و گدا۔ اے کہ محکم تجھ سے ہے یہ دست و پا مولا علی  
 اے کہ ہے سیراب تجھ سے ہی ولایت کا شجر۔ اے طریق معرفت کے پیشوا مولا علی  
 اے کہ ہے تجھ سے درخشان ہر عالم کا وجود۔ اے سیادت کے در عالی بہا مولا علی  
 اے کہ ہے میرے خیال عشق کی تو ابتدا۔ تجھ سے باغ حسن کی ہے انتہا مولا علی  
 رہے تجھی سے بارور میرا بھی نخل آرزو۔ میری قسمت کا ہے تو سرخھی مولا علی  
 کارزار ہستی فانی میں ہوں الجھا ہوا۔ المدد بہر خدا شیر خدا مولا علی  
 بحر ظلمت موجزن دریائے ناپیدا کنار۔ تو ہی طوفان بلا میں نا خدا مولا علی  
 مجھ کو حب پنجتن سے بہرہ ور کر دے خدا۔ ڈال دے مجھ پر بھی شفقت کی قبا مولا علی  
 گر تیری الفت کا دم ہوتا رہے عرفاں سدا۔ خود بخود مٹ جائیں گے جرم و خطا مولا علی

عرفاں رضوی

## سید الشہد الامام حسینؑ کے حضور

### نذرانہ عقیدت

حسن محبوب سے کوثر کے سجانے والے۔ عشق کی محبت میرے دل میں لگانے والے  
دل کی اجڑی ہوئی بستی کو سجانے والے۔ داغِ آلام و مصائب کو مٹانے والے  
تجھ کو ہے ابنِ علی سبطِ پیغمبر کی قسم

ہو نظر اک ایدھر دھل جائیں میرے رنجِ عالم

وہ خدا جس نے ابراہیم کو خلت بخشی۔ وہ خدا جس نے شہِ مصر کو حکومت بخشی

وہ خدا جس نے سلیمان کو حکومت بخشی۔ وہ خدا جس نے محمد کو رسالت بخشی

اس خدا کی تجھے شبیر میں دیتا ہوں قسم

اپنی الفت میں عطا کر مجھے چشمِ پرہم

وہ محمد کہ ہے عرفانِ حقیقت کا امین۔ وہ محمد کہ ہے انگشتِ دو عالم کا نگین

وہ محمد کہ ہے تمکین بر عرشِ بریں۔ وہ محمد کہ ہے تسکینِ دلِ چشمِ حزیں

اس محمد کا تجھے واسطہ اے سبطِ نبی

سرد کر دے میرے سینے سے جو آگ لگی

تجھ سے جس کو نہ الفت ہو وہ مسلمان کیسا۔ تیرے در کا نہ گدا ہو وہ مسلمان کیسا

جو نہ جھکتا ہو تیرے در پہ وہ مسلمان کیسا۔ جس کے دل میں نہ بسا تو وہ مسلمان کیسا

دولتِ عشق سے دامنِ تمنا بھر دے

کچھ تو زخمِ دلِ عرفاں کا مداوا کر دے

عرفاں رضوی



## شہیدان کربلا کے حضور

### سلام عقیدت

اے چرخ کربلا کے ستارو تمہیں سلام۔ اے دو جہاں کی آنکھ کے تارو تمہیں سلام  
 جلوہ تمہارے نور کا ہے حسن کائنات۔ اے مصطفیٰ کے نور کے پارو تمہیں سلام  
 جان اپنی دے کے دین کو تم نے بچا لیا۔ اے دین مصطفیٰ کے بہارو تمہیں سلام  
 گردن تمہاری مظہر عشق ازل نبی۔ اے رب کائنات کے بہارو تمہیں سلام  
 جان عزیز دی ملا حسن ازل تمہیں۔ اے گلشن ازل کی بہارو تمہیں سلام  
 ہستی تمہاری رنج و محن کی ہے انتہا۔ اے درد غم کے مارو تمہیں سلام  
 تم سے رگ حیات کو رنگ بقا ملا۔ اے حسن جاوداں کے ستارو تمہیں سلام  
 اسلام کی بقا کا ہے سر پر تمہارے تاج۔ اے دو جہاں کے راج دلارو تمہیں سلام  
 پانی پیا نہ تم نے تھا امتحان عشق۔ اے کوثر کرم کے پارو تمہیں سلام  
 صدمے سبے ہزار ہا مگراف تک نہ کی۔ اے دردسوز عشق کے مارو تمہیں سلام  
 در پر تمہارے آیا ہے کچھ خیر ہو عطا۔ عرفاں کی زندگی کے سہارو تمہیں سلام  
 اے حسین ابن علی جان بتول۔ یہ سلام عاجزانہ ہو قبول

عرفاں رضوی

## گلستانِ فاطمہ کے پھولوں کے نام

السلام	اے	خسروان	کربلا۔ السلام	اے	سروران	اھتدی
السلام	اے	ہادیان	کمال۔ السلام	اے	خسروان	جلال
السلام	اے	شاہکاران	ہدی۔ السلام	اے	جانثاران	مصطفیٰ
السلام	اے	پیشوایان	ام۔ السلام	اے	رہنمایان	کرم
السلام	اے	عظمت دنیا	و دین۔ السلام	اے	نور چشم	عالمین
السلام	اے	رفعت عرش	بریں۔ السلام	اے	سطوت عزم	ویقین
السلام	اے	روح یزداں	السلام۔ السلام	اے	روح رحماں	السلام
السلام	اے	جان امکاں	السلام۔ السلام	اے	نور انساں	السلام
اے		حفیظان	شرافت	السلام۔ اے	حسبناں	نجات
اے		وکیلان	امامت	السلام۔ اے	کفیلان	شجاعت
اے		سلاطین	ہدایت	السلام۔ اے	براہین	کرامت
اے		شہیدان	محبت	السلام۔ اے	معینان	مروت
اے		نقیبان	شرافت	السلام۔ اے	امیران	طریقت
اے		ضیائے	مہرتاباں	السلام۔ اے	جمال	ماہ درخشاں
اے		سکون قلب	عرفاں	السلام۔ اے	حیات	روح ایماں
باغبان	گلستان	رسول۔ یہ	سلام	عاجزانہ	ہو	قبول

عرفاں رضوی

مظلوم کربلا کے حضور اس عاجز کی طرف سے نذرانہ عقیدت

اے حسین ابن علی اے تاجدار کربلا۔ پیکر سر نبی سر ذات کبریا  
سید دنیا و دین سرور خلق مبین۔ خوبی حسن ازل نادر حسن وفا  
تابش کونین ہے تیری ذات نوربیز۔ تو ہے ابن علی عالم کن کی ضیا  
اپنی جاں اور دوستوں اور اہل بیت کو۔ دین کے حق کے واسطے تو نے قرباں کر دیا  
اپنا سر کٹوا دیا مال و زر قرباں کئے۔ تیرے اس ایثار پر جان امکاں ہے خدا  
میں کہاں سمجھوں تجھے خام ہے میری خرد۔ تو ہے محبوب نبی تو ہے محبوب خدا  
اے حسین ابن علی عشق کے ہے رازماں۔ اپنی رمز عشق سے مجھ کو کر دے آشنا  
گنگ ہے میری زباں اور شکستہ ہے قلم۔ کر نہیں سکتا رقم تیری توصیف و ثنا  
بھیک دے اسکو کوئی اپنے در سے اے سخی۔ یہ حبیب بے نوا تیرے در کا ہے گدا

اے حسین ابن علی کہتا ہے تیرا غلام

تجھ پر لاکھوں درود تجھ پر لاکھوں سلام

## مصنف کی دیگر کتب

- ۱۔ چراغِ راہ۔ معمولات مروجہ اور اصلاح معاشرہ پر مفصل مدلل کتاب ص ۱۲۶، سائز ۲۲-۳۰
- ۲۔ نشانِ راہ۔ یعنی ندائے یارسول اللہ۔ جن میں معیارِ محبت مدارجِ محبت، معراجِ محبت اور حضور کے روضہ مبارک کارنگ سبز اور غلاف کعبہ کارنگ سیاہ، اس کا فلسفہ اور حکمت، انگوٹھے چومنے کا ثبوت ص ۱۷۶-۲۰
- ۳۔ ضربِ حیدریہ المعروف تاریخ و ہابیہ۔ شیخ نجدی کے ابتدائی حالات سے لے کر آج تک خلیفہ سید احمد مولوی اسماعیل دہلوی عقائد اور کردار علمائے دیوبند تبلیغی جماعت کا کردار اور سپاہ صحابہ کی تنظیم کے حالات صفحات ۵۵۲-۱۵۰
- ۴۔ بحالتِ صوم انجکشن لگوانے کا حکم۔ علماء فقہاء اطباء، حکما اور ماہرین علم الابدان اور سائنسی تجزیہ سے مفصل صوم ہونے پر متفقہ فیصلہ ص ۱۲۶-۲۰
- ۵۔ مکافاتِ عمل، سزا اور جزا۔ عالم نزع اور عذابِ قبر کا آنکھوں دیکھا حال ڈاکٹر نور احمد نور پروفیسر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے آنکھوں دیکھا حال ص ۷۲-۲۰
- ۶۔ مصباح النور فی قرۃ العیون والصدور ص ۱۸۲ ہدیہ۔ ۸۰۔ حضور کی نورانیت پر تفصیلی بحث آپ کا پسینہ مبارک، سایہ مبارک، فضیلات مبارکہ اور دیگر اعمال درج ہیں۔
- ۷۔ مناقب آل بیت رسول شہادت جگر گوشہ بتول۔ از آدم تا وصال سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم بعد واقعات کربلا اور شہیدان کربلا پر پرسوز اور درد انگیز روح پرور کتاب۔
- ۸۔ رحمتہ للعالمین، غیر مسلموں کی نظر میں۔ میثاق اول، میثاق دوم، طلوع سحر، سابقہ کتب سے پیشن گوئیاں اور بشارات، طلوع آفتاب (ظہورِ قدسی) رحمتہ للعالمین مصنفین

مورخین مفکرین مغربی دانشوروں اور غیر متعصب عیسائیوں کی نظر میں اسکے علاوہ امریکی اور یورپی معاشرہ میں عورت کا تصور، اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام یہ کتاب بھی زیر طبع ہے بہت جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔ صفحات ۷۰۰

۹۔ مصباح النبوت فی خصائص النبوت زیر ترتیب۔ صفحات تقریباً ۵۰۰

۱۰۔ احسن البیان فی عظمت قرآن زیر طبع صفحات تقریباً ۱۵۰

تلك عشرة كاملة





## مصنف کی دیگر کتب

- ۱۔ چراغِ راہ : اسلامی معاشرہ اور معمولات مروجہ پر
  - ۲۔ مختصر مگر جامع مدلل کتاب
  - ۳۔ نشانِ راہ یعنی ندائے یارسول اللہ
  - ۴۔ ضربِ حیدریہ المعروف تاریخِ وہابیہ
  - ۵۔ روزہ اور انجکشن
  - ۶۔ مکافاتِ عمل یعنی سزا اور جزا
  - ۷۔ مصباح النور فی قرۃ العیون والصدور
  - ۸۔ رحمۃ للعالمین غیر مسلموں کی نظر میں
  - ۹۔ مصباح النبوت
  - ۱۰۔ احسن البیان فی عظمت قرآن مع ترجمہ القرآن
  - ۱۱۔ اندھیرے سے اجالے تک
- |                   |           |  |
|-------------------|-----------|--|
| قیمت - 50/- روپے  | صفحات 126 |  |
| قیمت - 50/- روپے  | صفحات 176 |  |
| قیمت - 200/- روپے | صفحات 552 |  |
| قیمت - 50/- روپے  | صفحات 146 |  |
| قیمت - 30/- روپے  | صفحات 72  |  |
| قیمت - 80/- روپے  | صفحات 185 |  |
| قیمت - 400/- روپے | صفحات 657 |  |
| زیر طبع           | صفحات 400 |  |
| زیر طبع           | صفحات 102 |  |
| زیر ترتیب و طبع   |           |  |

ملنے کا پتہ

حافظ محمد حبیب اللہ قریشی الهاشمی پھگواڑی تحصیل کوہ مری

فون: 051-3276197، 0300-9122326